







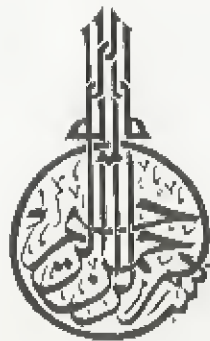
أنا خاتم النبيين ﷺ لأنني بعدي

موتى وبقوا  
علماء على سلامي تحققت كُتُبُ رسائل كالسماويين

# حَقِيقَةُ خَيْرِ الدُّعَاةِ

جلد ہفتم

الإدارة لتَحْفِظِ الحَقَائِدِ الإِسْلَامِيَّةِ



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ  
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤٠) سورة الاحزاب



## قصیدہ بردہ شریف

از: شیخ العرب العجم امام محمد شرف الدین بوسیری بصری خافضی جرحہ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی ہرگز نہ فرما ہمیشہ ہمیشہ میرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْمُقَلِّينِ  
وَالْقَرِيبَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

محمدؐ مصلیٰ ﷺ سرور اور پیام ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَأَقِ السَّيِّئِينَ فِي خَلْقِي وَفِي خَلْقِي  
وَلَعَبِيدَ الثَّوَةِ فِي عِلْمِي وَلَا كَرَمِي

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچے پاسے۔

وَكُلُّهُمْ عُرْمٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ  
غُرْفَتِهِ مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رُشْقَاتِهِ مِنَ الدِّيَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں عترتیں ہیں آپ کے در پاسے کرم سے ایک چار یا ہزار دن رحمت سے ایک قطرے کے۔



الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ

وَكُنْ اَيُّ اَقْبَى الرُّسُلِ الْكِدَامُ بِهَا  
فَاِنَّمَا اتَّصَلْتُ مِنْ نَوْرِهِ بِهَلْجٍ

تمام ہجرات جبرائیل علیہ السلام سے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدْ مَتَّكَ جَبْنُكَ اَلَا نَسِيَاءُ بِهَا  
وَالرُّسُلُ تَقْدِيرُ خَدُّوْمٍ عَلٰى خَدِّمٍ

تمام انبیاء علیہ السلام نے آپ ﷺ کو (سبھی اسی میں) مقیم فرمایا خود کو خدائوں پر مقیم کرنے کی مثل۔

بَشْرِي لَنَا مَعَشَرُ الْاِسْلَامِ اِنْ لَنَا  
مِنَ الْاِنْسَانِيَةِ رُكْنًا غَيْرُ مِنْهُمْ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کسی کرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا  
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عَلَمُ النُّوْجِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم نوح و قلم آپ ﷺ کے علم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرِسْوَلِ اللّٰهِ نَصْرَتُهُ  
اِنْ تَلَقَّهَ الْاُسْدُ فِيْ اَحْاِمِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگ میں شیر بھی تو قہ موتی سے سر جھکا لیں۔

لَتَادْعَا اللّٰهُ دَاعِيَتَا لِحَاطَةِ  
بَاكِرِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاَمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلائے والے محبوب کو اکرم الاول فرمایا تو ہم بھی سب اس میں سے اشرف قرار پائے۔

## سَلَامٌ رَضَا

از: امام الشنت مجتہدین ہدایت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری عظیم  
امام احمد رضا مفتی محمد قادی بڑکانی ہفتی، بریلوی جود اللہ علیہ

مُصْطَفٰ جَانِ رَحْمَتٍ پَہ لاکھوں سَلَام  
شمع بزم ہدایت پَہ لاکھوں سَلَام

مہر پر چرخ نبوت پَہ روشن دُرود  
گل بارغ رسالت پَہ لاکھوں سَلَام

شب اسری کے دولہا پَہ دائم دُرود  
نوشہ بزم جنت پَہ لاکھوں سَلَام

صاحب رجعت شمس و شوق القدر  
نائب دست قدرت پَہ لاکھوں سَلَام

حجر اسود و کعبۃ جنان و دل  
یعنی مہر نبوت پَہ لاکھوں سَلَام

جس کے ماتھے شفاعت کا سپہا رہا  
اس جبین سعادت پَہ لاکھوں سَلَام

فتح باب نبوت پَہ بے حد دُرود  
ختم دور رسالت پَہ لاکھوں سَلَام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں فنا  
مُصْطَفٰ جَانِ رَحْمَتٍ پَہ لاکھوں سَلَام

## اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنت،  
اہل علم حضرات اور تنظیموں کا  
تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے  
جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے  
موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں  
ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا  
اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں  
ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا  
انتظار رہے گا۔

الإدارة لتدقيق الحقائق الإسلامية

## محفوظ جميع الحقوق

عقيدة ختم النبوة

نام کتاب

ترتیب و تحقیق

حضرت علامہ مفتی محمد امین اعظمی مدظلہ العالی

جلد

ہشتم

سن اشاعت

2009 / 1430ھ

قیمت

325/-

ناشر

الإدارة لتدقيق الحقائق الإسلامية

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net



## فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
①	مناظر الاسلام مفتی غلام مرتضیٰ ساکن میانی ضلع شاہ پور	09
②	الظفر الشرجانی فی کشف القابانی	15
③	حکم النبوة	213
④	حضرت علامہ حکیم ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ علیہ	233
⑤	آرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب	239
⑥	مفتی احمد غسان میمن	297
⑦	البرہین علیٰ کفر عرف مرزائی نامہ	303
⑧	پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل	489
⑨	قادیانی سیاست	533
⑩	کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟	543



## مناظر الاسلام

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب  
(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

○ حالات زندگی

○ رد قادیانیت



### حالات زندگی :

مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ بن مفتی غلام دستگیر بن مفتی سراج الدین بن مفتی شیخ عبداللہ رحمہ اللہ علیہ ۱۸۶۰ء / ۱۲۷۷ھ میں میانی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور مولانا محمد رفیق ساکن برتھہ غربی نزد جھاریاں ضلع سرگودھا سے تحصیل علم کی۔ پھر کئی مدارس میں تدریس کے علاوہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں چودہ سال تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ میانوالی ایک جید عالم دین، بہترین مدرس، پر جوش مقرر اور زبردست مناظر تھے۔ آپ نے قادیانیت، وہابیت اور شیعیت کا مقابلہ کتب، تقاریر اور مناظروں کے ذریعے مؤثر انداز میں کیا۔ آپ کی موجودگی میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مہربلب رہتے۔ آپ کی علمی جلالت کے اپنے اور بیگانے دونوں قائل تھے۔ عوام و خواص آپ کو قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بحث و مباحثہ میں ہمیشہ آپ غالب رہتے۔

### رد قادیانیت :

رد قادیانیت پر آپ کی دو کتابیں ہیں :

- ۱۔ الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی (یہ کتاب مفتی غلام مرتضیٰ اور جلال الدین فاضل قادیانی کے مابین سن ۱۹۲۴ء میں ہونے والے مناظرے کی روداد پر مشتمل ہے۔
  - ۲۔ ختم نبوت (اس کتاب میں مختصر ختم نبوت پر دلائل اور ان کی شرح پیش کی گئی ہے)
- رد قادیانیت کے علاوہ آپ نے فن مناظرہ پر الدیوان والحماسہ بھی تحریر فرمائی ہے۔

ان کے وقت میں قادیانی مبلغ عیسائی مبلغین کی طرح دیہاتوں اور چھوٹے

چھوٹے شہروں میں جاتے اور سادہ لوح عوام کو اپنے دام ترویر میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے حیلوں سے کام لیتے۔ اگر کسی آبادی میں کوئی عالم دین نہ ہوتا تو اس پر تبلیغ کا دھاوا بول دیتے۔ اگر کوئی عالم دین ہوتا تو اس کی موجودگی میں ”گربہ مسکین“ ہو کر اتحاد و اتفاق کی بات کرتے۔ مفتی صاحب کے گاؤں موضع میانی (ضلع سرگودھا) میں بھی قادیانیوں نے آمدورفت شروع کی۔ آپ کی عدم موجودگی میں ”ہجومن دیگرے نیست“ کا دم مارتے اور موجودگی میں کہتے کہ آپ ہمارے علماء سے گفتگو کریں۔ مفتی صاحب کہتے ٹھیک ہے، انہیں لے آؤ میں ان سے بات کروں گا۔

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۳ء اپنے کسی کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی مسی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے۔ اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء منڈی میانی میں تقریر کی اور اختتام پر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل دقات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا لیکن خدا تعالیٰ نے سبب فرمادیا کہ مفتی صاحب ارادہ سفر ملتوی فرما کر بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء کی صبح گاڑی پر براستہ بھیرہ میانی لوٹ آئے اور قادیانی جماعت کی طرف مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمایا۔

چنانچہ بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو موضع ہریا تحصیل پھیالیہ، ضلع گجرات میں مناظرے کے جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ مناظر اور حضرت علامہ مولانا غلام علی گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور صدر جلسہ مقرر ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس مناظر اور کرم داد صدر

جلسہ مقرر ہوئے اور دوسرے دن قادیانیوں کی طرف سے صدر جلسہ حاکم علی تھے۔ اس تحریری مناظرہ میں مفتی صاحب نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر صرف دو دلیلیں دیں:

پہلی دلیل: ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾

(انساء، آیت ۱۵۷)

دوسری دلیل: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ (انساء، آیت ۱۵۹)

مفتی صاحب نے ان دونوں دلیلوں کی وضاحت اس عمدہ اور احسن طریقہ سے کی کہ قادیانی مناظرہ دونوں تک ان کا جواب نہ دے سکا۔ اس طر اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کے ذریعے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور باطل خائب و خاسر ہوا۔

اس مناظرے میں شریک عنائے کرام نے اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے:

..... مفتی صاحب نے ہر دونوں کے اجلاسوں میں اپنے اخلاقی جیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر شخص نے آفریں آفریں کہا۔ باوجود اس کے کہ قادیانی مناظرہ نہایت بد زبان تھا اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو اس نے مفتی صاحب کی ذات کے متعلق کہے انہیں جمع کیا جائے تو کافی تعداد ہو جائے مگر مفتی صاحب نے اپنے وقار اور شرافت کو پیش نظر رکھتے ہو ان الفاظ کو غیر مسوع تصور کیا۔

سارے مناظرے کے اجلاسوں میں قادیانی مناظر کی طرف سے شرائط مقرر کی ۴۹ خلاف ورزیاں کیں لیکن مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔

مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیق پر مبنی ہوتی اور اپنا تقریر اور تحریر بیان نہایت نرمی سے سناتے۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکھ جاتی تھی۔ مفتی صاحب میں جہاں عزم ثبات، وقار و استقلال ان کا طرہ امتیازی تھا وہیں متانت و شرافت، ہندوب دشمنی

کے پیکر بن کر موافق اور مخالفین دونوں سے تحسین حاصل کر رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا موصوف کے دلائل و شواہد کا ابطال نہ کر سکا اور ادھر ادھر کے غیر مربوط و غیر متعلق امور سے حاضرین کو بہلانے کی بے فائدہ کوشش کرتا رہا۔

مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا۔ یہ سکون اس وقت زیادہ محسوس ہوا جب آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھنگھور گھٹاؤں کا شیرازہ بالکل منتشر ہو گیا۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ / ۱۹۲۸ کو آپ نے ظہر کے بعد ”رضا بالتصناء“ کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اسی روز عصر کے بعد اس جہان فانی سے کوچ فرمایا۔



# الظفر السرخانی فی کسف القادیانی

تصنیف لطیف

کتاب ہذا اس مناظرے کی روداد ہے جو  
مناظرۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب  
اور

قادیانی مولوی جلال الدین شمس  
بہ مقام ہریہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات  
بتاریخ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَالْدِينِ الْكَامِلِ الْمُبِينِ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى مَسَائِرِ أَهْلِ الْعَالَمِ كُلِّهِمْ أَجْمَعِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ ط  
آقا بعد واضح ہو کہ اسلامی جماعت کی خدمت میں عموماً اور قادیانی جماعت کی خدمت میں  
خصوصاً درخواست ہے کہ آپ ہر ایک صاحب اس کتاب کو از ابتداء تا اخیر نہایت غور سے  
سمجھ کر پڑھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کو کسی لائق عالم سے سمجھ لیں اور پھر ایمان  
کے دائرہ کے اندر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کریں کہ ہر دو مناظروں میں سے کون مناظر ایمان  
کے مقتضی کے اندر رہ کر فاتح و کامیاب ہوا ہے اور کون مناظر ایمان کے مقتضی سے خارج ہو  
کر مفتوح و ناکام ہوا؟

### سبب مناظرہ

جو لوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے مشرب و مذاق سے واقف  
ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ انس و دلچسپی نہیں، نہ اس وجہ سے کہ ان  
میں کوئی علمی کمزوری ہے بلکہ اسلئے کہ آج کل کے مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے  
بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں لیکن قادیانی جماعت کے بعض افراد نے مفتی صاحب  
کے اس متحرک و اس رنگ میں بیان کرنا شروع کر دیا کہ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے  
مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ میدان مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو  
مردہ دراز تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی مضطرب  
۱۰۶ تھا کہ و متزلزل ایمان ہو گئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب



و ترو محسوس کیا تو انہوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کر لیا کہ اسلامی جماعت کے ایمان و عقائد حقہ کی حفاظت کرنے کے لئے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہو چکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کر دیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

### تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے سب کی تردید کر دیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے؟ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آجائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں تبادلہ خیالات کریں گے۔

ختم نبوت، مرزا صاحب کی نبوت، مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا، مرزا صاحب کے منکروں کی تکفیر، مرزا صاحب کا اسلام و کفر، مرزا صاحب کی صداقت و تکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے بھی مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کر لیا اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا صاحب نے بھی اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے

تین تین سالوں کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔“ (تخذہ گزرد یہ ص ۱۶۶)

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر چھپکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المفتیین و رئیس العارفین مرکز الہدایت و محور الولایت مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب لازالت فیوضاتہم نے کتب ذیل شمس الہدایہ، حجتہ اللہ الباقیہ علی النفس البازغہ، فیوضات مہربانہ تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی حیات و وفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے قوی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الحمد ورح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کیلئے ایسے طرق استدلال و استنادات بیان فرمائے ہیں جن کے جواب دینے سے مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے مریدین آج تک عاجز ہیں۔ اور ان کی حقیقت پر طعن ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلال و استنادات موبہوتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الحمد ورح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا صاحب مناظرہ کے لئے نہ آئے بلکہ انکار کر دیا اور نیز یہی وجہ ہے کہ مولانا اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا الحمد ورح کے مریدین مستقیمین میں سے ہیں اس لئے قادیانی مناظر نہ ان کی تردید کر سکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام القریب پیش کر سکا۔ اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد علامہ دہر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی پریذینٹ اسلامی جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہو کر بمقام گولڑہ شریف پہنچے اور

وہاں مرشدنا الحمد وح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کئے جس پر مرشدنا الحمد وح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہا حسب ذیل ہیں۔

”مخاصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ“ حفظکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام ودعا کے الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ بل کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا نَحْبُ وَتَرْضَى وَصَلَّى وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَآلِ حَمْدُ لَكَ أَوَّلًا وَآخِرًا. سب احباب سے مبارک بادی۔

العبد الملتجئ والمشتكى الى الله المدعو به

مہر علی شاہ بقلم خود از گوئرد۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء

شرائط مناظرہ

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۳ء کسی اپنے خاص کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانہ لائے اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء گنج منڈی میانہ میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق ”الْإِسْلَامُ يَغْلُو وَلَا يَغْلِي“ خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادۂ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء گنج

لی گاڑی پر براستہ بھیرہ واپس میانہ پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرورد خوشی ہوئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ ”وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ“ اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے اس لئے میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں چنانچہ بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانہ و مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں۔

المناظر فیہ حیات و وفات مسیح

۱..... ایک مناظرہ دوسرے مناظر کے مقابلے میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سنیہ جماعت اسلامیہ احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

۲..... قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔

(۱)..... قرآن کریم (۲)..... حدیث صحیح (۳)..... اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴)..... لغت عرب (۵)..... صرف (۶)..... نحو (۷)..... معانی (۸)..... بیان (۹)..... بدیع

اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

۳..... کل پرچے پانچ ہوں گے۔ پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا۔ اور ہر ایک تقریر کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا۔ اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دیدے گا۔ اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ

اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا، ہاں توضیح اور تشریح کر سکتا ہے۔ اور تردید کے تحریر کرنے کے لئے دو گھنٹے کا وقت ہوگا اور آدھ، آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لئے ہوگا۔ ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔ دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لئے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچے کے علاوہ کسی پرچے میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴..... ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵..... مناظر پرچہ خود لکھے گا۔ اس کی دوسری کاپی کرنے کے لئے ایک معاون ہوگا۔ ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ مع اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا اور ہر دو پرچہ پریذیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶..... ہر ایک مناظر کسی غیر سے اشائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷..... تاریخ مناظرہ ۱۸-۱۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء مقرر ہے یعنی بروز ہفتہ واتوار۔

۸..... مناظرہ بمقام میانی متصل سرائے بڑے درخت کے نیچے ہوگا۔

۹..... فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیر کا اختیار نہ ہوگا۔ مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰..... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریذیڈنٹ ہوگا، جن کا کام وقت کی پابندی کرنا ہوگا۔ اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریذیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱..... مناظرین اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲..... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لئے اجازت لی جائے گی۔

۱۳..... فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

بقلم خود نبی محمد

نیکرٹی ایمن احمدیہ میانی دھوکھیات ۲۸-۲۹-۲۳

**نوٹ:** جب شرط نمبر ۱ کا یہ فقرہ یعنی ”ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا“۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت و الزام پیش کر سکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ بڑے تعجب و حیرانگی کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں۔

آنچه داده ست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا تمام  
یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطا کئے ہیں۔ اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنظور ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ **فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ** (بخاری شریف ص ۲۱) یعنی ”جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے“۔ اور پھر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

## شرط نمبر اول و دوم

شرائط مجوزہ مسئلہ فریقین میں سے شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) نہایت قابل غور ہیں اور درحقیقت یہی دو شرطیں فتح و شکست کا معیار و میزان ہیں۔ اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم وحدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ ”حیات مسیح ابن مریم“ ثابت کر دیا۔ اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کر سکا جیسا کہ رویداد مناظرہ سے روشن ہے۔

## اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے۔ اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی و یقینی ہے اور حکمت ظنی ہے اور ہفت مناظرہ قطعی و یقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔ خلاف عقل ہونا تو ظاہر ہے دیکھئے اگر صاحب حج کسی مقدمہ میں ڈگری دیدیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے رو سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے خلاف ہے اس لئے آپ اس کا راز بتلا دیں۔ اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو تو جہن عدالت اور جرم سمجھا جائے گا اور اس پر صاحب حج کو حق ہوگا کہ تو جہن عدالت کا اس پر مقدمہ

رہے اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا۔ اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضح قانون نہیں، مصالح واضح سے پوچھو۔ تو کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے، یا بالکل عقل کے موافق۔ اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (النساء)۔ یعنی اسے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو کہ اولی الامر کے ساتھ أَطِيعُوا لَانِے میں یہ ایما ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے اور پھر فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ میں اولی الامر کا ذکر نہ کرنا، اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ تنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں قرآن کریم اور حدیث، تیسری چیز کوئی نہیں۔ اور پھر إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فرما کر یہ بتلادیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے ورنہ تم مومن نہیں۔

ناظرین غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ کے عین مطابق مناظرہ کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر





مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام چند ضروری باتیں رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیے۔ اس لئے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح و تشریح ملا دیے۔

### شرط نمبر ۸

بتاریخ ۱۵ یا ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء جناب صاحب ذی پٹی کشن بہادر ضلع شاہپور کا حکم صادر ہو کر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد خوشی حاصل ہوئی اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے صاحب بہادر کے ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکا دیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سرسجود ہو کر دعا کی کہ ”اے خدا یا اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان و عقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما۔“ اس عجیب الدعوات و مسبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن دائرہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں صاحب مدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آ کر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہو گئے ہیں۔ بعد اختتام مناظرہ میاں صاحب مدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریالہ چالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا بھی مرزاہیت کی طرف میلان ہے اور مفتی صاحب گھبراہٹ میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہو جائیے آپ

ی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہو گئی۔ اور بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء صبح کی گاڑی پر سوار ہو کر ہردو فریق موضع ہریا تحصیل پھیالہ ضلع گجرات پہنچے۔ اور وہاں دودن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء مناظرہ ہوا۔ اور ہم چودھری غلام حیدر خان صاحب نمبر دار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگان ہریا کا عموماً نہایت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی بلیغ کی وجہ سے ہردو دن کا مناظرہ نہایت با امن و سکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چودھری غلام حیدر خان صاحب و دیگر باشندگان ہریا نے باوجودیکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے دودن ہردو اہل حق یعنی اسلامی جماعت و قادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چارپائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا حالانکہ ہردو دن مجمع کثیر التعداد تھا۔

### المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظرہ حضرت مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظرہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

### صدر جلسہ

ہردو دن یعنی ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ پر پریذیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ و النقلیہ فہامہ دہرو علامہ عصر حضرت مولانا مولوی امام محمد صاحب ساکن گھوڑہ ضلع ملتان تھے اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء کے پریذیڈنٹ کرم داد صاحب دولیال تھے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو حاکم علی صاحب۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرم داد صاحب کو عہدہ پریذیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

-----☆☆☆☆☆-----

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء پرچہ نمبر اول  
دلائل حیات مسیح علیہ السلام مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

حیات مسیح علیہ السلام پر پہلی دلیل

قَوْلُهُ تَعَالَى وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ

۱۔ حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً ۱۔ ..... وَإِنَّهُ لَفِي سَاعَةِ ۲۔ ..... وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مُوَيْدٍ ۳۔ ..... وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْبِطِ وَكَهْفًا ۴۔ ..... وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ ۵۔ ..... وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ۶۔ ..... بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۷۔ ..... إِنِّي مُنَوِّدُكَ وَرَافِقُكَ الْبَرِّ ۸۔ ..... وَبَيْنَ الشَّقَرَيْنِ ۹۔ ..... وَإِنْ مَثَلٌ عِنْدِي عِندَ اللَّهِ كَفَعَلِ آدَمَ ۱۰۔ ..... وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۱۱۔ ..... وَنَجْعَلِي مَبَازٍ كَمَا أَتَى مَا كُنْتُ ۱۲۔ ..... لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ مُلْكًا ۱۳۔ ..... اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے لُظْہِرَہُ عَلٰی الدِّیْنِ کَلِمَہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے قرآنی دو دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا ایمان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریباً تم بے اور تقریر کے لئے وقت مہین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دو دلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال و شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) کے تحت میں یہ کہ اس قدر تقریر کیا جو قدرت متین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب بھیج نہ سکے۔ مولوی شمس الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اقامت مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

حیات مسیح دلی ثابت مکتبی داد حدیث قرآنوں  
جس دم عالم قادیان والا کردای تقریران  
ہل عقل اتے تامل مفتی صاحب یوں  
علم بیانون مفتی صاحب خوب بیان ستای  
مسئلہ غم حقیق کیتا متین متین رکھای  
نازل ہوئی دج زمانے آخر حج پچھانوں  
سنے والیاں تائیں ہر ہون نہیں تائیں  
خوش الحانی اٹے مومن چند جہانوں سب گھوٹوں  
عم کلام معانی اندر ابھی تیز چلای  
جھجے قدم مبارک رکھیا کسے نہ جہ انھای

۱۲ مرتب

ما صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (النساء) یعنی یہود اس قول کی وجہ سے ابھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی 'دار' پر اس کو چڑھایا بلکہ ان کے لئے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں ہیں ان کو اس کا کوئی علم نہیں سوائے اتباع ظن کے اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرة حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ لغت عرب میں دفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن وهو خلاف الوضع (صراح جلد ۲ ص ۱۶) رَفَعَهُ كَمَنْعَهُ ضَيْدٌ وَضَعَهُ (۴۵ ص ۵۱۲) رَفَعَهُ رَفَعًا بِالْفَتْحِ برداشت آں را خلاف وضعه (تبی ۱۱ رب ص ۱۷۶) اور آیت وَرَفَعَ آيَاتِهِ عَلَى الْعَرْشِ (سورہ یوسف) سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام۔ اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکیںوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے بلکہ دفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (اتریم) شہادت خداوندی ہے یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم مانتا ہے کرتے ہیں۔

اور حدیث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ مَلَائِكَةً بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةً بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَيْهِ الْبَدِينُ بَاتُوا فَيَسْأَلُهُمْ وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَقَالُوا تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ وَآمَنَّاهُمْ يُصَلُّونَ. (بخاری جلد ۷ ص ۳۵۷)

اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ ”یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے جنہوں نے رات گزاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اعلم ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔“

کیونکہ اس حدیث میں عروج الی اللہ سے عروج الی السماء مراد ہے۔ اور عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ اور حدیث يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ (صحیح مسلم جلد اول ص ۹۹) ”یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں پہلے عمل دن کے۔“ اسی معنی کے مراد ہونے کے لئے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی تفسیر ہے۔ ”یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں کلمہ پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھالیتا ہے۔“

اور مرزا صاحب آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ”رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔“ (۱۔ ازالہ ابہام ص ۱۰۳۹)

اور نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ مقررین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔“ (ازدہ ابہام ص ۱۱۳۵)

اور نیز لکھتے ہیں ”بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق و سباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔“ (ازدہ ابہام ص ۹۹۳)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی رفع الی اللہ سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے۔ کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں آسمان کی طرف حقیقی

اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ ابہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نبی کے مطابق اسلامی مناظر مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت جو مرزا صاحب اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں وہ بیان ہم پر ثبت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو ”مفتی“ اور ان کے مریدوں کو مفتی کے مرید اعتراف کرتے ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ ابہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو واعظ و موعظ کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا قَامَ وَمُشِيرًا يُرْسِلُ بَنَاتِي عَنْ يَغْيَدِي اسے احمد۔ مرزا صاحب اسی کتاب ازالہ ابہام ص ۹۳ طبع اول میں لکھتے ہیں۔ میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ معنی میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ ابہام کے اقوال پیش کرنے شرط نبی کے خلاف نہیں بلکہ ”مطابق ہیں۔“ مرتب



طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلم ٹھہرا۔ پس تنازع و اختلاف اس بات میں ہے کہ فقرہ بَلِّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔ اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی نقطہ کا ابطال کرتے ہیں اور رفع جسمانی و روحانی معاً کا اثبات کرتے ہیں۔

### پہلی وجہ

یہ کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ میں قَتَلْنَا کا مفعول یہ یعنی جس پر بزم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے وہ الْمَسِيح ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔ پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے جو قبل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا یہود کے مزعوم باطل کی تردید ہے۔ اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی یعنی مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر سہ ضمیریں منصوب متصل جو وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا میں ہیں ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ ۱۔ شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے دو شرطیں یعنی شرط نمبر ۱۱ اور شرط نمبر ۱۲ قابل غور ہیں بلکہ یہی دو شرطیں فتح اور شکست اور بارجیت کا معیار ہیں۔

شرط نمبر ۱: ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا علاوہ از میں اسلامی مناظر و دینی مناظر کے مقابلے میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کرے گا بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔  
شرط نمبر ۲: قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث صحیح (۳) اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور احادیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴) لغت عرب (۵) صرف (۶) نحو (۷) معانی (۸) بیان (۹) بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہ دو شرطیں وہ ہیں جو قرآن کریم اور قرآن کریم و حدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تنبیہ کرتے ہیں ان دو شرطین مذکورین کے تحت رد و تردید پائی مناظر اس پہلی وجہ کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جو فقرہ یہ مفصل ہوگا۔ ۲۔ مرتب

بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو بَلِّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہ مسیح زندہ ہے جو ہر سہ ضمائر منصوب متصل سابقہ کا ہے پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

### دوسری وجہ

یہ کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلِّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بقرینہ قصر قلب و نفی کلمہ بَلِّ ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے۔ اور بَلِّ ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو، ضروری ہے کہ صفت مطلقہ اور صفت منقوۃ کے درمیان ضدیت ہو، دیکھو اَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلِّ جَاءَ هُمْ بِالْحَقِّ (مومنون) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو وَيَقُولُونَ اِنَّا لَنَارِكُوا لِهَيْبَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ بَلِّ جَاءَ بِالْحَقِّ (طہ) میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعور و جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر بَلِّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مطلقہ یعنی قتل المسیح اور صفت منقوۃ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی کیونکہ قتل اور رفع روحانی و اعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے جب مقتول مقررین سے ہو۔ اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع نہیں

۱۔ اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطین مذکورین کے تحت رد و تردید پائی اس کا جواب نہ دے سکا۔ ۲۔ مرتب

ہو سکتے اور اگر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز وَقُولِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لئے وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں بروئے تحقیق اہل معانی گویا لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تانی وضعت بیت ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ احدا الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو، تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

### خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونے پر زبردست اور محکم دلیل ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تجزیہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات مذکورہ کا جامع ہو۔

۱۔ یہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی کیونکہ قرآنی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ ۲۔ جو کہ مثنوی صاحب اسلامی منظر نے اس موقع پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان شاء اللہ قیامت تک میرا مقابل منظر اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور باوجود اسناد اسلامی منظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام میں مرید علیہا السلام پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کر سکا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام ذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تجزیہ ہو۔ ۱۲ مرتب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا لِّعَنِ اللَّهِ تَعَالَى كَامِل قَدْرَتِ وَلَا ہے گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تو صعود الی السماء کے ناممکن ہونے کا خیال گذرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے۔ اسی لئے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں رفع کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ لایا گیا ہے جس کے معنی ذات مستجمع صفات کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے حکیماً کے ساتھ دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمہ کن سے ہے جیسا کہ وَلَمْ يَمَسَّ سِنِي بَشَرٍ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا (مریم) سے ظاہر ہے۔ پس آپ کو کمال تشبہ بالملائکہ حاصل ہے۔ لہذا الجواز فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت ایزدی کا یہی انتقاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ دفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مستعمل نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے عام طور پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ مصباح سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے لیکن لفظ مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے

اور دیکھو صلوة سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے مگر بیع و صَلَوَات سے مراد مقامات ہیں۔ وقس علیٰ هذا۔

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا۔ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ”یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو اسے نبی ﷺ کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے۔“ اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ اس لئے میں ایک حدیث بھی سنانا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَنْزِلُ وَهُوَ رَجُلٌ وَهُوَ لَهٗ وَبِمَكَّتْ خُمْسًا وَاَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِى فَاقُومُوا اَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ اَيْمَنِ بَكْرِ وَعُمَرَ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۳۷۲) ”یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (۳۵) سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے اس طرح کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوں گے۔“

نَزُولُ فِرْدَوْسِ اَدْنٰی (مراج جلد ۲ ص ۲۳۲) نَزَّلَهُمْ وَبِهِمْ نَزُولًا وَمَنْزِلًا

۱۔ اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو براہ قرآن کریم پیش کیا ہے۔ ۱۲ مرتبہ

کم مجلس و مقعد فردو آمد نزوايشاں۔ (نسخی ۱۱۰۲ جلد ۲ ص ۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مفسر نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز و استعارہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فن بلاغت و بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت مستعذر ہو (ما جلد ہو طول بحث حقیقت و مجاز ص ۳۲۸) اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں، مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔“ (ازارہ ہام ص ۹۶۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جس کی توثیق جناب مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو علمی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔“ (ازارہ ہام ص ۱۳۲)

یہی مولوی نور الدین صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی نور الدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ ”ہر جگہ تاویلات و تفسیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملد، منافق، بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔“ (ضمیمہ ازالہ اہام طبع اول ص ۸ و تہنیکات سلسلہ احمدیہ جلد ۳ ص ۱۳۱)

پس ثابت ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعارات کا مراد لینا جائز نہیں۔ اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصر عرض کرتا ہوں کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب۔ کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے یعنی ایک شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جو بیگناہ تھا وہ چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہو کر تمام دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دوزخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ سے نجات پا گئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے کہ لَا تَبْرُؤْ وَ إِذْ ذَٰلِكَ نُفَخَ الْأَنفُسُ فِي الصُّبُحِ وَ رُفِعَ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ مسیح تو مر نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھالیا۔ جب حضرت عیسیٰ مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بٹس ہو گا نہ بٹسری بچے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں بلکہ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اس کا

۱۔ اس حدیث کا بھی قادیانی مناظران دھڑلے سے تفسیر کرتے ہیں کہ جواب نہ دے سکا۔ ۱۴ مرتب

۲۔ ملحق صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کر سکا۔ ۱۴ مرتب

اس اولین ہونا چاہئے تھا کہ وہ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے ات حیرت ہوتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے۔ اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید الوہیت کیسی؟ اور تیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا اس ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جلا کر جان لی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے  
ہاں اگر حضرت عیسیٰ کی موت سے انکار کر دیا جائے اور ان کو زندہ تسلیم کیا جائے  
تو قرآن کریم کا فتنہ ہے تو عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

### دوسری دلیل

قَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ  
الْحِسَابِ يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ شَٰهِدًا (النساء) ”یعنی اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر  
ان لے آئے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا۔“ یہ  
امت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئندہ زمانہ میں یحیٰی نہ  
۱۔ نزول فرمائیں گے۔ کیونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید کا ہے۔ اور تمام نحو یوں کا اس امر پر



اتفاق ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاورات قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکید خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ فون التأكيد خفيفة وثقيلة تختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتاكيد (متن ثین ص ۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معد لام القسم و نون التاكيد آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لَيُؤْمِنَنَّ بہ قَبْلَ مَوْتِهِ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر مَوْتِهِ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نور الدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ (فصل الكتاب لقدم اهل الكتاب جلد ۸ ص ۸۰) اور عائشہ اس حدیث کے بیان میں عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذي نفسي بيده لَيُؤْمِنَنَّ ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة فافروا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا لَيُؤْمِنَنَّ به قَبْلَ مَوْتِهِ..... الآية متفق

علیہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۱۴۷) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی، بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب (و جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال باشرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد اس گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سن کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ..... الآية۔“ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ آیت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الا لَيُؤْمِنَنَّ به قَبْلَ مَوْتِهِ میں مَوْتِهِ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون نبی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ دوسرے پیدا ہو کہ ”جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ آیت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر مسلمانوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

اتفاق ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاورات قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکید خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ نون التأكيد خفيفة وثقيلة تختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتاكيد (متن حین ص ۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معد لام القسم نون التاكيد آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لَيُؤْمِنَنَّ بہ قَبْلَ مَوْتِهِ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر مَوْتِهِ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نور الدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل کتاب جلد اس (۸۰) اور ثانیاً اس حدیث کے بیان میں عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذي نفسي بيده لَيُؤْمِنَنَّ ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة فاقروا ان شئتم وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ..... الآية متفق

علیہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال لمٹرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک مجدد ان کو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سن کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو آیت پڑھ لو۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ..... الآية۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بالقرآن پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں مَوْتِهِ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون نبی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ بن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ”جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان میں ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ آیت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر مومنوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازلم اوہام ص ۹۶۸)

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں لُيُؤْمِنَنَّ یہ مع لام قسم اور نون تاکید ثقلیہ کے ہے۔ اور مَوْتِہ کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہے اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت ہے۔ ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب

اثمائے ذکر برائیوں یہود کے اس بدی کا ذکر کیا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ..... الا یہ اور اس بدی سے دوا مرتشع ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ تو حسب اقتضاء بلاغت و مطابق حکمت خدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید وَهَذَا قَتَلُوهُ (ہاں) بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور

نیز بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو اتریں گے بھی یا نہ؟ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا جیسا کہ آیت هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے ظاہر ہے یعنی ابھی تک اس دین قرآنی اور دیکل حدیثی کا بھی کوئی مدعیان دینوں شرطن مذکورین کے تحت میں نہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

ان بدیوں کا ہور ہا ہے۔ لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان لیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاغت و حکمت کو پورا کیا۔ اور اس آیت میں استثناء بعد نفی سے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو اور مَوْتِہ قرأت متواترہ ہے جس کا آت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جناب مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔“

(برائین احمدیہ ۳۹۸)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور محبت دیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو لاکھ قرآن کی حمایت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھیں۔ اگر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

### نوٹ

چونکہ بوقت تحریر شرائط مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب صاحبوں یعنی مولوی نور الدین صاحب و جناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لئے میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں کیے۔





حضرات آپ کو معلوم ہے کہ میرے مد مقابل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر بجسده العنصری زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خور و نوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے۔ اور امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے لئے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پا چکے ہیں جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ﷺ ہیں۔

”مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔“ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسیٰ ﷺ آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پا گئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود کا صدق و کذب ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڈویں میں تحریر فرماتے ہیں: یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ ﷺ کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت

۱۔ انہوں نے موضوع مناظرہ حیات و وفات ابن مریم ہے اور قادیانی مناظرے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا جو ایک ٹیچر و بحث ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اس منظر سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظرے شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظرے شرط نمبر ۲ کے تحت آکر کوئی تردید نہیں کر سکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچے ہوئے۔ ح

ہو اسے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زبانی کیا خود پاک و امن باوجود ان کا

اور مرزا صاحب کا تمام مسائل مختلف نہیں ہیں۔ لہذا مسئلہ حیات و وفات مسیح کوئی ایسے صدق و کذب کا معیار قرار دینا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں بھی کامیاب نہ ہوگا لیکن الاسلام نعلو ولا یعلیٰ۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ کس کو سو ف کے حیات مسیح ﷺ ثابت کر دکھایا۔ ۱۲ مرتب

عیسیٰ ﷺ اور حقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچے ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ (تحفہ گولڈویں نمبر ۱۶ ص ۱۶۶)

علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہمارا صرف یہ کہہ دینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے اس لئے بشرط زندگی ان کا ارذل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہو جانا ضروری تھا لہذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ہیں کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلافت نصوٹس قرآنیہ وحدیثیہ و برخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔ مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخیر ہے اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کریگا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفات مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفات مسیح ثابت تھی جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی۔ اور آپ کی وفات دیگر سوالا کہ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔ مگر ہمارا قادر عالم الغیب خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور



شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (امد روع آخری) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام تین ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ ”سُبْحَانَكَ“ میں کر دی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الہی کے ماتحت یہ غلط ہے کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام تقاض اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی دلیل ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انہوں نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّكَ کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا جبکہ میں نبی ہوں اور نبی تو وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو کسی نبی کا حق نہیں چنانچہ فرمایا مَا كَانَ لِإِنْسَانٍ أَنْ يُوْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّاءَ بَيْنَ يَدَيَّ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَاءًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران ۸۴) کسی انسان کے لئے یہ بات شایان نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو اس لئے کہ تم لوگ دوسروں کو

کتاب الہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب تم اسلام لاپچکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا بیشک تو علام الغیوب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر صراحتہ آپ نے یہ تعلیم نہیں دی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو الوہیت کا مدعی ہے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتُنِي بِهِ یہ کہ میں نے تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی لگ سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوجنے لگے ہوں اور تو نے انہیں رد کا نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کہ ایسا بھی نہیں ہوا کیونکہ میں جب تک ان میں رہا تو میں ان کے عقائد اور اعمال سے غافل نہیں رہا بلکہ ہر وقت ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔ میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی مجھے کچھ علم نہیں اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔ پس فقرہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے ہم دو طریق پر وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے



ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران اور محافظ ہونے کی اور دوسری ان کے اندر عدم موجودگی اور ان پر نگران نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل توفی ہے۔ اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری۔ پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔ پہلی شق تو باطل ہے کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔ صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ ایک مَا ذُكِرْتُ فِيهِمْ کی اور دوسری كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کی اور یہ دوسری حالت توفی کے بعد کی ہے۔ پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران و محافظ ہونا ضروری ہے۔

نگران کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔ پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح کی وفات ظاہر ہے۔ چنانچہ یہی آیت آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق فرمائی ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند لوگ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب دیا جائے گا لَا تَذَرُنِي مَا

حاصل ہوا بعد ک تجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: فاقول كما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَا ذُكِرْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی میں بھی کہوں گا جس طرح مسیح علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں بھی ان پر نگران تھا جب تک کہ میں ان میں تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ فَيَقَالُ ان هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَمَّا يَرَوْنَ مَوْتِي عَلَى أَعْقَابِهِمْ مَا ذُكِرْتُمْ بِهِمْ۔ (بخاری، کتاب النبی)

کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے ہیں پس آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی دو ہی حالتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ایک اپنی قوم میں موجودگی اور دوسری قوم سے عدم موجودگی تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔ پہلی میں تو صحابہ نہیں بگڑے جن کو کہ حشر کے دن پکڑا گیا ہے اسی لئے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا

اس کا جواب اسلامی مناظرے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ شبہ اور شبہ یہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی اشیاء سے کہ انشبیہ ان يدل على مشاركة امر لا عرفی معنی (مطلوب ص ۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا ہمارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کا لاسد شہنشاہ ضروری ہے کہ زید اور اسد کی وصف میں اشتراک ہوں جیسے شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ زید شہر کی ہر ایک وصف میں اشتراک ہو نہ لازماً آئے گا کہ تشبیہ زید کا لاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے اہمیت کے تمام عوارض شہر میں اس کا اشتراک ہو۔ وهو کماتوی۔ پس فاقول كما قال العبد الصالح..... الخ میں قول آنحضرت ﷺ مشہد ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشہد ہے اور جب تشبیہ کیلئے اشتراک ہائی ہے کہ قول آنحضرت ﷺ اور قول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ ہیں یا ہوں اور یہاں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں کسی ایک نوع کی اشتراک ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّيْتَنِي سے مراد امتیازی کی جائے تو قبض روح کے معنی میں اشتراک ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الاساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الاساک مراد لے جائے گی۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّيْتَنِي سے امتیازی مراد ہو تو پھر ایک زید دو آدمی اشتراک ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب



تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ كَرَأَيْ خُدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا مجھے اس وقت کا علم نہیں۔ اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں حالتوں اور اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح علیہ السلام کی دونوں حالتوں اور ان کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق دی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔ پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے اسی طرح مسیح علیہ السلام کی عدم موجودگی اپنی قوم میں ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ فَافْهَمُ، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا تو یہ مندرجہ بالا وجہ سے باطل ہے۔

۱..... مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام اپنی قوم سے وفات پا کر جدا ہوئے دیسے ہی میں بھی وفات پا کر اپنی اپنی قوم سے جدا ہوا۔

۲..... حضرت مسیح موعود نے تمام علماء و فضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے بیہوشی پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ باب تغفل سے خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت

۱..... ہر ذی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دیسے کے کسی اور معنی میں قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت اس کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا مالک ہوں گا۔ اس چیلنج پر تیس سال کا عرصہ گزر جانا اور اس لمبے عرصے میں اس کا جواب کسی سے نہ ہو سکا اور تمام علماء کا عاجز آ جانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے غالب کو کوئی شخص پورا نہیں کر سکتا اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیت جتنا نامتصور ہے تو وہ لغت عرب نظر و نثر قصائد عرب و دیگر کتب عربی و قرآن مجید و احادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں توفی باب تغفل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۳..... لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں توفی کا لفظ باب تغفل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح

۱..... اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ توفی کا معنی موضوع لا مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ان تورات کی ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ جنگ موت اور زندگی غیر توفی کے انواع ہیں جیسا کہ آیت اللہ یٰ تَوَفَّيْ اَنْفُسَ مَن مَّوْتُهَا وَالْحَيِّ لَمْ يَمُتْ جُنَّی ضَامِعًا..... الخ سے ظاہر اور یہ ضرور بنا کہ توفی باب تغفل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے ایسا ہے جیسا کہا جائے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حواء ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد لفظ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بناء پر کہ کب مسیح ہو سکتا ہے کہ خلق کے معنی خلق سے پیدا کرنا ہے بلکہ خلق کا موضوع لا مطلق پیدا کرنا ہے اور نیز جب توفی بمعنی موت تسلیم کرنے سے امتناع ہے یعنی اللہ کی وفات عبادت نہیں ہوتی جیسا کہ متصل گذر چکا ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے اور اس زور دکھانے میں قادیانی مسائل کو کیا فائدہ ہے؟ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت علماء کو مقلد اللہ ہیں ذالنا چاہتی ہے۔ ۲..... مرتب

کے نہ ہوں۔ توفیٰ اللہ زیداً جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو:

۱..... توفیٰ اللہ فلانا قبض روحہ (اقرب الموارد)

۲..... توفاه اللہ اماتہ الوفات المموت (مصباح)

۳..... توفاه اللہ اے قبض روحہ (صحاح - دہوی)

۴..... توفاه اللہ اذا قبض نفسه (لسان العرب)

۵..... توفاه اللہ عز وجل اذا قبض نفسه (تاج العروس)

۶..... توفاه اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منی الارباب)

۴..... قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تیس جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں بلکہ قبض روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱..... توفنا مع الابرار O (آل عمران)

۲..... توفنا مسلمین O (اعراف)

۳..... توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین O (یوسف)

۴..... وَاَمَّا نَرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعْدُهُمْ اَوْ تَوَفِّيْكَ... الاذیہ (یونس)

۵..... حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالا تحریر پر توفیٰ کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پاکے ہیں۔

## دوسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

مزیم۔ اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثَةٌ (نامہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا

ثلاثین کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح

کی نوعیت لو معبود مِنْ دُونِ اللَّهِ مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ

نَسْرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ فَزَيَّلْنَا

وَقَالَ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ لَ

كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَوِيِّينَ (پس ۱۳) اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر

تین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان

کا بیان پھوٹ ڈال دیں گے ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے

اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی مطلق

کس۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے

اور نہ اگر انہیں زندہ مانا جائے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو اور آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ

سب احوال سے اس دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت یا انتقال کی بناء اختراق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ازم آئے گا کہ دونوں القدر جو تثلیث کا اقوام ثلاث کے شرک سے بے خبر ہو۔ وہو کما ترون اور نیز یہ نام دلیل ہے جو خاص مطلق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ انسان مِنْ نَفْطَةٍ عام دلیل خَلْقہ مِنْ تُرَابٍ خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وجہ ہے کہ دینی صاحب جن کی مراد صاحب نے توحید کی ہے لکھتے ہیں۔ لفظ جمع کا: (وہ اس سے مراد کلمہ اَجْمَعُونَ نہیں ہوگا۔ تفسیر مذکورہ جگہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔) (اخبار پروردگار ۲۲ ص ۱۹۱۳) ص ۱۲۷

لیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایان نہیں۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ دلیل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں لیکن وہ علماء اپنے دعوے میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں۔ اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

### تیسری دلیل ۱

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ..... الآية یعنی محمد ﷺ محض رسول ہیں آپ سے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گزر گئے اگر آپ بھی مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہئے۔ اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس تیسری دلیل کا فقہی جواب بھی اس طرح دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خلت بمعنی ماتت نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دفعہ قرآنی یعنی سُنَّةُ اللَّهِ الْخَيْرِ قَدْ خَلَتْ اَرْسُولُ اللَّهِ سُنَّةُ اللَّهِ تَكْبِيْلًا متعارض ہوں۔ بلکہ خلت حلول سے ہے جس کے معنی نقص مکانی ہے وَاقِفًا خَلَوْا اِلَىٰ حَيْثُ جَبَبَهُمْ۔ زمانے کا گذرنا یا ماضی اُسْلَفْتُمْ فِي الْاَقَامِ الْخَالِيَةِ اور غلوی۔ مکان اور ذمی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے جس پر نقد آیت ذر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گزر چکے ہیں بشر اس کے کسی رسول۔ اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آسکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں اسے کئی حاکم ہو گزرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو زندہ ہیں ہو گیا ہو اور اس حاکم کو بعد از انعام یہ عباد کے گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔ ۲۔ مرتب

۱۔ دل تھے فوت ہو گئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح ﷺ کی وفات بین طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور لفظ خلت کیا لحاظ سے حلا فلائی ای مات (لسان العرب تاج العروس) اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح مسیح ﷺ سے پہلے دوسرے رسول فوت ہو گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

(شان نزول) یہ آیت ایک جنگ اُحد میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمر مہارثی مارا جس سے آپ کے دودانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم ﷺ قتل ہوئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو وقت یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم

۱۔ عمر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ اُحد کے واقعہ میں سابقہ کلیہ کی تردید ہے جو ہمسلا سے ہو سکتی ہے۔ ۲۔ یہ جزئیہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کریں کہ خلت بمعنی ماتت ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اُحد میں جب یہ ناخبر آؤ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی تو اُحد میں یہ اور امرہ اُحد کا راستہ اختیار کر لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراق نہیں بلکہ جنسی اور جنس طائیفہ کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لاشی کے مرتبہ میں۔ اور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فقہیہ موجب ہلہ ۱۰۰۰۰۰ جزئیہ میں ہے اور سابقہ کلیہ کی تفسیر موجب جزئیہ ہوتی ہے۔ اور آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا بِهِ عَلَى الْمَسْنَدِ كَوْنُور سے پڑھا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بعینہ مع الف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق اُفراہ قاطعاً واما اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئیں پر کئی رسول پیچھے آئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پیچھے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۱۲۔ مرتب



ﷺ کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہئے حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں اس لئے آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلو ہو چکا ہے اسی طرح ان کا بھی ہو جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ پس آپ کی الوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ خلو سے کیا ہے اور خلو کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے کیونکہ اَفَانٌ مَاتٌ اَوْ قُتِلَ کی جگہ اگر لفظ خلار کھا جائے تو معنی ایک ہی ہوں گے اور ان کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔ لیکن اگر لفظ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خلو کا ایک ہی طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی مَاتٌ اَوْ قُتِلَ کہنا درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید و تصدیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا میں کان یعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن کان یعبد الله فان الله حي لا يموت کہ جو آنحضرت ﷺ کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت ﷺ تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابہ کرام کے اسلامی منظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اَفَانٌ مَاتٌ... الخ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس وقت پر یہ آیت بھی پڑھی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ساریہ کلیہ کی تردید ہے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کے لئے اَفَانٌ مَاتٌ... الخ پر ہے اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ یعنی اے پیغمبر تو (بھی اپنے وقت) فرما رہا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ مر رہے والے ہیں۔ ۲۱ مرتب

اس میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کر دیا اور بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا  
 مات ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہو چکے ہیں جو آپ  
 سے پہلے گزرے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے بعد  
 ماہ کا پہلا اجماع جس بات پر ہوا وہ یہی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی  
 دل تھے خواہ موسیٰ خواہ عیسیٰ علیہما السلام سب فوت ہو گئے ہیں اور المرسل کا الف لام بقریہ  
 قبل استغراق کا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قبل کے رسولوں سے کوئی  
 قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ نہیں بلکہ صحیح اجماع صحابہ وہ ہے جس کو اسلامی مآثر نے اپنے  
 ہا میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت پر تصریح کیا کہ اس سے یہ کہہ صحابہ رضوان اللہ علیہم  
 معین کے درمیان آیت **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** میں مؤیدہ کی تفسیر کر رہے تھے یعنی شخصی طور پر مذکور ہوا  
 آیت اور اسے آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہیں مضمون یعنی نزول حضرت  
 ﷺ سے اتفاق کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تفسیر موقعہ کا مرفوع حضرت رضی اللہ عنہ کا قرار دینے کو ناطق گستاخ ہے اور نہ  
 کے استلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع حیات و نزول حضرت رضی اللہ عنہ  
 وان کے مات پر کہ **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** میں حضرت رضی اللہ عنہ شخصی طور پر مذکور ہوا  
 آیت **لَا تَخْلُفُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں حضرت رضی اللہ عنہ کے عام طور پر مذکور ہونے کا وہم کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل  
 اس سے کام و دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا متا بلکہ نہیں کر سکتی جیہہ یا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

حان مذکور کیا کہے۔ چاہے سن آیت **فَخَلَعَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں **مِنْ قَبْلِهِ** قرید اس بات کا نہیں کہ المرسل میں الف لام  
 الی ہے بلکہ یہ **مِنْ قَبْلِهِ** اس امر پر قریدہ فعلیہ ہے کہ المرسل میں الف لام استغراقی نہیں ہے جیہہ یا کہ اس مضمون کی طرف اسلامی  
 نے اپنے پرچہ میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشی و شوقی منظر صاحب ان کے معنی میں تو لازم آئے گا کہ (نور اللہ) آنحضرت  
 دل نہیں۔ جس موجب تفسیر نہوا۔ اور اس کی تصریح یہ ہے کہ اگر ہم باغرض تسلیم کر لیں کہ **خَلَعَتْ** معنی غائب ہے تو پھر ہم نہیں تسلیم  
 کہ المرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استغراقی نہیں کیونکہ **فَخَلَعَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**  
 ولہ بالمرسل کا لغت عربی ہوگی یا المرسل سے حال نموی ہوگا اور ہر دونوں دشمن باطل ہیں۔ بیش اول اس وجہ سے باطل ہے کہ  
 ہر دو کا اتفاق ہے کہ لغت عربی معنوت نموی پر ذکر ہم عند نہیں ہوئی اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال اپنے  
 ہر دو ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہئے جب وہ افعال مکرر ہو۔ اور ماضی قید میں المرسل مرفوع ہے۔ پس معنی ہوا کہ سن  
 لغت کے متعلق ہے۔ قاریابی منظر کی رائے کے مطابق آیت **فَخَلَعَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** کے یہ معنی ہونے کے تمام رسول  
 سے پہلوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ معنی بدیہی البیان ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے **فَرَعَا** سے **فَخَلَعَتْ** سے ثابت  
 کہ **فَخَلَعَتْ** مرسل ہیں اور فقیر سے **فَخَلَعَتْ** مرسل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ **مِنْ قَبْلِهِ** اس بات کا قرید  
 ہوا ہوا کہ رسول نہیں۔ **وَبَلِ هَذَا لِمَا تَفَضَّلَ فِي الْقُرْآنِ وَهُوَ بَدِيهِ الْبَطْلَانِ**۔ پس ثابت ہوا کہ **مِنْ قَبْلِهِ** اس بات کا قرید  
 ہوا کہ المرسل میں الف لام استغراقی نہیں۔ ۱۳ مرتب (المفہم الغفر لکاتبہ ولو اللہ)

[illegible]



بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر الرسل سے مراد بعض رسول ہوتے تو ان کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اس صورت میں ان کا لانا محل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہو سکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہو سکتا تھا کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے غلو بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھائے سووے پر کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ ﷺ کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابت ؓ لکھتے ہیں۔

كنت السواد الناظرى فعمى عليك الناظر من شاء بعدك فليبت فعليك كنت احادى  
اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ثابت نہیں ہو سکتی اگر خلوق کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے لیکن اگر الرسل سے مراد تمام رسول ہوں اور خلوق موت اور قتل سے ہی مانا جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے۔ اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہی آیت مسیح کیلئے بھی استعمال ہوئی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پس جس طرح کہ اس آیت میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں اسی طرح مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل ہوتی اور صرف مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ کی ہی آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح الرسل

۱۔ اس آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بھی الف لام استفراں میں ہو سکتا ہے اور نہ روئے قواعد نحو یہ مذکور لازم آئے گا کہ (نحو باب اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے بعد نہ ہو سکتا ہے۔ ۲۔ مرثیہ

میں شامل نہیں اس لئے انہوں نے وفات پائی نہیں خدا تعالیٰ نے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۱۱ آیت نازل کر کے مسیح علیہ السلام کو جو پہلی آیت سے باہر تھا اس کو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ فتفكر فيها حق الفكر۔

### چوتھی دلیل

آیات لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورہ نحل روع ۲ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْ أَوْتِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ کہ وہ جن کو اللہ کے اپکار کرتے ہیں اور ان کی طرف خلق منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود مالم خلقت سے ہیں یعنی ان کو خدا تعالیٰ نے خلق کیا ہے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔ پس ان دونوں

۱۔ ایمان اللہ۔ یہ کیا عجیب دلیل ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا: م ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی موت کے ہوں۔ منظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ یہاں آیت وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْ أَوْتِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ تفہیم مطلقہ عامہ ہے۔ در نہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو جائے اور نیز آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ سے بھی اس کا تفسیر مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور توضیح اس کی یہ ہے کہ تفسیر مطلقہ عامہ وہ تفسیر ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لئے کسی وقت ثابت ہے یا محمول موضوع سے ان وقت معلوم ہے اور اَمْ أَوْتِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو معبودات اطاعت اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ ہیں در نہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو حیثیت کا اقوام ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ کیا بھاری۔ ہاؤ نیز آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ سے اَمْ أَوْتِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ کے تفسیر مطلقہ عامہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کہ کیا آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت ﷺ کے مخالفین کا کہ مَيِّتُونَ کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔ ۱۲۔ مرثیہ

آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت اموات غیر احياء سے ثابت ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں جنگی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پا گئے ہیں، زندہ نہیں ہیں۔ فافہم

### پانچویں دلیل

مَا الْمَسِيحُ إِلَّا ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا

۱۔ قادیانی منظر نے اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام پر بہت دلائل پیش کئے ہیں جن سے ان کی فرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انہوں نے بکثرت دلائل پیش کئے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے قواعد و کادرات عربیت دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کو نہ بت کر سکے بلکہ سب مبالغات ہیں جیسا کہ اس منظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت کانا یا کلاں الطعام میں بھی مذکور ہے یعنی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے، جیسے تھانث من القانین میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لَسْتُ كَأَخِيكُمْ أَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي بَطْعُمُنِي ذِيئِي وَنَسَقِيئِي اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کھانہ نہ مذکر کا ہے و نہ مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر دونوں سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم سے مذکر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے جیسا تھانث من القانین میں۔ اور کھانہ کی ماضویت حضرت عیسیٰ کی ماں کی وجہ سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور ان ماں مریم صمدیہ بیک وقت بموتی زمانہ گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صمدیہ فوت ہو چکی ہیں ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوں مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گذشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر باغ عرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائے تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام ما بطعمم بدکا نام ہے یعنی جو طعام اور غذا ہو کر مایہ حیات بنتے۔ اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ جنوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو و غفرت ﷺ صحابہ کرام و صلوان اللہ علیہم اجمعین کو صوم الوصال سے کئی فرماتے ہیں اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ کفک تو اصل یا رسول اللہ آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں لَسْتُ كَأَخِيكُمْ أَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي بَطْعُمُنِي ذِيئِي وَنَسَقِيئِي (بخاری جلد اول ۲۱۳) یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پلاتا ہے۔ اس حدیث میں جنوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔ ۱۲ مرتب

مَا كَلَانِ الطَّعَامِ أَنْظُرُ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظُرُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔ مسیح ابن مریم آیات رسول ہی ہیں آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بناتے ہیں حالانکہ مسیح خدا نہیں ہو سکتے بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں:

(۱) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (۲) أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ۔

(۳) كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ۔

اس وقت میں جس سے وفات مسیح پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ و جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدل کر نیا قفل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے لہذا یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے کہ اگر کوئی روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشارت اور نہک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے ہنسے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ ہمارے اور سات برس کے بعد اور جسم آئے اور ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس آدم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام

حاجتمندیوں سے بری نہ تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوتی ہیں پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ کا حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی و اندرونی عوارضات سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح خدا نہیں ہیں اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغہ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔ پس وہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو ایک تو اس کی الوہیت ثابت ہوگی اور دوسرے خدا تعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے پیش کیا تھا لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے وہ صرف رسول ہی نہ ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے۔ اور نیز یہ آیت: وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خدا تعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں پس زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوا۔ اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: وَلَا مُسْتَغْنَىٰ عِنْدَ رَبِّنَا (بخاری) کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔

اب دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اس کے واسطے تیسری صورت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس آیت تَكَانًا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

### چھٹی دلیل

وَأَوْحَيْنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تاکید کی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہوں کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں۔ تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا خاص طور پر انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہو چکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا پس اس لئے مَا دُمْتُ حَيًّا کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے تو مَا دُمْتُ عَلَىٰ

اب چھٹی دلیل کا جواب اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱۱ میں اس طرح دیا ہے کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اہل نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب و روز فرشتے تسبیح و تکرار الٰہی میں مشغول نہیں رہتے۔ اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی و طہارت ہے جیسا کہ بیشتر اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا: وَتَكَانًا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (مریم) یعنی ہم نے عیسیٰ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی ہے۔ اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیشتر بشارت دی گئی ہے۔ لَآ تَذْهَبُ لَكَ تَحْلُلًا زَكَاةً (مریم) یہاں بھی لاکا پاکیزہ مراد ہے پس اس آیت کا مطلب وہاں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرغیت ادا زکوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں۔

۱۲۔ ارحم الراحمین اغفر لکاتبہ ولوالدہ وللمؤمنین۔



الأرض کہنا ہی صحیح ہو سکتا تھا نہ ماضی نہ مستقبل۔ پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتے ہیں اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرائع منسوخ نہیں اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی؟ اگر کہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے آسمانوں پر کوئی نہیں گیا۔ اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی گئی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں اور اگر کہو کہ وہ انکو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریف لے گئے ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے نماز پڑھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت ﷺ پر۔ اور ایسا ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دارالعمل میں ہیں یا دارالجزاء میں؟ اگر کہو دارالعمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجا نہیں لاسکتے تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا مجبوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ مجبوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقویٰ اور تقرب الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دارالجزاء میں ہیں تو دارالجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور دارالجزاء کا نام ہی جنت ہے اور جنتیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخَوَّجِينَ کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اس لئے مسیح دنیا میں نہیں آسکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دارالجزاء سے پھر دوبارہ دارالعمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تاج کو

تج ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں اس لئے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ فافہم

### ساتویں دلیل

وَسَلَامٌ عَلٰی یَوْمٍ وُلِدْتُ وَیَوْمٍ اَمُوتُ وَیَوْمٍ اُبْعَثُ حَیًّا۔ مسیح علیہ السلام

اس ساتویں دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرے نمبر ۳ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (برہان احمدیہ ص ۵۴۵) اور نیز اس آیت کے تشریف اور نزول کا ایک فقرہ دیدہ کے ساتھ ذکر ہے چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنٰی مُبَارَكًا اَیْنَ مَآ خَلَقْتُ لَیْسَ حَضْرَتِیْ لَیْسَ لَیْسَ فَرَمَاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے جہاں نہیں میں وہاں ہم مقابلہ چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دینی، دنیوی، نفس کا اور ہر جہت کا صحیح مسلم میں ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَالتَّحَاوُلُ وَالنَّحَاسُ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۷۷)

مرزا صاحب کی برکت۔ نفس کی آگ لگ جانی اور ایسی ندادات کا پیدا ہونا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور تعلق نہیں رہتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ مال کا کثرت سے ہونا یا نفعی کرکۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَالتَّحَاوُلُ وَالنَّحَاسُ (مشکوٰۃ ص ۷۷)

مرزا صاحب کی برکت۔ مسلمانوں کا سخت تاج و ترقی کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس خیرات سے فرائد کا صحیح ہونا کا اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افسانہ کے مارے ارتداد کی طرف مائل ہونا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دلوں میں آخرت کی تیاری کی ترقی اور دنیا سے بے رغبتی کو پیدا ہونا۔ حَتّٰی تَكُوْنُ السَّجْدَةُ وَاحِدَةً خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (مشکوٰۃ ص ۷۷)

مرزا صاحب کی برکت۔ الایح اور طرح نفسانی کا بڑھ جانا یا کمال و تراکیب کی تیز رفتاری۔ رشوت ستانی اور خیانت اور غش کا کثرت سے عام ہونا۔ اور بعض کا لالچ کے مارے سے بددینی اختیار کر لینا۔ عاقبت کو بھلا دینا اور بددینی کو فائدہ مند کو پیش نظر رکھنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھوس کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے دل میں غریبوں ان کا رک جاتا۔

مرزا صاحب کی برکت۔ خشک مٹی اور پر جنس کی گرمی خصوصاً کھجور کا کم ہو جانا اور آئے دن کی بیماریاں اور وبا کیوں اور ہمن اور زلزلے اور بہت سی مہمبتیں دنیا میں عام طور پر بددینی اور بے آرمی کا ہونا۔

۱۱۔ جواب۔ یہ کہ القرآن حکیمہ واحدہ ہے۔ لہذا آیت بَلٰی وَفَعَلَهُ اللّٰهُ اٰیٰتِہٖ۔ وَالْمَلٰئِکَةُ اٰیٰتِہٖ اور آیت وَ اٰیٰتِہٖ فِیْ سَمٰوٰتِہِ وَالْاَرْضِ وَالْاَنْۢبِیَآءِ اٰیٰتِہٖ فِیْہِمْ اٰیٰتِہٖ F



اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت تیسرے بعثت بعد الموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جب کہ تمام یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو چان سے مار دیں تو اس وقت آپ کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے اس کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے لئے بھی یہی تینوں باتیں خدا تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ پس جن دو اہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا۔ یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جبکہ یہ کلام وحی الہی کے ماتحت تھی۔

### آٹھویں دلیل

خدا تعالیٰ اپنی آدم کیلئے ایک قانون بیان فرماتا ہے: فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَفِيْهَا

۱۔ اس آٹھویں دلیل کا متنی صاحب اسلامی مآثر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تَحْيَوْنَ وَمِنْهَا تَمُوْتُوْنَ اور آیت وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْثُ وَغَيْرَہ سے وفات یعنی بن مریم علیہ السلام کی موت کے بعد حیات یعنی حیات مرقطیہ واصلی ہے۔ یعنی انسان کے لئے طبعی اور اصلی مقرر زمین ہے لیکن عارضی طور پر آسمان میں رہ سکتا ہے خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال منسوب ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مرقطیہ واصلی آسمان ہے لیکن زمین پر بھی عارضی طور پر ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور نیز جہاں جہاں کوئی پلایا جائے وہاں جہول الیہ نام نہیں ہوتا بلکہ عارضی دیمون جَعَلْنَا الْمَلٰٓئِکَہٗ لِہَا سَاوِجْجًا مِّنْہَا فَمَنْ مَّطْلَب ہے کہ آرام اور خند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور پر کوئی آرام دیندہ کر سکتے ہیں اور معاش کا اصلی وقت دن ہے لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ ۲۔ مَرْحَبًا لَّہُمْ اَلْغٰرُ لَکُمَاہِ وَلَوْ اَلَدْبَہِ وَالْاَسْتَاذِہٖ۔

خون کر اے بنی آدم تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اس سے اٹھائے جاؤ گے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے جو ہر ایک فرد بشر پر حاوی ہے تو پھر دیکھ سکتا ہے کہ مسیح فِيْهَا تَحْيَوْنَ کے صریح خلاف آسمان پر زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ان آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْثُ کہ تمہارے لئے زمین ہی قرار گاہ ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اٰخِيًا وَاهْوَاًا کہ جاندار اور جاندار اور مردوں اور زندوں کے لئے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسئلہ کشش قتل کا بیان فرمایا ہے کہ زمین میں یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ اپنی چیز کو باہر نہیں بٹھرنے دیتی۔ اور اگر کسی جان کی وجہ سے اس سے اوپر کوئی چیز چلی جائے تو پھر وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا کو اگر فرشتے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے تو آسمان پر رہنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتے انہیں پکڑے رکھیں۔ دوسری یہ کہ آسمان کو بھی زمین کی طرح اور دیا جائے یا زمین کے اس حصہ کی جس کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام ہو وہ خاصیت ہی مایہ نئی ہو۔ بہر حال جو بھی صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے لیکن موت کی صورت میں ان سوالات میں سے کوئی سوال بھی وارد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا نَحْيٰہُمْ عَنْ اَرْضِہٖمْ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ زٰوٰجًا کہ زمین ہی رہنا ضروری ہے۔ پہلی شق تو آپ کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ وہ زمین پر زندہ ہوں۔ پس دوسری شق ہی صحیح ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں اور زمین ان میں مدفون ہیں۔

## نویس دلیل

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ۔ بقول آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت ﷺ کے آئین کی بشارت دی ہے لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا صریح خلاف ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ اس پیشینگوئی کے مصداق نہیں کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کے بعد آنحضرت ﷺ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ ﷺ آپ کے بعد میں لیکن آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی صداقت مسئلہ فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہو گیا اور ان کی وفات متعین ہو گئی۔

## دوسری دلیل

وَمَنْ لَمْ نَعْمُرْهُ نَجَسُهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹا لگھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ آذَانٍ لَّغُصٍّ لِّكَيْلًا يَعْلَمَ

۱۔ اس نویس دلیل کا اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ بغدادی دونوں صورتوں یعنی بعد الموت وبعد الغیوبیت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو جنگ جوںک کے موقع پر اہل دیار کی خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی اَنْتَ مَنِيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى الْاِلهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اس دوسری دلیل کا اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیت کو حضرت عیسیٰ ﷺ کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ ﷺ کو ہمیشہ کے لئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ ﷺ فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

بعد علمہ شیعنا (ج ۱، ص ۱۰۷) اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہے جس کو ازل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جانے بعد نہ جانے والا بن جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ انسان دو قسم میں ہے۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پا جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جس پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون کا ہر نہیں رہ سکتے۔ پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کر دو نہ مانو کہ وہ انسان نہیں ہے۔ اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کر دو تو وہ ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی حالت ہوئی ہوگی۔ یا پہلی قسم میں شامل کرو کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ تیسری کوئی حد خدا تعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ وفات پا گئے ہیں، تسلیم کرنی پڑے گی۔

## گیارہویں دلیل

۱۔ حضرت ﷺ فرماتے ہیں: لو كان موسى وعيسى حيين لما وسعها الا اتباعي (ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۳۶ والبیہاقیت والجرادیر وغیرہ)

۱۔ صاحب اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث صحاح میں نہیں ہے۔ مکتوبات میں روایت طرح ہے۔ لو كان موسى حيا ما وسعها الا اتباعي۔ رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان جس میں حدیث کا ذکر نہیں۔ اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے ولو كان حيا وادرك لاسي (رواه الدارمي)۔ اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ ﷺ کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مستند حدیث کیوں پیش کی گئی۔ اس کا ردی کون ہے۔ احادیث مستند و صحیحہ کے خلاف ایک منکر حدیث کو پیش کرنا کونسا اسلام ہے۔ اور ایذا و تعذیب کے لوازمات تکلیف کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکہ میں صرف لو كان موسى حيا مذکور ہے۔ اور نیز وہ حدیث جس میں حدیث کا ذکر ہے ہمارا شمار نمبر ۲ بوجہ اس کے کہ حدیث قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے صحیح نہیں اور اگر اس میں الفاظ کو بغرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض میں آتا حدیث کو دور کرنے کے لئے اس کا یہ معنی ہوگا۔ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا لَمَا وَسَعَهَا إِلَّا اتَّابِعِي (۱۲ مرتب)

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا اکٹھا ذکر کیا اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ کا نام آیا ہے اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی اور تیسری حدیث جس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص ۱۰۰ پر ہے۔ ویفتدی بہ لیظهر متابعة لنبینا ﷺ کما اشار الی هذا المعنی ﷺ لو کان عیسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی یعنی مسیح موعود مہدی کی انتہا کریں گے تاکہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے مثلاً ایک ساکس ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور سال یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

بارہویں دلیل

واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائة وعشرين سنة ولا ارانی الا ذاهبا  
۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کف قرآنی اور احادیث مستندہ صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے درندہ مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہوئی چاہئے تھی۔ اگر بالقرض صحیح تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے زمین پر یہ عرصہ گزار دیا ہے۔

نیش خورانی وآخیرہاں زبیرت لہا کندو (نیشی الارب جلد ۵ ص ۲۸۸) ۱۲ مرتب

(اس مستین (رج انکرام ص ۳۶۸) حاشیہ نمبر چلانیں زیر آیت متوفیک)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مستدرک میں حاکم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور اب میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ اور مصنف حبصہ الکرام نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے رجالہ ثقافت کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن الحجاج نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت ثابت کرتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا جائیں گے۔ ویسے مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں جو زمانہ گزرتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں مرض الموت میں فرمایا تاکہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کہ میں ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔

تیرہویں دلیل

معراج کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ

۱۔ صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر صاحب کو معراج کی تمام حدیثوں پر احاطہ من ابن ماجہ ہے عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ نفی ابراہیم وموسى فی لیلۃ کوا السلاعة لبداءوا بابراہیم فسألوه عنہا فلم یکن عنہا منہا علم ثم سألوا موسی فلم یکن عنہا علم فورد الحدیث الی عیسی ابن مریم فقال قد عہد الی فیما دون وجبتہا فلما (جاری)

علیہ السلام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔

بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان اور بعض حدیثوں میں چوتھے آسمان میں۔  
اب سوال یہ ہے کہ مردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ مردوں میں وہی رہ سکتا ہے جو مردہ ہونہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنت تھا یا برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آ سکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مقام برزخ مردوں کے لئے ہے نہ کہ زندوں کے لئے۔ اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا میں نہیں آ سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا تَكَلِّمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا۔ اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ بِمُخْرَجِينَ۔ پس کوئی صورت اختیار کرو۔ معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔

(بقیہ) وجبتہ فلا یعلمہا الا اللہ فلذکر خروج الدجال قال فانزل فافعله الحديث (سنن ابن ماجہ ص ۹۰۳) یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ میں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے آفتاب نصف الشہر کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب تو مس میں ذل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کی تشریح کے متبادل میں ثانوی مناظر کی دہی اور ثانی ہاتھوں کا یکجا اثر نہیں۔ اس مرتبہ اللہ عزوجل اللہ عزوجل ووالدیہ استفادہ ومن سعی فیہا۔

چودھویں دلیل

طبقات کبیر محمد بن سعد جو کہ حالات شریفہ آنحضرت ﷺ و حالات صحابہ کرام کے ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے۔

جلد ثالث (ص ۲۶) پر بھیرہ ابن مریم سے روایت کی ہے کہ: لَمَّا تَوَفَّيَ عَلِيٌّ ابْنِي طَالِبَ قَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمَنْبَرُ وَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ قَبِضَ لِلَّيْلَةِ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُونَ وَلَقَدْ قَبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي عَرَجَ فِيهَا بَرُوحُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعَشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ۔

بھیرہ ابن مریم نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہوئے اور ممبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت ﷺ

اس ہر دو میں دلیل کا جواب دینا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا کیونکہ بروئے شرط ہمارا ادیان منظر کا فرض تھا کہ قرآن و احادیث کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسن علیہ السلام کا قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے لیکن پھر بھی اس میں منظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ لفظ آیت لَفَقَحْنَا فَيُنَا مِنْ رُوحِنَا (الانبیاء) و آیت قَارِئُنَا مَا زُودَ حَا (مریم) اور لفظ حدیث شفاعت وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ نَعَانِي (الشفاء ص ۳۶۶ جلد ۱) سے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام سے عہد نامہ تحریر فرمائی ہے اور اضافت روح کی طرف عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اضافت بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہی ہیں اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے اضافت بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہی ہیں اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اضافت بیان ہے۔ ان بات طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس معنوں کی تائید کرتی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و ان اللہ رفعہ و انه حيّ الآن و سیر جمع الی الدنیا فیکون فیہا ملکاً ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد ص ۲۶) یعنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عہد العصریٰ اٹھایا ہے۔ اور وہ اس وقت زندہ ہے اور قریب دنیا میں دوبارہ آنے کا پھر اس میں بادشاہ ہوگا پھر وہ دنیا کا قیام لوگوں فوت ہوتے ہیں۔ ۲ مرتبہ



ﷺ ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام ان کی دہائی طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے تو آپ نہیں واپس ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا۔ اور اللہ یقیناً وہ اس معروف و مشہور رات میں فوت ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پس اس حدیث میں صاف طور پر صبح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا موقع ہے اور اس اجتماع کے موقع پر امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم۔ اور وہ ستائیسویں (۲۷) رمضان ہے اور اس وقت کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں کہتا کہ حضور آپ کیا فرما رہے ہیں وہ بحدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ قلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لئے دو قدریں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات۔ تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا ہے اور آیت مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

۱۔ ایک فقرہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخص طور پر ذکر نہیں۔ اجازت صحابہ کا کہنا ایک خیالی امر ہے بلکہ اجتماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درحقیقت وہ ہے جس کو اس کی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث والذہب نفسی بیدہ لیو شکن ان یزل فیکہ ابن مریم..... الخ (جاری آمدہ ملاحظہ فرمائیے)

حَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ اور آیت مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ ذَلِكِ الْخُلْدَ اَنْ يَمُتَ فَهُمْ اِلَّا يَمُتُ الْخَالِدُونَ. وغیرہ آیات پڑھ کر صبح کی وفات ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی اہل بیت ثانیہ کا چوتھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر صبح کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بحکمہ انصاری آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

### پندرہویں دلیل

امام بخاری اپنی صحیح میں کتاب بداء المخلوق کے باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ

۱۔ کہ فرمایا فقرہ اور ان خستم وَاِنْ يَتَيْنِ اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا لِيُؤْمِنُوْا بِهٖ قَلِيلٌ مِّنْهُمْ اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقع کو صحابی زبور نفس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر قلیل مضمون کا مخرج ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا لو لَقَدْ قَبِضَ لِيَّ اللَّيْلَةُ الَّتِي عَرَجَ فِيْهَا بَرُوحُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الخ اور اس مہارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گذر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقع پر بھی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زندہ بوجسد و العنصری مرفوع ہونے پر اجتماع صحابہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسا قادیانی مناظرے رقم کیا ہے۔ ۱۲ مرتبہ

۲۔ اہل حق صاحب اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ غلط صحیح کے دو معنی قرار دینا مرزا صاحب کی ساخت و پرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں کسی امام، صحابی اہل مذہب کا کوئی قول مؤید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی ورنہ خود محمد شہین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف علیوں کی تائید ان اولیٰ ہے۔ وہ یہ کہ گندم کوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے بال قدرے جھوٹ کے معانی نکلتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ آپ کی تزئین کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کَلَامَهُ خَرَجَ مِنْ دِجَاسٍ گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو حج آپ نے سمجھ لئے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیے تھے نہیں ہو سکتے ہیں مگر یکدم۔ منہ

نم مسج زمان ونم حکیم خدا نم محمد احمد کہ بچنے باشد  
مرحمت دینی علیہ السلام حضرت محمد علیہ السلام کے دو مختلف علیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور نیز صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۹۹ میں ہے۔ حدثنا احمد قال سمعت ابراہیم عن ابيه قال لا والله ما قال النبي ﷺ بعيسى احمر..... الخ اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر احمد آدم سے مراد ایک شخص ہے کیونکہ اگر احمد آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص ہر رنگ اور دوسرے کا گندم کوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جاسکتا تو پھر معنی نفی کا کیا معنی۔ ۱۳ مرتبہ

میں چند احادیث لائے ہیں، جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں:

۱..... عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی ﷺ رأيت عيسى وموسى و ابراهيم فاما عيسى فاحمر جعد عريض الصدر. (بخاری جلد ۲ ص ۱۵۵ مطبوعہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ ﷺ کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔

۲..... عن نافع قال عبد الله ذكر النبی ﷺ وارانى الليلة عند الكعبة فى المنام فاذا رجل آدم كاحسن مايرى من ادم الرجال تضرب لمتة بين منكبيه وفى الحديث الثانى فاذا رجل آدم سبط الشعر يقطر رأسه ماء واضعا يديه على منكبيه رجلين يطوف بالبيت قلت من هذا فقالوا المسيح ابن مريم. (الحديث) آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گول ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ساتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گول ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں اس کے سر سے پانی کے قطرے پڑتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ﷺ ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

یہ سمجھایا ہے یہ ابن مریم ﷺ دو ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے حلینین سے دی ہے کہ ابن مریم ﷺ کے دو حلیے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندی۔ ایک میں سیدھے بال دوسرے میں گھنگریالے بال۔ پس اختلاف حلینین اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم ﷺ دو ہیں ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہو سکتا ہے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم ﷺ یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم ﷺ کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ پس زندہ مردوں میں نہیں چا سکتا اور مردہ زندوں میں نہیں آ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم ﷺ دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔ ایک تو وہ حدیث جس میں فاقول کما قال عبد الصالح: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم۔ پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم ﷺ کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں اس لئے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا وہ یہ کہ ماء جوفیتین کے معنی رَقَفَتَيْنِ کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتادیا کہ تَوَفَّيْتَنِي کے معنی اَمْتَيْنِ کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے جن معنوں میں کہ آنحضرت ﷺ نے۔ اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم ﷺ جس کو آپ نے دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہوگا کہیں

باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔

پس! امامکم منکم ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ وہ مسیح آگیا اور وہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں (استغفر اللہ العظیم)۔ اور آپ نے باواز بلند پکار کر کہا  
 ۱۔ چوں مرا نورے پہے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بہا وہ اند  
 سوئے من اے بدگماں از بدگمانیا میں فتنہ بانگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند  
 میدرخشم چون قمر تا ہم چو قرص آفتاب کور چشم آنا تکہ در انکار م افادہ اند  
 بشنود اے طالبان کز غیب بکندایں ندا ملحقے باید کہ در ہر جامقا سد زادہ اند  
 صادقم و از طرف مولیٰ بانثانہا آدم صدر علم و ہڈی بروئے من بکشادہ اند

پیازو! غور و فکر کرو، دیکھو یہوونے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک ایلیا

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس حدیث یعنی کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کا یہ جواب دیا ہے کہ وامامکم منکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ کیف تھلک امۃ انا اولھا والمہدی وسطھا والمسیح اخرھا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)۔ عرب

۲۔ قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ چاہتا ہے مرزا صاحب کے اشعار پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا صاحب کو مفتی اور مفتی سمجھتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو یہ نور بھی ٹھاندا دیا گیا کیونکہ مرزا صاحب کے انوار کے چکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ مشق صاحب کہتا ہے۔

ارے خود غرض او خود کام مرزا	ارے منویں : فرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بناؤ	رسولی حق باحکام مرزا
مسح و مہدی سوغد بکر	بچائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا محبت فسادے میں آخر	مسیحائی کا یہ انجام مرزا
میں نے پندرہ بڑھ چڑھ کے گزردے	ہے آجتم زندہ اے ظلام مرزا
تری کنڈیپ کی شمس دہر نے	ہوا جت کا خوب اقام مرزا
ذویا قویاں کا نام تو نے	کہیں کیا اے بد بہ نام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیٹھوئی	جو تھ شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ذوب سر تو	ظاہر اس میں ہے آرام مرزا

۱۔ مان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے نہ اتر آیا۔  
 ۲۔ سابق حدیث السعید من وعظ بغیرہ نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ۔ اور اس بات پر مت  
 درو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ  
 یہ امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔

۳۔ سابق شرط نمبر ۲۔ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ دلائل وفات مسیح پر قرآن مجید وحدیث صحیح سے  
 ملتے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک غفلت مند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم  
 کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پاسکے ہیں۔

دستخط : کرم داداز و ولیمیل  
 پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

دستخط : جلال الدین شمس مولوی فاضل مناظر

منجانب جماعت احمدیہ از ۱۵ دیاں ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء

۱۔ پندرہ دلائل کو نور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبر سے ذہن نشین کی۔  
 ۲۔ یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر ۲ کے تحت رو کر ایسا توڑا اور بے  
 اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کی کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ثابت نہ کر سکا۔ بلکہ قادیانی مناظر  
 ۳۔ ہر آئی وی دلیل و ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی دلیل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات کا  
 ۴۔ نہیں۔ اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے حضرت  
 ۵۔ عیسیٰ کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ ۱۲ مرتب

۶۔ قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتی تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور حیات مسیح انہی  
 ۷۔ احادیث پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظرہ میں ان کا یہ  
 ۸۔ دلیل آخر بخوبی ثبوت گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر کسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس نے ذمہ دلائل  
 ۹۔ میں نہ دیا کسی احادیث بیان کرو جس کا حال گذر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے تحت میں  
 ۱۰۔ دلیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قرآن کریم سے ثابت کیا جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح انہی  
 ۱۱۔ احادیث کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو مفتی حدیث اس مضمون سے عبرت لے۔ ۱۲ مرتب

## تردید دلائل وفات مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

فَإِنْ تَنَزَّعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالِىَ الرَّسُولُ

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم آسمان ثانی پہ ہے وہ محترم  
وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون میں آیات میں  
میں نہایت افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی یا  
حدیثی پیش نہیں کی جس سے وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔

آپ قرآن کریم کے الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا  
جس سے بلحاظ الفاظ وقاعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔ مثلاً آیت وَاِذْ  
قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنُ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ فُلْتُ لِلنَّاسِ الْجِدُوْنِ... الخ کیونکہ اس کے  
لفظوں پر غور کرنے سے انتہائی ثابت ہوا کہ لَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وَعَدَهُ اِنِّي مُتَوَقِّيْكَ  
وَرَاٰفِعُكَ اِلَيَّ كَے وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت اللہ تَوَفَّيْتَنِي الْاَنْفُسَ حِيْنَ  
مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَاجِلِهَا تَوَفَّيْتَنِي سے اَنَّمَتْنِي مراد لی جائے تو اس سوال  
و جواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام اپنے زعم کے مطابق پیش کئے ہیں لیکن  
قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقاعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام کو  
ثابت کرے۔ ۱۲ مرتب

... برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اپنی زیر  
انی کہہ کر تثلیث پھیلاتے تھے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع  
مانی ہوا تو میری ذمہ داری اور رقابت ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ اور اگر  
فہنسی سے اُمَتْنِي مراد لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور اِذَا اسْتَقْبَالَ  
لے بھی آتا ہے۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذَا الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اور مولوی نور الدین  
صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ”اور جب کہے گا اللہ“ (نفس الخطاب ص ۷۸)

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات  
پائے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور ابن مریم علیہما السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن  
کریم کے الفاظ پر تدبیر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا بلکہ  
ال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا  
جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کیا۔ رہی زائد بات، اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید اس  
لے خاموشی اختیار کر کے استہزاء بالرحمة کریں گے۔ اور کہیں گے اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ  
مَبْذُوْكَ وَاِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور فاقول کما قال العبد  
الصالح میں یہ ضروری نہیں کہ مشہ اور مشہ یہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ اور قال کا  
ماضی ہونا، اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں  
وارد ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ. وَاَسْرَفْتُ الْاَرْضَ. وَوَضِعَ الْكِتَابُ. جَنِيْ  
بِالنَّبِيِّنَ. فَضَيَّ بَيْنَهُمْ. میں قال بمعنی يقول ہو سکتا ہے اور ایسا ہی آیت قَدْ خَلَّكَ مِنْ

۱۔ ایہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سو گویا ان توحید کو اصل مقصود میں کوئی دوس نہیں مگر بتایا کرتے ہوں وہ یہ ہے کہ  
الغرض اللہ نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ رضوان  
اللہ علیہم اجمعین یہ آیت سن چکے تھے وَاِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسٰى اَنْتَ فُلْتُ لِلنَّاسِ الْجِدُوْنِ اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِنْدَكَ  
وَاِلٰهٌ. پس مختلفا بوقت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو ہمزہ لکھنے کے بعد کے ماضی ہوئے (جاری)



قَبْلَهُ الرُّسُلُ..... الخ۔ کیونکہ خَلَتْ کا معنی مَاتَتْ نہیں۔ دُخِیْسَتْ اللّٰهُ الْبَیْتُ قَدْ خَلَتْ اور دیکھو وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ بلکہ خلو کے معنی نکل جانا ہے وَاَدْخَلُوا اِلٰی شَیْءًا طَیِّبًا یَا رَمٰنَے کا گذرنا بِمَا اَسْأَلْتُمْ فِی الْاِیَّامِ الْعِلَیَّیَةِ اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتا ہے اور جنگ احد کے واقعہ میں مابہ کلیہ کی تردید ہے جو ہمہ ملہ سے ہو سکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور حضرت ابو صدیق ص کی نظر اَقَانُ مَاتٌ..... الخ۔ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقع پر یہ بھی پڑھی اِنَّکَ مِیّتٌ وَاَنْتُمْ مِیْتُوْنَ اور دیا ہی آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یُخْلَقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَآتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ تفسیر مطلقہ عامہ ہے ورنہ ہم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت اِنَّکَ مِیّتٌ وَاَنْتُمْ مِیْتُوْنَ سے بھی اس کا تفسیر مطلقہ عامہ ہونا عابت ہوتا ہے اور ایسا ہی آیت کَانَآ یَا سَخْلَانِ الطَّلَآئِلِ صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے کَانَآ مِنَ الْفَآئِیْتِیْنَ ع۔ اگر بل ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لست کا حکم اور لست کہتے کہ انی یطعمنی ربی ویسقینی اور ایسا ہی آیت وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ..... الخ۔ کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے ہَاذِکَ سے مراد پاکیزگی ہے جیسا وَحَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَّ زَکٰوةً اور نِیْزًا لَّهَبْ لَکِ غُلَاظِ الْکِیَا قَابِلٌ غور ہے اور اگر

(تجید) سیدنا ہاشی استعمال فرمایا۔ ایوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت علیؑ بال پہلے ہو چکے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا یہ قول صادر ہوا تو حضور ﷺ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ہاشی ہو چکا ہے، لہٰذا صنف ہاشی سے تعبیر فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قَالَ تَعَالَى يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا تُنْصِتُونَ إِلَّا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا فَذَكِّرُوا إِنَّمَا أَنتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ شَيْءٍ عَذَابٌ مُّهِينٌ (الانعام) یعنی بات ہے کہ تکلم کے وقت کے اعتبار سے کہم لیکن اُنھیں مستقیم راستہ پر باعتبار وقت لا یَنْفَعُ کے ہاشی تھا (اس لئے ہاشی لائے کہ اس سے بڑھ کر بعض جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی، نہ تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قَالَ تَعَالَى وَاعْلَى الْأَعْرَافِ رَجُلٌ يَعْرِفُونَ مَثَلًا فِي سُبُلِنَا مِنْ نَحْنُ اللَّهُ فَمَن ذَا الَّذِي يُشْفِقُ عَلَيْهِمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الحج) اس میں یقیناً بعد معرفت کے ہے۔ پھر یقولون کہ مستقبل ۱۱ اے اور خدا جس مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کے لئے تعبیر فرمایا۔ ۲۱ مرعب

۱۰۰ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جائے تو پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم علیہما السلام کا جواب نصاب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں پھر ہم مصرف بتا دیں گے اور ایسا ہی آیت: وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وَّلِدْتُ وَاَمُوْتُ..... الخ۔ کیونکہ عدم ذکر شی سے اس کی نفی لازماً نہیں آتی۔ جیسا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شی لازم نہیں آتا (ابن احمد یہ ص ۵۴۵) اور نیز لفظ وسیع اس سے بیشتر مذکور ہے۔ وَجَعَلْنٰی مُبَارَكًا اٰیَمًا کَثُ اور ایسا ہی آیت: الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ اور آیت فِیْہَا تَحٰیوُنْ وَاٰیٰتُہَا تَمُوْتُوُنْ کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقرر طبعی کے ہے مانند ملائکہ کی۔ اور نیز جعل تکوینی میں لازم نہیں کہ مجتول الیہ لازم ہو۔ وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّہَارَ مَعَاشًا اور ایسا ہی مشرأ بِرَسُوْلٍ..... الخ۔ کیونکہ بَعْدَی ہر دو صورتوں یعنی بعد الموت اور بعد الغیبت شامل ہے۔ دیکھو حدیث انت منی بمنزلہ ہارون من موسی الا انه لا نبی بعدی آیت غیبت فرمائی گئی۔ اور ویسا ہی آیت وَمَنْ نُّعَمِّرْہٗ نُنَجِّسْہٗ اور آیت وَمِنْکُمْ مَنْ یُّؤْتٰی وَمِنْکُمْ مَنْ یُّؤْذِ اِلٰی اَرْذَلِ الْعَمَرِ کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کیلئے موت سے نہالنے والا نہیں اعتقاد کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً لو کان موسیٰ وعیسیٰ متین..... الخ۔ کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ آیت اس طرح ہے لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الاتباعی..... الخ۔ (رواہ احمد)۔ اور بلحاظ شرط نمبر ۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جائے تو اس کا معنی بقرینہ طریق بین الاحادیث حسین علی الارض ہوگا اور ایسا ہی حدیث ان عیسیٰ ابن مریم عاش عاش پر یہ عرصہ گذار کیا۔ عیش خوردنی وآنچہ بدایں زیست نمازند (نشی الارب جلد ۳، ۲۷۸) اور حدیث معراج کے متعلق یہ گزارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام

حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لما كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ لقي ابراهيم وموسى وعيسى فنادوا الساعة فبادوا يا ابراهيم فسالوا عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سالوا موسى فلم يكن عنده منها علم فرد الحديث الى عيسى ابن مريم فقال قد عهد الي فيما دون وجبتها فاما وجبتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقنته ..... الحديث. اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے اس کی تائید اسی طبقات ابن سعد میں ہے: يحيى عن ابن عباس وان الله رفعه بجسده وانه حتى الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس.

ایہا ہی احادیث حلیہ کیونکہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کانه خرج من ديماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسج آپ نے سمجھ لئے۔ مگر بحکم۔

من مسج زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد حضرت موسیٰ عليه السلام و حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسے تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم میں امامکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کیف تهلک امة انا

المهدي وسطها والمسيح اخرها (مکلوپ)

دستخط :

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت اذکبوتہ ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

۱۵۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

پرچہ نمبر ۲

تردید دلائل حیات مسیح علیہ السلام از جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ آیت بَلَى رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ہے۔ اس آیت کے فقرہ بَلَى رَفَعَهُ اللَّهُ سے مفتی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بحکمہ العصری زندہ اٹھائے گئے۔ اور اس بات کے ثبوت میں لفظ رفع کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں دفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں مگر میں مفتی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے وَفِي اسْمِ اللَّهِ الرَّافِعِ الَّذِي يَرْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ بِالْإِسْعَادِ وَالْإِبْدَاءِ هِ بِالْعَقْرِيبِ اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور دفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو تو اس کے معنی سوائے تقریب اور اسعاد کے نہیں ہوتے

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں بلحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت ایسی دفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بیچہ لازم ہونے کے معنی سنائی ہوں گے۔ اور لغوی بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کئی دونوں خامر اولے جاسکتے ہیں۔ لان الکناية مستعملة فی غیر ما وضعت له مع جواز اردادہ (مطلوب بحث حقیقت و مجاز ۲۸۸) ۱۲ مرجب

تے ہوں تو مفتی صاحب کوئی ایک مثال پیش کریں۔ پس مسیح کے لئے جو لفظ رفع استعمال ہوا ہے وہ اسی طریق پر ہوا ہے کہ اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس طریق پر ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ان میں یا وجود سماء کا لفظ ہونے کی آسان پر لے جانے کے معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ إِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ لِعَالِمِهِ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِقَةِ (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو اس کی ساتویں آسمان تک اس کا رفع کرتا ہے اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے: مَا أَصْعَ أَخَذَ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ اسی طرح قرآن مجید سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ۔

اس فقرے میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو تو اس کے معنی سوائے تقریب اور اسعاد کے نہیں ہوتے بلکہ قادیانی مناظر نے ایک پرچہ کی تقریر میں یہ ظاہر کیا کہ اگر مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو اور معنی مراد سوائے تقریب اور اسعاد کے ہوں تو میں مفتی صاحب کو پچاس روپیہ انعام دیتا ہوں صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بعد ختم ہونے زور بخش قادیانی منظر کے اس کی تردید یوں کی کہ میں نے ختم رفعت الی سدرۃ المنتہی (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۴۹) دیکھ کر فقرہ میں رفعت کو ماضی جہول اللہ فعل لیکن خلاف میں خلق الیہ فعل ہے جس کا فاعل درحقیقت خدا تعالیٰ ہے۔ پس اس فقرہ میں رفع کا ذیل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول اس انسان ہے اور معنی مراد سدرۃ المنتہی پر اٹھائے جاتا ہے۔ اگرچہ بطور کتابت اس رفع کو تقریب لازم ہے۔ اس موقع پر میں نے کہا کہ اب قادیانی مناظر سے پچاس ۵۰ روپیہ وصول کرو لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ میں قادیانی کا کچھ نہ نہیں کرتا۔ ۱۲ مرجب

۲۔ صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے کہ بلحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت مجوزہ فریقین اس آیت میں رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زندہ بحکمہ العصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی لایا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہوتا مگر میں کیونکہ عربی لفظوں کے لئے مستعمل فی معانی کثیرہ ہیں۔ اب قادیانی منظر کا اس معنوں کو بڑا کر دوسرے پرچہ ایسی مثالیں پیش کرتا اس کی کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اور نیز ان مثالوں میں رفع الی اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔ ۱۲ مرجب

۲..... فَبِیْ بُیُوتِ اَیْنِ اللّٰهِ اَنْ تَرْفَعَ اور حدیث میں اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِهٖ الْاٰخَرِیْنَ (ابن ماجہ)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو جیسا کہ سچ کے لئے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ الیہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے مگر سوال! یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعین آپ کس قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ الیٰ آسمان غایت کے لئے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ تو پھر

۱۔ قادیانی مناظر کی علمی لبرت پر افسوس۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور لفظ صلیب علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام کائناتوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک سستیوں کا سفر ہے جن کی شان میں لَا یَقْضُوْنَ اللّٰهُ مَا اَمَرُوْهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ شَیْءًا مِّنْ وَّنِیْہِ (تحریم) شہادت خداوندی ہے اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیئے ہیں اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت بخشد ہے۔ ۱۲۰ عرب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ اَلْعَرْشُ عَلٰی الْعَرْشِ اِسْتَوٰی سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔ جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ رحمان من حیث الرحمن حدیث عرش پر مستوی ہے جیسا کہ حدیث قدسی اِنْ رَاحِمَتِیْ شَفَعَتْ غُطْبٰی سے ظاہر ہے اور چونکہ رفع الی اللہ سے رفع الی السماء مراد ہوتا ہے اور چونکہ اس سے اس لئے لفظ اس امر کے کہ الی انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے فقرہ بَلٰی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِہٖ کَا یَہْدِیْہِہٖہٗ لِمَا یَشَآءُ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ کہ ساتویں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی تُمْ اَنْتُمْ اِلَیْہِہٖہٗ الصِّیَاطُ اِلَیْہِہٖہٗ اللَّیْلِ غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رفع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بوجسمہ العنصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے ان میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بجسمہ العنصری اٹھانا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور رفع کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت وَہُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ زَیْنِ وَّآسَمٰنِ میں ہے اس لئے مَسَّحَ السَّمٰوٰتِ وَآسَمٰنِ کی طرف بھی ہو اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح و جسم کے درمیان

یق کا نام ہی موت ہے۔

۱۔ صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ ملتا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھانا ہے اور رفع جسمانی اٹھانے کے لئے ہم نے بلکہ کو سیدانی مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ شکست کھائے گا اور قادیانی مناظر نے شکست کھائی ہے اور مرزا صاحب نے صراحتاً آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہے۔ اور فقرہ بَلٰی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِہٖہٗ لِمَا یَشَآءُ ساق آیت قَدْ اَعْرَضَ عَنْہُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر جانے کا ثبوت کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی چیز آسمان میں چلی گئی۔ الی اور وہی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دوسرے ذکرین سے تباہی ہوئی ہے۔ ۱۲۰ عرب

۱۔ یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ ساتویں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر بٹھرایا جاتا ہے۔ اگر اس میں چاہیں تو تُمْ اَنْتُمْ اِلَیْہِہٖہٗ الصِّیَاطُ اِلَیْہِہٖہٗ اللَّیْلِ غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رفع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بوجسمہ العنصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے ان میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بجسمہ العنصری اٹھانا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور رفع کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت وَہُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ زَیْنِ وَّآسَمٰنِ میں ہے اس لئے مَسَّحَ السَّمٰوٰتِ وَآسَمٰنِ کی طرف بھی ہو اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح و جسم کے درمیان



اور پھر عجب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے۔ اس لئے اس کے اٹھانے والے اور لے جانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور آپس کی یہ وجہ کہ چونکہ یہود جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ فِي جَسَمِهِ مَعَ الرُّوحِ هِيَ مَرَادُہٗ، غلط ہے۔ کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو، دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو، یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مَثَلًا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَّ ۚ اور اسی طرح إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔ اور عربی زبان میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیری جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پیرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بَلْ اِطَّلَاہِ میں ضمیر صفت مہملہ اور ضمیر صفت مشبہ دونوں کا مرجع ایک ہے یعنی ہوگی اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ اِحْيَاءٌ میں صفت مہملہ اَمْوَاتٌ ہے اور صفت مشبہ اَحْيَاءٌ ہے اور ان دونوں کے ضمیروں کا مرجع مَنْ یُقْتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ بعینہ ہے نہ لفظ مَنْ کیونکہ الموصول حالاً یعم جزء الا بصلۃ وعائد ایسے مائلے اور دونوں اور انگریزی قوانین کو دیا کریں۔ اور إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ میں پہلے قول اِطَّلَاہِ میں اس لئے یہ استنباط مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں شکلم مع الخیر سے ایک ہے یعنی مراد ہے ۱۲۔

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پیرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صحت استدلال کے اعتبار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ مقتضا حال اور صحت دلالت کے معانی نہ ہو۔ دیکھو علم البدیع ہو علم بعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعایۃ المطابفہ ووضوح الدلالة (مطلوب) اور نیز ایک مرجع مؤید قرار دینے سے قرید مانع ہو گیا کہ ضرر

وسعی الغضا والساکبہ وان ہم شبوہ بین جوانحی و ضلوعی

کلی ضمیر سے مراد وہ مکان ہے اور دوسری سے بقرید شبوہ آگ ہے اور وَمَا قُلُوْا یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں صحت استدلال اختیار کرنا مقتضا حال اور صحت دلالت کے معانی ہے جیسا کہ پیرچہ نمبر ۱ میں مفصل گزرتا ہے اور نیز اس آیت میں ایک یعنی مرجع مراد لینے سے کوئی قرید مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطی کی طرح صحت استدلال کا قطعہ پڑھ کر جو اصل مابینہ کا کچھ پتہ نہیں دے کر اس آیت میں صحت استدلال کا ذکر نہ کیا۔ ۱۲۔

صحت استدلال ہے۔

چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال سر

لسقی الغضا والساکبہ وانہم شبوہ بین جوانحی و ضلوعی

۱۔ یہی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال درم نہیں آتا مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے آتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ ۲۱/۲۲ میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

اور دوسری وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل

کر کے ملعون ثابت کر دیا مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے ملعون

۱۔ قادیانی مناظر نے توریت باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل اِطَّلَاہِ اور قصر باب کے مقتضا پورا ہونے کی کوشش کی لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اول یہ کہ لحاظ آیت لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ میں اَمْوَاتٌ کی تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا ہے ہم کو قرآن کریم سے ۱۰۰۰ اعتبار جس کی دوما قُلُوْا تَرَدِّد ہے معصوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں دَلِیْلًا عَلَیْہِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ وَنُؤْمِنُ بِاللّٰہِ۔ واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے تجاوز ہو کر تورات کے ساتھ جا کر پناہ لی جو یہودی محرف منسوخ کتاب ہے لیکن تورات محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بھارے قادیانی مناظر کی امداد کی۔ کیونکہ تورات میں یہ کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے بلکہ تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء باب ۱۱ ص ۳۰۳) اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا خِرَآءُ الْعَذَابِ الْاَلَدِیْنَ یُخَالِفُوْنَ اللّٰہَ وَرُسُلَہٗ وَیَقْسُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَنَسُوا اَنۡ یَّعْبُدُوْا اَوْ یُضَلُّوْا اَوْ یَنْقَطِعَ اَلْبَیْہُہُمْ وَاَوْ جَلَّہُمْ مِنْ جِلَافٍ اَوْ یَنْفُوْا مِنْ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَہُمْ جَزَآءٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَہُمْ فِی الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (مائدہ) جس اس سے واضح ہے کہ عندا ملعونوں وغیرہ ملعون ہونے کا سبب صلاح و فساد ہے نہ قتل و ملب۔ قادیانی مناظر نے تورات کے قسبی کرنے میں ایک تو دوسریں مذکورین سے تجاوز کیا ہے اور دوسرا اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطاب کوئی جواب نہیں ۱۲۔



إِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۚ اور اَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ اور قَدْ اَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا ۚ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لُبَاسًا اور اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ.

اور اس! حدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودے جبکہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا۔ اور مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ اور مَعِيَ فِي قَبْرِی بتا رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام آپ کے ساتھ دفن ہوگا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار۔ اور فتح الباری

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر سے مراد گورستان ہے اور یہ اعتراض جو قادیانی مناظر نے کیا ہے یہ تو نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ﷺ کا پرچہ ہے نہ جھوٹا۔ ۲۔ اس مرتب

۳۔ اسماعیلی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں کی تھی۔ اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار۔ اور آنحضرت ﷺ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستغیر و مستغنی ہیں بخیر آفتاب ہیں اور شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت مسیح مجدد وقت ہونے اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے اور آپ کے نودے سے مستغیر ہونے کی وجہ سے آپ کے متبادل میں بخیر چاند کے ہیں ویساں جمیع ذالک جرم القصور فی نفسہ کمندار زلف مظلم غیر نورانی کشف حقیقی انما يستنصره بضياء الشمس (شرح جعفری ص ۹۰) یہ تو کہ آنحضرت ﷺ چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دُر چاند تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبریں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ہو چکی ہیں اس لئے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہونی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا قادیانی ہے۔ اور نیز اگر آنحضرت ﷺ چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا جائز ظہور نہ مرزا نیوں کو کچھ بتا ہے اور نہ فرما صاحب کو۔

۴۔ ہمیں مکتب است این ملا کار طفاں تمام خواب شد اور نقش قبر کا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور نیز قادیانی مناظر کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مدینہ طیبہ میں جانا انصیب ہوا اور وہی مرزا نیوں کو۔ اور حدیث اول من تنشق عنه الارض اور حدیث فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم۔۔۔ الخ میں اقراض نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی قبر پہلے متفق ہوگی اور پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی اسی گورستان سے مبعوث ہوں گے۔ ۲۔ اس مرتب

میں لکھا ہے: قول عائشہ فی قصة عمر "كنت اريده ولا وثرنه اليوم على نفسي"، بدل على انه لم يبق الا موضع قبر واحد ليس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں۔ اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبروں کے درمیان ان کی قبر نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرت ﷺ کی فضیلت کہ: انا سيد ولد آدم واول من تنشق عنه الارض (ابوداؤد) باطل ہو جاتی ہے۔

اور آپ نے یہ تقریر کہ علمائے بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔

یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی مگر کاش! آپ نے "کلمات مرزا بجواب شہادات مرزا" بھی پڑھ لیا ہوتا۔

۵۔ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتی ہے۔ دیکھیے نہایہ ابن اثیر میں جعل مِنْهُمْ الْقِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ "کلمات مرزا بجواب شہادات مرزا" مرزا صاحب یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا صاحب یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر میرے مت بد میں نہیں پیش کر سکتا کیونکہ میں مرزا صاحب کو مستغنی و متغنی اعتقد کرتا ہوں۔ اور نیز مرزا صاحب کی تحریر پیش کرنی دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور اسلامی مناظر نے فسی بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محذور ہوتا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ "مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی، ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے۔ ۲۔ اس مرتب

۳۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے: اما المعجاز المفرد فهو الكلمة المستعملة في غير ما وضعت له في اصطلاح به المتخاطب على وجه يصح مع فريضة عدم اعادة اى اعادة ما وضعت له (مطلوع ص ۳۲۸) اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطلقاً جمع نہیں ہو سکتے نہ پیشگوئیوں میں اور نہ غیر پیشگوئیوں میں۔ تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتے ہیں شرعاً جہالت ہے۔ اور ان اشیر اور قسطنطینی کی تحریر و پیش کرنا ایک تو دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور دوسرا ان کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینے محذور ہو تو مجاز مراد ہو سکتی ہے۔ ۲۔ اس مرتب



وہ حقیقی طور پر ہندو بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو ہندو اور سڑک کہا گیا ہو۔ اور پھر (تسطوانی جلد ۵، ص ۴۹۹) میں یکسر المصلیب کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقۃً کسر صلیب بھی ہو سکتی ہے اور عقیدہ صلیبی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیشگوئی اُسُرعُکُنَ لِحَوْقًا بِہِی اَطْلُو لکن یداً کو جھٹلا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، کیونکہ حقیقت معتد نہیں تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھتے۔ آپ یہ نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح ناصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً و عقلاً و فرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ کچھ کسی دن حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللّٰهَ جَهْرَةً کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔ (ازالہ ص ۲۰۰) پھر ص ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا۔“

حضرت خلیفۃ المسیح اول کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکا دیا

۱۔ مرزا صاحب کی یہ عبارت ہے۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آئیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) قانون فی بیان اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان اور غلطیت و شرطین مذکورین نے قادیانی مناظر کو جان کر دیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ ”ہر جگہ“ آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المعورد چنانچہ اسباب خدا اور موجدات تو یہ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں اس کے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں جاسکتی۔ ۱۲ مرتب

کہا ہے دیکھئے ”ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہئیں۔“ ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے (خبرہ ازادہام) اور پیشگوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور دیائے صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے..... پس ایسے موقعہ پر علوم ضروریہ ایہ البہامات صادقہ و مشاہدات و حقائق نفس الامر یہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لا محالہ ظاہر اور معنوں کی طرف لے جائیں گے۔“ اور مسئلہ تنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں اور ”یاد رکھو کہ مجھ بیچ میر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ و مجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں اتنی متوفیق و دافعہ میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔“ اب معاملہ صاف ہے، پس حضرت خلیفۃ المسیح اول کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ اور یہ آپ نے خلاف شرط کیا ہے۔

ہم نے دوسرے آئمہ کے حوالجات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کسی طرح سے ذکر کرنا و شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ان آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر قادیانی مناظر کو منید بھی نہیں بلکہ مضر۔ کیونکہ امام احمد ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و خروج الدجال و ما حوج و ما حوج و طلوع الشمس من المغرب و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء و مسائل علامات یوم القیامۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصبیحۃ حق کانن (فتاویٰ) اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شافعیہ کا یعنی سب اسی آئمہ ابن مریم علیہ السلام کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔ اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے، چنانچہ شیخ الاسلام احمد نواز الدیلمانی نے ”نواک دوانی“ میں تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترنا شرط امت سے ہے۔ ۱۲ مرتب



وفات کے قائل ہیں، پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی بتائی ہوئی نیک بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں یا ان کی وجہ الاتباع بات ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

پھر جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح علیہ السلام نے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی بلکہ اس کی تیج کافی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھ لیا گیا۔ اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اٹھ لیا گیا۔

سنئے جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے افضل ماننا پڑتا ہے۔ اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو بیماری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور آنحضرت ﷺ کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے، ایڑیوں سے خون بہا، دو دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کو آپ علیہ السلام سے زیادہ محبوب ہے دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس اٹھایا اور آنحضرت ﷺ کو

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچم پر اہل اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح علیہ السلام مذہب اسلام کے نامناسب اور ناظرین کو گور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی منظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ کیونکہ قادیانی منظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے وفات کر آسمان پر عودہ آٹھا لیا گیا تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور عیدیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کو کٹر اور خلیج کی ہوجاتی ہے ۱۲۔ اس پر

۳۔ اسلامی منظر نے اپنے پچھلے سرسٹکس اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ دعویات بروئے قرآن کریم و حدیث نہیں بلکہ خیالی اور دعویٰ و شکوے کئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت ﷺ کا مدفون ہونا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اربعہ نبی کا کمال اولویت میں ہے اور انسان کا کمال اودعت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے یا ایہا الناس اغنیو ذرنا ربکم الذی خلقکم والذین من قبکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم

ملایا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کا پیدائش میں الارض فیماشاء والسماء پناہ و انزل من السماء ماء فأنخرج بہ من الفصوات رؤفا لکم بعد معرفہ اب اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو انہی درجہ کی عبادت کا ہم ہے اور اپنی رحمت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفیہ ربوبیت یعنی کمال تک پہنچنا اس وقت کام کرتی ہے جب انسان فی عبادت میں لگ جاتا ہے اور پھر اپنی فضیلت بیان کر کے اخیر میں معرفت و انزل من السماء ماء فأنخرج المعصرت رؤفا لکم کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے پوچھ پست ہونے کے آسان آدمی کا مظہر ہے کسی طرح نہ کہ اعلیٰ ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبادت میں لگتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند سستی ہے رحمت و رزق کا نزول ہوتا ہے اور انسان عبادت میں ترقی کرتا ہے اور قریب و دور خدا محراب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نصیب میں لگنا بہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبادت میں لگنا شریک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس مقامات میں جہاں اللہ کا واسطیٰ وجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبادت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ جو در ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت ﷺ کی عبادت میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا بلکہ عبادت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو مستحانی البیہی انسوی بغیہ اور فاضل حسی الی معاوی اور تبارک البیہی نزول المظفران علی غنیمہ میں جو دو مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عہد کی اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی عبادت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا بلکہ ترقی ہوتی ہے ورنہ میں اپنی اسافت ذکر کرتا۔ اور اسی کمال عبادت کا نتیجہ و رفعتا لکھ ذکر کر کے اور اسی کمال عبادت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے الفضل الملائکہ المعرفین ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت علیؑ پر قرب الہی اور رحمت میں ہر چیز فوقیت ہے اور اسی کمال عبادت کا یہ اختتام ہے کہ از ابتدا پیدائش و وفات آنحضرت ﷺ کا ایسا رنگ ہے کہ اس وقت کے مناسب ہو گیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر زینبی اسباب منعقد ہوئے جو تمام حیاتی زمین پر زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسین صدقے  
میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے  
اور حدیث میں ہے من تواضع لله رفعه الله  
اعلا ساری یہ والہ العالمین صدقے

میں اٹھو سنے یہ قرآن کریم کا تیرا مشاہدہ و تفسیر الضابطین الذین إذا أصابهم مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَأَنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور بخلافت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ  
 اللہ بخیر (جز ۲۱) آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ اگر آپ کا یہ اقتداء ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر تمام  
 فضائل میں صاحبِ فاضل کی جاسکے تاکہ صبر کا شہرہ بھی بنے بغیر رنگ میں سورہ ۱۲ مرچ

۴۶۔ تہذیبِ خلیفہ جو ہے، ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے یکیت ہونے کا اعتقاد ہے حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہادی الامم کا من ہے۔ ۲۔ مرتبہ

زمینیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتائیے کہ آنحضرت ﷺ جو آسمان پر نہ گئے اس لئے ان میں زمین کا دخل ہو۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدسیت زیادہ ہے اس لئے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمینیت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کی کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے۔

مسیح انا صری رانا قیامت زندہ مے ہمید مگر مدفون بیژب راند اندایں فضیلت را  
زبوائے نازد عرفاں چو محروم ازل بودند پسندیدند در شانِ خدایں ندلت را  
ہمہ عیسائیائں را از مقالہ خود مدد دادند دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را  
پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کی حیات ماننے سے اسے پورا خدا مان لینا پڑتا ہے۔

### دوسری دلیل

آپ نے اس آیت میں ایک تَوْثِیْقَہٗ مِّنْ پر زور دیا ہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہوتی نہیں سکتے۔ آپ دعویٰ سے فرماتے ہیں کہ ”تمام محاورات قرآن وحدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔“ فی الحال میں آپ کے اس دعویٰ کو توڑنے کے لئے دو مثالیں پیش کرتا ہوں غور سے پڑھیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

۱۔ ایسے اشد اسلامائے مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مغتری سمجھتا ہے کمال درجہ کی جہالت ہے۔ ۱۲۔ سرجب

لَمَنْ لَّيْبَطُنْ فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ قَالِ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَكُمْ شَهِيدًا وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ كَأَنَّ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ مَوْدَّةً يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا

اس کے معنی بھی وہی پیش کرتا ہوں جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کئے۔  
یقیناً بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچ جاتی ہے مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان حاضر۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے۔ البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھی درمیان۔ اور درمیان اس کے دوستی۔ ”پھر آیت وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“ اترار کے معنی ہیں، خالص استقبال کے لئے نہیں۔

اور خلیفہ اول کا جو قول آپ نے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس وقت میں شامل نہیں تھے اور ان معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں :

۱۔ ناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح ترویج کی ہے کہ وَإِنْ يَنْتَظِرُ لَعْنُ لَيَبْطُنْ وغیرہ میں بھی مخاطب کی جگہ ہم نے پیش کیا ہے استقبال ہی مراد ہے آپ بھی کوئی قاعدہ دعویٰ نہیں کریں جس سے یہ بت ہو کہ وقت تاخیر دونوں عقائد غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن وحدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں جہاد کر رہے ہیں؟ شاہ رفیع الدین صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور بھی خلاف واقع اماما کہ رحمة الله عليه کو ذکر کیا جاتا ہے اور لَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ میں اسرار استقبال مراد ہوگا اور قادیانی مناظر نے جو قرآن کریم کا اس موعظہ ”وَإِنْ يَنْتَظِرُ لَعْنُ لَيَبْطُنْ“ میں اللہ لَيَقُولُنَّ پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی جہالت ظنی ہے کیونکہ ایک تَوْثِیْقَہٗ مِّنْ اور دونوں عقائد داخل ہے اور دوسرا شرط ہر حرف ان واؤں ہے جو نیز استقبال کیلئے آتا ہے۔ فلن للاستقبال وان علی الصامی (کامیاب ماہب) لَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ کی طریق پر مبحث ۱۲۔ سرجب

۲۔ ناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں ترویج کی ہے کہ مولوی نور الدین وہ شخص ہے جس کی مرزا صاحب نے جو آپ کی تائید کی ہے اور توثیق کے بعد بھی مولوی نور الدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترجمہ نہیں کی۔ ۱۲۔ سرجب

۱..... کیا وجہ ہے کہ جب مجاہدؒ اور ابن عباسؓ جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے قبلِ مَوْتِہ سے کتابی کی موت مراد لی ہے وہ صحیح نہیں، وجہ بیان کریں۔ اور لکھا ہے کہ کوئی یہودی نہیں مگر وہ حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں۔ اور ایسے ایمان کے لئے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲..... قَبْلَ مُؤْتِهِمْ کی قراءت آپ کے معنوں کی ترویج کرتی ہے۔

آپ کہتے ہیں شاذہ قراءت قراءت کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابی کی روایت جو عالم بالقرآن تھا اور آنحضرت ﷺ اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہر حال قراءت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہو سکتی۔ وہ قراءت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۴..... یہ معنی ہے کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

آيَةٌ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے چہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد باجی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں باجی کا قول ہے کہ شر باجی سے تیار ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کے متعلق قادیانی جماعت نے حال مانند اَفْئِدَتُهُمْ بِطَغْيِ الْمُكَتَبِ وَتَكْثُرِ زُؤْنِ بَغِيضٍ ہے ورنہ ہم اور قادیانی باجی عت مانع ہیں قیہ میں حضرت ابن عباس ؓ کے قول پر فیضہ کریں۔ عن ابن عباس ؓ وان الله رفعه بعصده وان الله حي الان وسيرجع الى الله فبكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۲) یعنی حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعصده العنصری اور خلیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور وہ اپنے دینی میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ص ۱۸ ص ۱۹

۱۲ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ عقول و دن کیا ہے اور عقول نہ کرا،  
۱۳ متواتر ہے جس کا قراءہ و مقابلہ نہیں کر سکتی اور قرآنی منظر کی علمی اہمیت پر افسوس ہے کہ جن قریب کا مکمل طور  
جو پرچہ نمبر ۱ میں دن ہے۔ اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی ملوے کی طرح تنگی ہوئی بات پیش کی جاتی ہے۔ ۱۴ مرتب  
۱۵ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ **وَجَاعِلُ الدُّنْيَا** "الذین الی یوم الغیابہ  
جاعل الدنیا کے متعلق نہیں بلکہ ہر وہ قواعد عربیت پر چار و نہت مسیحیہ کے متعلق ہے۔ اور اگر اس کی متعلق ہوتا تو  
مصر نہیں۔ کیونکہ قرینیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ فکر معدوم ہو جائے جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔  
غولہ الذی اُرسِلَ وَرُسُلُهُ بِالْهِنْدِ وَذَیْنِ الْمَعْقِلِ عِلْمُهُ عَلَى الدُّنْيَا حَلِجٌ۔ اس آیت کا مراد صاحب یوں بیان کرتے  
ہیں۔ "حق خدا و خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کمال ہدایت اور سچ دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کرے۔ یعنی  
ایک عالمگیر نسب اس کو ملے اور چونکہ وہ عالمگیر علیہا حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ تو ممکن نہیں (جس کی)

94 عقيدة حكم النبوة (جلد ۱۸) 108

$\frac{1}{n} \sum_{i=1}^n \log p_i$

وَالْحَرِيصَاتُ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ كَظُلُفٍ مِثْلَ شَجَرٍ يُفْصَلُ بَيْنَهُمَا شَاوِلٌ أَوْ تَنْكَرٌ قِيَامَتُكَ رَافِعٌ لَكَ

باقی اسباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پہلے اس کے فرمایا قَلَّا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا کہ  
ایک شریہ ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔ اور پھر کہہ دیا کہ سب ہی  
لے آئیں گے۔

”نی عبارتہ اقص کے بھی خلاف ہیں کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کو بیان کرنا ہے۔ اور یہ ان کی شرارتیں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شرارتوں کا اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کر کے پھر اس کی تعریف کر کے پھر کہہ ابد معاش ہے۔ بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ملی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مراء۔ یہ اب ماننے میں گئے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو اب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لیکن الراسخون میں الفاظ سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

اور اللہ خدا بخوانا اس اہل کتاب نے سمجھو یہ کر لیا کہ ہم نہیں مانتے تو خدا تعالیٰ کو بھی بائیس لگی۔ کیونکہ اگر وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا الٰہی ہو گا تو میں کچھ مختلف ہوں لئے اس آیت کی نسبت ان سب عقائد میں کائناتی ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ مسیح جو موعود کے وقت نمودر میں آئے گا (پندرہ ص ۸۸۳)۔ پس آیت آخریٰ نَبِیْنُہُمْ الْعَذَاۃُ اور اولیٰ زمانہ ہے ورنہ یہ آیت اور آیت خُوْلُوْا لَیْلِ اَوْ نَحْلِیْ وَنُحْلَاۃِ الٰہِ متعارض ہوں گی۔ مگر جب آیت پہلی پر پھر میں آیت و قُولُوْہُمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ ... الٰہ اور آیت ذَاۃِ قِبْلِ اَہْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا الٰہی منوعہ کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔ اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات وارد نہیں ہوں گی بلکہ ملاحظہ کرنے سے یہ اعتراضات محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ص ۲۲

95 عَصَدَةُ لَحْدَةِ النُّبُوَّةِ أَحْمَدُ 109



اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور جو استشہاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ان کا وہ استشہاد کہ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ إِلَّا نَجَسَهُ الشَّيْطَانُ وَفَتْ لَا ذَنْبَ إِلَّا مَرِيْعَمَ وَابْنُ عِيسَى پر آیت فافروا ان شئتم: اِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مس شیطان کا وقت ولادت کا ذکر ہے، حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعا قرار دینا بالکل نامناسب ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے "القسم الثاني من الرواۃ هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى" کا بی ہریرہ و انس ابن مالک ملاحظہ ہو اصول الثانی۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استشہاد صحیح نہیں اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے موتہ کا مرجع کتابی کو ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجازی مجاز مراد ہے۔ اول تو اس کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو متنب معنوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہے۔ اور اسی طرح منکم ، انتم ، فیکم

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو چھائے گا جس وہ نہ بولے گا اس بات کو جو میرا کتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا اچھا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان فرماتے رہے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چپاں کر لیا اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس کو بھول گئی سبھان اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو ایسا طیل القدر صحابی ہے جس سے اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے مخالف ہے اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں عجیب برکت اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں حقیقت و حجاز کا قانون بیانی بیان کر کے اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان حقیقت کا کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دردانہ بند کر دیا ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں یہ شخص دعوے بلا دلیل ہے اور دونوں شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۳ مرتب

میں کُحْم کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم۔ اور اسی طرح ابن مریم بھی اس میں بلکہ مجازی مراد ہے۔

۱۱۰۔ اور جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ "اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ ان احمدیہ میں لکھ دیا تاکہ میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو میں نے نہ تھا محض رکھی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا یقین نہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ خود نہ سمجھا دے۔" (کشتی نوح ص ۴۷) پس جب خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قابل استناد نہیں مانتے۔ اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ ۱۱۱۔ استصحاب یعنی الا بقاء ما كان عليه حجت نہیں ہوتا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ پیش کرے۔

۱۱۲۔ مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو چیل کر خلاف شرائط نہیں ہے۔ اور اس صاحب کتاب کے متعلق لکھتے ہیں معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر و باطن متولی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے ان براہین احمدیہ کی یہ عبارت چیل کر کہ یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور الزام نہیں پیش کیا بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس مرزا صاحب کا وہ دم و جھد دیت کا کوئی تقاضا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ قرآن میں ان دنوں بھی اس کمال کا کوئی تھا کہ تین سو سال قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین علمی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا قائل ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان قرآن کا حامی اس دواں دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزا صاحب کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کرتا۔ بلکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزا صاحب مغربی ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ہے وہ دیکھ کر سختی سے ہے اور جو دعویٰ بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ و طمع نفسانی کے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۱۳۔ اس صاحب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب



اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص قَوْلِ ۱ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس کے رسول آخر الزمان نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہوتا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص ۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب ص ۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے جو معارف توحید و جود و غیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس پر شرمندہ اور مستغفر ہوا۔“  
پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط :

قادیانی مناظر جلال الدین صاحب

دستخط :

کرداد والہیال۔ پریڈنٹ

دستخط :

شمس مولوی فاضل

۱۔ اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے۔ اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہے جس کو سب اہل اسلام ہی برحق اعتقاد کرتے ہیں۔ اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ یہ مرزا صاحب کے ذریعہ ہے جن کو تمام اہل اسلام مغربی اعتقاد کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ ام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی دو شریعتیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۳

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

دب اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي وَاخْلُ عَقْدَةً مِنْ لِسَانِي بِفَقْهِي قَوْلِي  
۱۔ آپ نے لکھا ہے ”وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون میں آیات میں۔“ آپ  
میں آیات ہی نقل کر دیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مردوں میں شامل نہیں۔ اگر  
آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف پارہ، سورۃ، رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲۔ آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں  
کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کردہ کی تردید بھی کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ  
کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح علیہ السلام پر پیش نہیں کی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے مراد اَلْمَتْنِي ہے۔ قرآن شریف کہتا

۱۱۔ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کریم سے وفات ابن مریم ثابت  
ہوئی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام ثابت ہے اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں۔ ۲ مرتب

۱۲۔ قادیانی منظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۳ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا کیونکہ اسلامی منظر کا مطلب یہ ہے  
کہ وہ اپنی منظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث  
سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو لفظ ظاہر و لفظ باطن سے وفات ابن مریم کو ثابت کرے جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔

۱۳۔ قادیانی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت اَللّٰهُ يَتَوَفَّي الْاَنْفُسَ جِئْنِ  
وَدَّعَا اور تَوَفَّيْتَنِي سے معنی انتہائی مراد ہے مسیح ہیں اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو فساد میں ڈالنا چاہتا اور نہ  
مال صاف ہے کیونکہ جب اسلامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یہ لکھا ہے کہ تَوَفَّيْتَنِي وَتَوَفَّيْتَنِي مُتَوَفِّكَ  
وَالْمَلِكِ اِلٰهِي کے وقوع کا بیان ہے تو چند مع الرفع مراد ہوگی جو حد فاصل بھی ہے۔ ۲ مرتب

ہے کہ مسیح کی صرف دو حالتیں ہیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل توفیٰ ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی توفیٰ نہیں پائی گئی۔ اور پہلی حالت کا اختتام توفیٰ سے ہوا جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ مَازْمُٹ کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے۔ اور یہ قرآن مجید کے الفاظ لَا نَأْخُذُهُ سِنَةً وَلَا نَوْمًا کا ترجمہ ہے جو مَازْمُٹ کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے دوسرے توفیٰ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی توفیٰ ایسی ہے جو بار بار آتی ہے۔ اور موت کے وقت جو توفیٰ ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ توفیٰ ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوگی۔ کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے، اس لئے وہ موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴..... آپ! لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔ اس کے لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔ اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی۔ مگر مسیح علیہ السلام نے جو جواب میں اس کا

اس مضمون کی تردید ہو چکی ہے لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت الخاطب تمام اس طرح ہے۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَئِنَّا نَجْعَلُكَ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَنْتَ الْكَافِرُ مِنْ ذُرِّيَةِ الْإِنْسَانِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِشَيْءٍ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتُمْ تَعْلَمَ مَا لِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا لِي نَفْسِي إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ رَبَّنِي وَزَجَّجُهُمْ وَأَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُفِنْتُ بِهِمْ فُلَّمَا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنَّ تَعْبُدُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَبِإِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ (عائدہ) اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور دیکھو آیت فَكُنْتُ لِلنَّاسِ آيَةً اور دیکھو مَا لِي نَفْسِي لِي أَنْ أَقُولَ اور دیکھو إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ اور دیکھو مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ اور نہایت روشن ہے کہ سوال قول سے ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق۔ اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔ ۱۲۔ مارج

دیا۔ تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔ اگر جھوٹ تھا تو (نعوذ باللہ) نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ توفیٰ تینی کے معنی نیند کرنا بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی توفیٰ کے اس وقت آتے ہیں جب کوئی قرینہ منام یا لیل وغیرہ ہو۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہے اور پھر سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور توفیٰ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے امانت کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مال پیش کرو۔ اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ تَوَفَّيْنِي مُسْلِمًا اور تَوَفَّيْنِي مَعَ الْآلِیِّیْنَ اور اِمَّا تُرِيدُكَ بَعْضَ الَّذِیْ اَعَدَّهُمْ اَوْ تَوَفَّيْنِکَ وغیرہ۔

۱۔ قادیانی مناظر کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ توفیٰ نیند کے معنی میں ہوتا ہے بوجہ ضرورت قرینہ کے اور امانت کے معنی میں امانت ہے بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کیونکہ آیت اللہ یُتَوَفَّی الْاَنْفُسَ جِئْنِیْ وَهَآ اَلْبَیْیَیْ لَمْ تَمْسُکْ فِیْ مَنَاصِبِهَا فَتَمْسُکُ الْبَیْیَیْ قُضِیَ عَلَیْهَا الْاَمْنُوتُ وَیُؤَسِّلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّیّ ثابت ہے کہ توفیٰ کا حقیقی معنی اور موضوع امانت نہیں ہے نہ امانت کیونکہ اگر توفیٰ کا موضوع امانت ہو تو پھر جِئْنِیْ وَهَآ اَلْبَیْیَیْ لَمْ تَمْسُکْ اور اَلْبَیْیَیْ لَمْ تَمْسُکْ اس لحاظ سے کہ یہ الانفس پر محظوف ہے۔ اجماع صمدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا وہو باطل۔ پس ثابت ہوا کہ توفیٰ کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں، نہ امانت و نہ موت موضوع لہ ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ توفیٰ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور سوال انسان یا روح ہو تو اس کا معنی قبض روح یا امانت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا اعتراف ہے کہ توفیٰ کے حقیقی معنی مانت کے نہیں درندان قیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی و تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین اس امر پر بڑا جوش و خروش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ توفیٰ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول وی ان ہو تو اس جملہ قبض روح سے متنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور و جوش ظاہر کرنے سے مرزا نیت کو کوئی ناکام نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایک بمعنی مصیبت کیا جائے تو پھر بھی روئے تو اجماع عربیت یہ آیت توفیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی ہے اور اگر توفیٰ تینی بمعنی امانت ہے تو پھر بھی بروئے اللہ کا پتہ کیا کہ یہ آیت مخاطب حیات ابن مریم پر دلیل نہیں اور ایسا یہ آیت مخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت توفیٰ اور آیت مخاطب کے متعلق متصل تقریر بیان ہو چکی ہے۔ پھر مرزا کیوں کو اس زور و جوش سے کیا فائدہ ہوا۔ ۱۲۔ مارج

۶..... آپ لکھتے ہیں: "اگر تَوْفِیقِیُّ سے مراد اَمْتِیُّیُّ لی جائے نہیں معلوم کہ جناب مفتی صاحب نے اَمْتِیُّیُّ کیسے لکھ دیا؟ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اَمْتِیُّ کو سَفِیَّت کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ سَفِیَّت واحد مخاطب مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انہوں نے اِمَاقَۃ سے بھی اسی وزن اِمَاقَۃ بروزن سَفِیَّۃ پا کر واحد

قادیانی مناظرے پر وہ دن کی تقریروں میں مطلقاً عموماً بکثرت ملا کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا لفظ پر حاکم حفاظ بے اختیار دہرائے گئے کہ اسے قادیانی صاحب نے قرآن مجید کو تو جھج پڑھو۔ مگر وہ بچارہ کیا کرے کہ جھج پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ اور جو ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظرے بجا واحد بیٹ لکھ لیا، المبرء ما فوقی کوئی واحد لفظی نہ کیا۔ اور اصل موضوع پر بلا طمعانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظرہ موضوع منظر کے متعلق جب کاغذ لکھ لیا تو اس نے یہ مسئلہ اَمْتِیُّیُّ و اَمْتِیُّیُّ کا پھیل دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظرے آپ نے دولت ابن مریم میں ایک دلیل فلانما تَوْفِیقِیُّ... یعنی بھی پیش کی جس کے جواب میں اس نے منظر تھا دارا کر تَوْفِیقِیُّ یعنی انسانی، توفیق اس کی یہ تردید ہے اور اگر تَوْفِیقِیُّ یعنی اَمْتِیُّیُّ ہو تو اس کی یہ تردید ہے جس سے اسامی مناظرے کا یہ مطلب تھا کہ اگر توفیق یعنی خدہ توفیق یہ جواب ہے اور اگر توفیق موت توفیق یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظرے کا یہ واحد کہنا اس کی لڑنے کے یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چسپاں نہیں لیس من داب المحصلین والمناظرین بل من داب المجادلین والمکابرین اور نیز یہ تلفظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں صحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر صلب اصل میں اَمْتِیُّیُّ ہے جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تہ کو تہ میں ادغام کیا جائے تو اَمْتِیُّیُّ پڑ جائے گا اور اگر تہ کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو اَمْتِیُّیُّ پڑ جائے گا۔ اور دو حرف ایک جنس میں سے ایک حرف کا یاء کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لئے انت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ اصول اکبری میں ہے "وہ بدل سے آید از یکا از دو حرف یا سه حرف تصعید ہوں دینا از اصلہ دفتار و اصلت اصلہ المثلت وقصبت اصلہ قصصت" انتہی۔ اور شافعی میں ہے "والیاء بدل من احد حوئی المضاعف نحو الملیت وقصبت انتہی" قادیانی مناظرے نے یہ مجادلہ کے رعب میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی جیسا کہ مفتی صاحب اسامی مناظرے قرآن کریم کے فقرہ بَلْ وَفَعَلْنَا اللّٰہُ الْاَبَدِیُّ کے ساتھ رد سے بنی ابطالیہ و تضرع دوسریں مذکورین کے تحت میں رد کرنا دھڑی حیات صحیح ابن مریم ایسا ثابت کر دیا ہے جس کے جواب دینے سے قادیانی منظرے میں بلکہ کل کی کل قادیانی جہانت عاجز ہو گئی ہے۔ دیکھنا ہی قادیانی منظرے میں ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ دوسریں مذکورین کے تحت رد کرنا دعویٰ ذات صحیح ابن مریم ایسا ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم انسانی منظرے عاجز ہو جاتا اور تمام حشرین پر روشن ہے کہ قادیانی منظرے کے طول و طویل خیالی و وہی و حکموں کو اسامی مناظرے دوسریں مذکورین کے تحت میں رد کرنا فقرہ قرآن کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظرے منظرہ پر باور قادیانی مناظرہ مذکور حقیقت میں مجادلہ کا بڑا کردار رہا۔ امر ہے

جناب ماضی کا صیغہ اَمْتِیُّ بنالیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ اِمَاقَۃ میں ہمزہ زائدہ ہے اور لہذا میں سین اصلی ہے۔ اس لئے یہ لفظ اَمْتِیُّیُّ نہیں بلکہ اَمْتِیُّیُّ ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا کیونکہ انہوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

پھر آپ نے اِذَا قَالَ کے معنی استقبال کہہ کرنے سے سنے مثال میں اِذَا الْاَعْلَاقُ کو لیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اَعْلَاقُ فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر نہ تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا اَلَاَعْلَاقُ اسم ہے یا فعل۔ اور نیز اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انہوں نے قیامت کے دن اپنی برست کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔

اسامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں پان تردید کی ہے کہ قادیانی مناظرے میں کہاں گئی کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس طرح لکھا ہے۔

"اور اِذَا استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ فَمَنْ تَوَفَّیْ اَعْلَاقُ اِذَا الْاَعْلَاقُ فِیْ اَعْلَاقِہُمْ۔ اس میری عبارت صاف طور پر ظاہر ہے کہ اِذَا الْاَعْلَاقُ مثال اِذَا کے لئے ہے۔ ماضی کے لئے ہے۔ اور ماضی کا فعل استقبال آنے کے لئے اس لئے اپنے ہی پرچہ نمبر ۴ میں فقرہ غیرہ کے ساتھ مثال دی ہے۔ لیکن قادیانی منظرے کا اِذَا الْاَعْلَاقُ میں ماضی کا ذکر کرنا زائد ثابت ہے۔ ۴ امر ہے

۱۔ جناب من اسلامی مناظرے کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفا کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے سبحان اللہ۔ صداقت کا آپ اپنے انوار و تجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا۔ دیکھو کہ قادیانی منظرے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ یہ واقعہ قُلْتُ لِبَنَاتِیْ اَتَجِدْنَہُنَّ۔ صبح۔ قیامت کو ہوگا جس سے حضرت علی علیہ السلام کی آج واقعہ ثابت نہیں ہوتی۔ اسی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام منظرہ فرمایا۔

میں میری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے      نور کس طرف ہوگا جسے روشنی نے گھیرا ہے  
وہی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے      کوئی شیر جا دھوڑو کہ تو بھی اک شیرا ہے  
نام میرزا پہلے تو کر لے علم کی تفصیل      غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے







آیت وَإِذَا خُلِوا إِلَىٰ شِئَانِ جُنُودِهِمْ ہے اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔

۱۰..... جناب نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالہ کلیہ کی تردید ہے جو ہملہ سے ہو سکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالہ کلیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے جو سالہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی چاہئے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ کہ سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہئے۔ کیوں کیا موجبہ کلیہ سے تردید نہیں ہو سکتی؟ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا جان بوجھ کر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

۱۔ انہوں نے بخود اپنی مناظرے مفتی صاحب اسلامی منظر کے پرچم نمبر کی عبارت کو نہیں سمجھا یا پھر یہ خیالی، تسمیہ کی ہیں کیونکہ اسلامی منظر کی عبارت پرچم نمبر کا یہ مطلب ہے کہ جنگ اعدائیں جب یہ غلط فرائض کی کہ آنحضرت ﷺ ہو گئے ہیں اور بعض لوگوں نے فوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالیہ فقیہ کا مصادیق ہے اور آدمہ اکرام سے اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال یا باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ فوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الزمیل میں استغفرانی نہیں بلکہ جنسی اور جنس لانشرط علی مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط الاشی کے مرتبہ میں اور فقہ خلعت میں خلیلہ الرسول فدیہ موجب حملہ ہے جو قوہ موجب جزا میں ہے اور اس لیے کہ فی النفس موجب جزا ہوتی ہے اور آیت و قلقد اخینا موسیٰ الذکتاب وقضینا من بغدہ بالرسول کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسول بعینہ جمع انف واطلام موجود ہے اور یہاں استغفرانی افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آمین پر بھی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۲۔ مرتب

۱) آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر اَقْرَبُ مَاتِ پر تھی تو اس پر سوال یہ کہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ آپ ﷺ کو فوت نہیں ہونا چاہئے۔ دیکھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں یہ مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس پر یہ نظر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پر ہی تھی۔

آپؐ فرماتے ہیں: **وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... (الادۃ) قضیہ مطلقہ عامہ**  
 اور نہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو گئے۔ مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو معلوم  
 پڑے کہ یہاں ان معبودانِ باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خَلْق منسوب کی جاتی ہے۔  
 وہ عالمِ خلق سے ہیں نہ عالمِ امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس

ایک مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں دو ایسی مناظر کو ہدایت کی ہے جس سے یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **لَوْ فُتِلَ كِبَرُكَ انْكَاضَ رَأْسُكَ** اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو **رَكْعَتَا الْاَمْنِ** کے فرمایا۔ **اَيُّهَا النَّاسُ عَنْ شَاوَنَ يُعْبَدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ صَدَقَ وَعْدُ شَاوَنَ يُعْبَدُ رَبُّ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ قَدْ صَدَقَ وَعْدُ شَاوَنَ** (مواہب لدنیہ) ۱۷۸ ص ۱۷۸

ما مناظرے اپنے پرچم پر اس دلیل یعنی وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَسْتَعِظُونَ أَيُّهَا الْيَهُودُ (صل) کا جواب دیا ہے اور پھر اسلامی مناظرے اپنے پرچم پر بھی لایا، عمر کی من گھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو حیثیت کا اقوم غافل ہے۔ ان معبودات بطلان میں داخل ہے۔ اس آیت میں بیان ہے کہ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ یہ معبودات روح القدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسم موصول میں محمول ہے اور وہ دینی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالم خلق سے ہے نہ مرتبہ عجیب بات ہے۔ کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالم خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کہ تم معبودات بطلان کی معبودیت کو کئی رنگوں میں پالش کیا ہے۔ اول اس طرح کہ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا یعنی وہ چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ وَهُمْ يُخْلَقُونَ یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر یہی دو حق من الاموالیات مرتب آئے والی اور معبود پر صحت کا آنا ناممکن ہے۔ چہارم یہ کہ ان کا کہ کب زندہ کیے جائیں گے اور معبود عالم الغیب والمشاہدہ سے ۱۲ مرتب



مادی نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ وَبُنَا۔ نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵..... والسلام علی وجہ بیان کریں کیوں ان دو خاص دلوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر جعلی مبارکنا میں وہ دن آچکے ہیں تو کیا یوم اموت وغیرہ نہیں آچکے ان کی وجہ ذکر بیان کر دو۔

۱۶..... آیت وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ جب یہ آپ کے نزدیک مقرر طبعی پر دلالت لے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے خُفَاةً مِنْ لَدُنَّا وَزَكٰوةً كَوْثَرًا کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یا استدلال استقرائی ہے اور استقرائی ثبوتی نہیں ہوتی ہے۔ پس اس سے اختتام کیا جاسکتا ہے کہ ویکل قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا وارد ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ فقرہ کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آئے اس جگہ خدا کو صدقہ مفروضہ مراد ہے۔ کیونکہ وقت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ ۱۲ مرتب

۱۷ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں یہ لکھا ہے۔ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم اور حدیث سے ثابت کریں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ ۱۲ مرتب

۱۸..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۹..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۲۰..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۲۱..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۲۲..... اَوْ صَانِي بِالْصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالاحمال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلْنِي مِمَّنْ مَبْرُكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔



اليواقيت والجواهر ج ۲ ص ۲۴ میں امام عبد الوہاب شعرانی نے اور مدارج السالکین میں امام ابن قیم نے اور تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے۔ تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں اور آپ نے غلی الأض کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا درست ہے اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہ کرتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام حل علی المجاز ہے اور اس کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں۔ اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰..... اور عمر والی احادیث کا بھی اس میں جواب آگیا ہے۔

اور نیز اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گزاریں گے اور باقی کہیں اور۔ حدیث میں تو مقدار رہائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔

۲۱..... معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ویسے کا ویسا ہی قائم ہے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے ان کا مروجوں میں کیا کام۔

۲۲..... طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس میں مسیح علیہ السلام کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

۱۔ اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح کا دیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے زمر میں مرزا صاحب بھی ہیں اس لئے مرزا صاحب کی عمر میں سال ہونی چاہئے تھی۔ ۲۔ مرتب علی اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابن ماجہ سے پیش کی ہے اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ اور ان کی بیوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی ان کا نزول بعینہ نہ کہ منسلک بیان فرماتے ہیں تو پھر اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ ۳۔ مرتب

روح کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو نہیں سمجھ سکے۔

پھر ذُوْخِ مَنَّة میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ان خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ کیا انصرت ﷺ کی روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی؟ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کا بقول حضرت مسیح علیہ السلام یہ درجہ مانتے ہیں کہ: شعر

صد ہزاراں یوسفے ینم دریں چا و ذقن  
واں مسیح ناصری شد از دم او بیشار

لَمَّا غَلِيهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ خُبِمَتْ بِهِ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ  
اور وَ الْمَهْدِي فِي وَسْطِهَا كَوْبُشِ كَرْنِ سَے تَوْشِيْعُوْنَ ۳ کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے  
۱۔ ذیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔  
۲۔ مسیح علیہ السلام کو مل سکتے ہیں۔

۱۔ اسی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مطاف اور مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں کیونکہ ۴۱۲ تثنیٰ عروج مروج عیسیٰ..... انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر باروح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مضاف نہ ہو کیونکہ مروج عیسیٰ میں اضافت بیان ہے۔ یعنی عَزَّجَ بِالزُّوْجِ الَّذِي هُوَ عَيْسَى..... الخ۔ یہ قادیانی مناظر کا مال ہے کہ لفظ تعبیر باروح کو اضافت کے معانی سمجھتا ہے۔ ۲۔ مرتب حسب تالیفات ہیں در نہ مرزا صاحب کے اس شعر پر غیرت نہیں آتی۔

۳۔ مسیح زامن د حکیم خدا منم محمد و امر کہ بختی باشد  
۱۔ اسی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث و کیفیت تہلک امة انا اولھا والمہدی علیھا والمسیح الخوفا میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا لازم لگایا گیا ہے۔ جناب من ہم برہوت میں کے مخالف نہیں بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔ ۲۔ مرتب اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِكُتُبِهِ وَلِقَمَنْ سَخَى فِيْهِ



چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں..... والسلام

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

مذکر جناب جماعت احمدیہ

چوہدری حاکم علی (صاحب) احمدی

پریڈنٹ

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

تحریری مناظر

دستخط

کرمد اودالمیال

پریڈنٹ

☆☆☆☆☆

۱۹ اکتوبر، ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پرچہ نمبر ۳

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالْيَاسُوتِ ط

اللہ کے اسم رافع کا معنی اعزاز دہندہ رافع روحانی اور رافع جسمانی دونوں کو لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے۔ اور اذا تواضع العبد رفعه الله الى السماء اور ولو شئنا لرفعناه بها اور في بيوت اذن الله ان ترفع اور ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواما ويضع بها الاخرين وغيرہ میں رافع جسمانی مراد نہ ہونا ہم کو مضرت نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ بِلَاحِظِ بَاقِ وَسَبَاقِ وَبِلَاحِظِ تَوَاعُدِ عَرَبِيٍّ مُجَوِّزِ ہ منظرہ رافع جسمانی مراد ہو جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا۔ اور میرے مناظر نے کوئی مثال رافع الیہ یعنی الی اللہ کی نہیں پیش کی۔ اور الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى کا معنی استواء مِنْ حَيْثُ الرَّحْمَانِيَّةِ ہے اور آپ کریم کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگائیں۔ اور تَمَّ اتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الْمَلِ کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو۔ اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے اور اس صاحب کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رافع الی اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور رافع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بل کو میدانِ علمہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ شکست کھائے گا۔ اور اس صاحب نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جناب قرآن کے

الفاظ میں بحث کریں دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ میں صفت مبطلة یعنی اَمْوَاتٌ اور صفت مشتبه یعنی أَحْيَاءٌ دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ الموصول مالا یتیم جزء الابصلة وعائد اور صنعت استخدام میں یہ ضروری ہے کہ وہ مقتضاء حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک معنی مراد لینے کو ہاں قرآن معتذر لے ثابت کریں۔ جیسا کہ

فسقى الغضا والسكينة وانهم شوبہ بین جوانحی و ضلوعی پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شوبہ آگ ہے۔ قرآن کریم نے وَقُولِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ... الآية کے ساتھ یہود کا اعتقاد بیان کر دیا تو اب تورات استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے مناظر صاحب نے تسلیم

۱۔ کیونکہ صنعت استخدام حسین کلام کے وجود سے ہے اور حسین کلام کے وجود میں یہ ضروری ہے کہ قواعد من معانی وقواعد من بیان کے منافی نہ ہوں جیسا کہ تریب لن بدیع سے ظاہر ہے البدیع جو علم بعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعایۃ المطابقة وضوح الدلالة (مطل) اور اَرْوَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّوْهُ يَقِيْنًا بَلْ وَقَعَهُ اللهُ الْاَلِيْه میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ وَقَعَهُ اللهُ الْاَلِيْه میں بلی ابطالید اور تفسر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا برو سے فن بدیع جائز نہیں ۱۲۔ مرتب

۲۔ اور عاتص فیہ میں یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَقَعَهُ اللهُ الْاَلِيْه میں ہر چارہ مرصوب متصل سے ایک معنی یعنی یعنی زندہ جسندہ العنصری مراد لینے سے کوئی قرینہ دکا نہیں بلکہ بل ابطالید اور تفسر قلب لفظی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چارہ ضمیروں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسندہ العنصری ایک ہی ہیں ۱۳۔ مرتب ۳۔ دیکھو اس شعر میں صنعت استخدام ہے کیونکہ ضمیر مجرور جو الساکنہ میں ہے اور ضمیر منصوب جو شوبہ میں ہے دونوں کا مرجع الغضا ہے اور ضمیر مجرور سے مراد بقویہ الساکنہ مکان ہے اور ضمیر منصوب سے مراد بقرینہ شوبہ آگ ہے۔ اور یہاں صنعت استخدام اختیار کرنا قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی قواعد بیان کے۔ اور نیز یہاں قرآن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں ۱۴۔ مرتب

۴۔ کیونکہ لُحَاوَاتِ اَبْرَہَمَ قَتَلُوْهُ اَهْلَ الْاَوْکَرِ ان کتیم لا تعلمون بھی تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو یہود کا وہ اعتقاد جس کی وَمَا قَتَلُوْهُ... الآية تردید ہے قرآن کریم سے معلوم نہ ہوتا جیسا کہ اِنِیْ کُتِمْتُ لَا قَتَلُوْهُ سے روشن ہے۔ اور قرآن کریم نے اس فقرہ سے وَقُولِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَمُشَوِّیِ الْاَلْفِ کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال اصحاب اربعہ عربیت سے رد و ردائی کر کے تورات کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے ۱۵۔ مرتب

ایا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے مطابق کوئی جواب نہیں بلکہ توریث میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی جرم میں مصلوب ہوا ورو لم یمسنی۔ منبر وَلَمْ اُکْ بِغِیْثٍ کی خصوصیت کے لحاظ سے حَکِیْمًا کے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی وجہ سے دوسرے پرچے میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں جن کی تردید میرے پرچہ اول میں موجود ہے۔ مثلاً لفظ نزول اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ وغیرہ میں یہ الحدید وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث: فینزل عند المنارة البضاء شرقی دمشق بین مہزودتین واضعا کفہ علی اجنحة ملکین کے معنی (استغفر الله) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دوفرشتوں کے اندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (معوذ باللہ) آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب میں جن چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور مسیح موعود بمنزلہ چاند کے ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت و مجاز بن ہو سکتے ہیں بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ لے الاعتبار لعموم اللفظ لا

۱۔ اور حالانکہ مجھے کسی نے کلام کر کے چھوایا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ ۱۶۔ مرتب ۲۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے۔ دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دوفرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ۱۷۔ مرتب ۳۔ لفظ کا عدم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی ۱۸۔ مرتب

لخصوص المورد اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امام مالک وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی کمزوری ہے کیونکہ میں تو مین حیث انا مسلم مناظر ہوں۔ پس بس۔ اور آنحضرت ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح حدیث کے سمجھیں گے اور قرآن اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ** ..... الی ..... **وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخُودَج بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ** اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کر کے اخیر میں صفت **وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ** کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر عند اللہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا

لے یہ آیت تمام اس طرح ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بَنَائًا وَنَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخُودَج بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (البقرہ) یعنی اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکر تم بھی بنو۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار دیا اور آسمان و فضا اور اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھولوں سے رزق نکالا۔ ۱۲ مرتب

ایا ہوا اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کی آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے۔ دیکھو **سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ** اور دیکھو **فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عِبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ** اور دیکھو **تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ** اور ملاحظہ ہو اضافیت عبد طرف اللہ کی اسی وجہ سے **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** گئے ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین ہیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے۔ اور ان اہمال عبودیت کے مناسب کا یہ انتقاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ

یا مال اعزاز کا مقام ہے۔ کیونکہ ملک الموت ایک اپنے مقرب فرشتے جبریل کو براہ دے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچاتا ہے اور وہ حسب ارشاد الہی دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر آیات الہیہ کا ساتھ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ درجہ کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آگیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ أَلْفَنِي فَسَيُفَعِّلُنِي فِيهِ مَا يَشَاءُ** یعنی جو میرا پیغام لے کر آئے گا وہ میرے لئے جو چاہے کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے وعدہ کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کا یہی طرف منافی کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا اور نہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے باطنی طرف اضافت نہ کرنا۔ ۱۳ مرتب

۱۔ یہ آیت اہل عمل کے ساتھ نازل ہے **فَمَنْ أَلْفَنِي فَسَيُفَعِّلُنِي فِيهِ مَا يَشَاءُ** اعلیٰ درجہ کا مقام ہے۔ اور اس کا بیان ہے کہ **فَمَنْ أَلْفَنِي** آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کا مظہر اتم ہوئے۔ **فَمَنْ أَلْفَنِي** جس آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔ **فَمَنْ أَلْفَنِي** جس نے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان مقدار و کماتوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کماتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک امام و حبیب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اتنا فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنحضرت ﷺ ممکن الوجود۔ **فَمَنْ أَلْفَنِي** یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ میں عبودیت نہیں رہی بلکہ الوہیت آئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عِبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ** اور عبدہ کے ساتھ شہادت دی کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ ۱۳ مرتب

۲۔ یہ آیت تمام اس طرح ہے **تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا** یعنی برکت والی روایات میں نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب نازل اور باطن کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی اس لئے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح دے۔ یہ بھی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔ ۱۴ مرتب

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عرض کیا **وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ**۔ اے خدا! لوگوں میں میرا ذکر خیر چلا دے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کمال عبودیت کا یہ شر ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو دلیع الذکر کر کے فرماتا ہے **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** اے محمد ﷺ! آپ نے میرا ذکر کرنا نہیں کیا۔ وہ اعلیٰ درجہ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔ ۱۵ مرتب



رہے جو عیودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیات زمین پر بسر کی۔ اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے ع ملک افلاک! پر قربان ..... الخ

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے وَأَنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُضِلَّنَّ وغیرہ۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے بلحاظ قواعد نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق منظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا فَاِنَّ تَنَارَ عَذْمٌ..... الآیہ ۱۱ کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے۔ اور یہی حال لَتَهْدِيَهُمْ مَسْجِدَنَا..... الآیہ کا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی۔ اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب مدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابعی کا نام اور ذکر کیوں کرتے ہیں اور حضرت

۱۔ نکلنے کے ایک ہفتہ کے بعد حضرت علیؑ کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدیؐ کا عظیم ہوا۔ اور وہ پختہ صاحبِ نبوت فصیح شاعر تھے۔ انہوں نے یہ اشعار صورتِ محسن فرمائے:

ملک الملک پرتوہاں دین پرنازیں صدقے  
جہاں کے خورہ قرباں زمانہ کے حسین صدقے  
دواں قرباں نہیں صدقے مکان قرباں نہیں صدقے  
میرا دل ہی نہیں قرباں میری جانا ہی نہیں صدقے  
نیاز و کشمندی پر اللہ العالیں صدقے

۷ آیت اس طرح ہے۔ فَلَنْ نَنظُرَهُمْ طَعْنًا خَفِيًّا فَرَفُودًا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ لِنَعْلَمَنَّهُ تَوَكَّلُونَا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کر دے تو اسے اللہ (قرآن اور رسول و حدیث) کی طرف لے جاؤ، اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر  
ایمان لائے ہو۔ بعد یحقر آن کریم کا یہ فعلی فیصلہ ہے کہ امر متنازعہ فیہ اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق  
اس تنازع و اختلاف کو رفع کر دو اور تم مومن نہ ہو گے۔ اور قادیانی مناظر نے اس قرآنی فیصلہ کا ٹھوکر کھانا ہے اور نہ ہی اسے  
شرائط مجوزہ کا پس خاٹہ کیا ہے۔ - المرتب

ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابی کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں دیکھئے:

عن ابن عباس رضي الله عنه وإن الله رفعه بجسده وإنه حي الآن وسيرجع إلى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد ج ١ ص ٢٦)

اور الی یوم القیامۃ کا مطلب حسب قواعد عربیت یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جائیں گے۔ اور آیت اَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ سے مراد طول زمان ہے اور نہ یہ آیت اس آیت کے متعارض ہوگی هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّيْنِ كَلِمَةً۔ کیونکہ مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے (چشمِ سمدت) سبحان اللہ جن باتوں کا جواب مکمل طور پر چہ نمبر امیں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی ہوئی پیش کی جاتی ہے اور واہ واہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں، اور براہین احمدیہ کی عبارت پیش کرنا خلاف شرائط نہیں، کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں، ”معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متوالی خدا ہے“۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں اور آپ مرزا صاحب کا کوئی قول مجھ پر رجعت نہیں قائم کر سکتے۔ اور قَوْلٌ لَّ وَجْهِكَ شَطْرُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادات سے ہے اور تمویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے

۱۲ ترجمہ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس قدر العنصری اٹھایا ہے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پس بار بار انہوں نے بحرِ موت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔" ۱۲- مرتب

اس کا بے شمار حصہ حضرت علیؓ کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ ان کی طرف سے ہوں اس قدر نادران دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار بیڑ پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی انا سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے (حشر)۔

حضرت مہدیؑ ص ۳۶، ۳۷ مرتب

۳ یعنی ہر اے محمد ﷺ اپنے چہرہ کو مسجد قرام کی طرف کر دے۔ ۴۰ متر قب



مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بر اصل جا رہے ہیں۔ اور انہوں نے میرے پرچہ نمبر ۱ کا کوئی جواب نہیں دیا آخر گھبرا کر تورات مخرف کتاب کو اپنا لٹا قرار دیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اور آیت حتیٰ اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا تَحْلُمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (مومن) میں خالمین کا ذکر ہے۔ اور نیز اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر موت آ جائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو یہ آیت شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کَلَّا کو ابن مریم علیہما السلام کے لئے کَلَّا کہا اور چونکہ ابن مریم علیہما السلام کی نو بین ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم علیہما السلام اس کے مصداق ہیں اس لئے مطابق جزاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا۔ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہے۔ اور یہ کَلَّا ان کے لئے کَلَّا ہے۔

دستخط : مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط : مولوی غلام محمد

پرنٹنگ اسٹریٹ اسلامی جماعت

لاہور ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

لے لیٹی جس وقت تمہارے ایک پر موت آ جائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لوٹا تا کہ میں اعمال صالحہ بجالاؤں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک بزرگ ہے قیامت کے دن تک۔ ۱۲ مرتب

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۴

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ..... الآية

مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔ حالانکہ میں شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف لے کر رہے ہیں۔ مثلاً مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اول کا قول اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

مفتی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بھی اس کی بڑی تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے پیروں نے بیان کرتے ہیں وہ ہم پر بحث نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی ملت الہام ہے اس لئے وہ ہم ہیں جب سے ہی وہ اپنے زعم میں نبی ہیں۔ اور بوقت تعریف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملے تھے۔ اور نیز مفتی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے لکھا ہے "میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ "مخ" جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزامی نہیں کی بلکہ مرزا کی ہر گز جھٹکائی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر ۲ کے مطابق ہے اور کمال قادیانی نے کیا ہے کہ شرط نمبر ۱ کا یہ مقتضا تھا کہ زمرہ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کی جائے۔ لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا قول "رنگی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر کے خلیفہ مولوی نور الدین صاحب کی باتیں سنی میں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی دین نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے بلکہ اس سے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲..... آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام ذافع رفع جسمانی اور روحانی دونوں کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رفع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو جس میں الہی ابھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت والوں کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام ذافع کے معنی چاہے صلہ الہی ہو یا نہ ہو اس کے معنی رفع جسمانی کے نہیں ہوتے۔ اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ الیہ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں کہ آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہیں۔ اس سے روح کا علیین میں لے جانا ہی مراد ہے۔

پس حضرت مسیح موعود کا قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور  
 اِلٰی تُو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً اِنِّیْ سَلِّیْہَا جَزِیْرَۃً اِلٰی رَبِّیْ اور اَوْفِیْہَا اِلٰی اللہ اور  
 اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اَتُوْبُ اِلَیْہِہِ وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں پس اِلٰی کا  
 ۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پچھترہ میں پھر دوبارہ قادیانی منظر کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام  
 رافع جسمانی اور رافع روحانی دونوں کو شامل ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رفع جسمانی یا رفع روحانی  
 کرے تو اس رفع کو اعراف ازلازم سے جو معنی نکلتی ہیں اوردی نام و ظروف دونوں معمار اہمیت کے ہیں جیسا کہ قرآن میں مصرع  
 ہے۔ اَوْرَبْنَا رُفْعَۃً اِلَیْہِہِ شِیْءٍ رَفَعْنَا جِسْمَانِیًّا وَاَعَزَّ ذُوْا رُفْعَۃً مَعَامِرِہِیْنَ ۱۲۰ مرتب

علاء الدین نے قادیانی مناظر صاحب آپ کے کہہ دیا اور آپ پر انہوں نے مرزا صاحب نے فقط علیہ کا لفظ ہی نہیں کہا بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے، اور پھر قادیانی منظر علیہ اور آسمان میں غیرت سمجھی ہے حالانکہ حدیث میں بروایت براء ابن عازب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا روح فرشتے کے گزرتانوں سے گزرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اکتوب اکتوب عبدی علی علیہ اور علیہ ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۷) ۱۲ مرتبہ حج اسلامی منظر نے اپنے پچھترہ کتب میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایک مثال نہیں جس میں رفع الی اللہ دعویٰ الی اللہ یا صعود الی اللہ ہو اور مراد الیٰ غیر السماء ہو۔ ۱۲ مرتبہ

ت نہیں کرنا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر فَمِ اتَمُّوا الصِّيَامَ اِلٰی اللّٰلِیْلِ میں نے بتایا ہے کہ مائتوں آسمان تک جانا چاہئے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں۔ اور مانتے ہیں کہ استواء صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے اور صبح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت بہت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

آپ نے بل کے متعلق لکھا ہے اور میں نے جو معنی کے ہیں وہ بل اضرایہ کے لئے لکھا ہے۔ کیونکہ مسلمان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ”استثناء کتاب“ کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا

ہی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی منظر نے اپنی تائید میں آیت فَمِ ابْصُرُوا  
سَمَاءَ إِلَى إِلَهِكَ يُدْخِلُكَ فِيهَا مِنْ حُبٍّ اَلَيْسَ لَهَا شُكُوفٌ اَلَيْسَ لَهَا عِشَابٌ اَلَيْسَ لَهَا عِشَابٌ اَلَيْسَ لَهَا عِشَابٌ اَلَيْسَ لَهَا عِشَابٌ  
ہم یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات ہوتے ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب شام ہمارے گزر جائے  
تو کے اخیر ہر دوں افطار کرو۔ اور یہاں آیت تِلْكَ رُفْعَةُ الْفَلَكِ بَقِيَّةً سے جب الی السَّعَاءِ مراد ہے اور مدخل الی کو  
سعاء ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رُفْعُ الی السَّعَاءِ ہو یہ ضروری نہیں کہ ساتویں آسمان پر رُفْعٌ ہو۔ اور قادیانی مناظر  
الغرم (اور مسج) کا آسمان پر لے جانا بھی حضرت رحمانیت کے تحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر ہی کیوں  
لے جایا گیا)۔ یاد دہینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب تجلیاتِ رحمانیہ کا ثبوت راہی میں مضمود ہے کہ مسج کا دوسرے  
ان سے اوپر لے جایا گیا ہو ۱۲ مرتب

اس مبارک سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حادیاتی مسائل کے نزدیک نبی اہل بیت ہے اور نبی انصاریہ اور ہے حالانکہ درخت چیت

ماہنامی مظاہرے پر چند سیرہ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ تورات کا ہم نے مطالعہ کیا تو اسے لیکن قرآن کریم کی آیت سے  
سئلوا اهل الذکر ان کتبنا لتعلمون میں فقرہ ان کتبنا لا تعلمون تورات کی طرف اس مانعین فیہ میں  
دفع کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہ دو کا وہ عقیدہ جس کی ہونا قبول ہو۔۔۔۔۔ الایہ تردید سے قرآن کریم نے اپنے اس  
آیت سے وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ۔۔۔۔۔ الایہ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے اور نیز قرآن کریم میں ہے  
اما جواز الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم  
او ارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لہم حوزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم  
(اندرج) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان کی جزا جو خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد دیتے ہیں ہے کہ ان  
کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکا یا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الگے کٹ دیئے جائیں یا ان کو جلا وطن کیا جائے یا ان کو قتل  
نہیں خوار کر دیا ہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہو گا۔ دیکھو کہ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (جاری)

جائے گا اور صلیب پر جو لٹکا یا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ اور آیت ۱۷ فَاَسْلَوْا اَهْلَ الذِّكْرِ پر ہی غور کر لیتے۔ علماء اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور سُلَّ بِنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک آیت اس میں سے محرف و مبدل نہیں اور قرآن مجید سے بھی ان کا یہی مقصد ظاہر ہے۔ یعنی وہ آپ کو جھوٹا قرار دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور خدا نے بَل کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور بَل سے ترقی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ (ما حدیثہ وسلم اثبات)

(بیت) لعنتی ہونے کا باعث جرم و معصیات ہے نہ صلیب پر لٹکا کر اراج نہ اور نیز تو رات محرف منسوخ شدہ میں مطہات قتل بالصلیب کو جو جب لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی سخت جرم و عیب بالصلیب کی مراد میں معلوم ہو گیا کہ سیاق و سباق عبارت سے ظاہر ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۲۰۳) اور یہود کا رسول اللہ بنی اسرائیل اور استہزاء و افتخار ہے اور نبوت و قس میں منافات نہیں جیسا کہ اَلَّذِیْنَ قَاتَلُوا قَتْلَ الْقُلُوبِ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ سے ظاہر ہے کیونکہ اس آیت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت یا قتل سے یہ بات نہیں ہوتا کہ یہ فوت شدہ یا مقتول ہی نہیں تھا ۱۲ مرتب

۱۷ قادیانی مناظر نے یہاں فَاَسْلَوْا اَهْلَ الذِّکْرِ لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا اخیر فقرہ اِنِّیْ کُفُّنَہُ لَا نَعْلَمُوْنِیٰ بعد مضمون کے قصہ نو کر نہیں کیا۔ اس معادلہ میں قادیانی مناظر کی عین وہی مثال ہے جو کسی نے ایک بے شمار کو کہا کہ تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے تو اس نے نماز لے لیا کہ قرآن کریم کا یہ فقرہ لَا تَقْرَؤُا الصُّلُوٰۃَ تو سن نہیں پڑھا تو اس شخص نے کہا کہ آگے بھی پڑھو اَلْقُرْآنَ سُبْحًا وَّیَوْمَیْ تَبْعُہُ تَنْزِیْلَہُ کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ پر بھی قتل ہو تو قیمت ہے۔

۱۸ قرآن کی ہر ایک آیت کے محرف و مبدل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت معادلت فیہ غیر محرف و غیر مبدل ہے۔ یہ قادیانی مناظر کو درمیان اس بلی کے جواہر کے لئے ہے اور اس بلی کے جو ترقی کے لئے ہے تمیز نہیں۔ میں آپ کو فرق بتا رہا ہوں۔ بَل انصاف کیلئے آتا ہے اور اس سے مراد کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے اور اس بلی کو ابطال کہتے ہیں۔ جیہ اَمَّ یَقُولُوْنَ ہَمْ جُنْدَ بَلٍّ بَجَاءَ عَلَیْہِ بِالْحَقِّ اور مَا فَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلٍّ دَفَعَ اللّٰہُ اِلَیْہِ اور کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے اور اس کو بَل ترقی کہتے ہیں جیسے قَدْ اَخْلَجَ فِیْ قَوْحِیْ وَذُکُوْا سَمَّ زَوْبَہُ فَصَلِّیْ بَلِّ غُوْفِرُوْنَ اَلْحِیْوَةُ الدُّنْیَا (مفتی)

خاص قابل توجہ

قادیانی مناظر نے رد و ابطال و مناظر و مطبوعہ اراذل کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھتے ہیں مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جہاں بھی ہو تو اس وقت بَل ابطال ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَخَا یَشْعُرُوْنَ اَنِّیْ اَنۡیٰی یُّعَذِّبُوْنَ بَلِّ اِذْ رُکِنَ جَلَدُہُمْ فِی الْاُخْرِیۃ اور صریح خلاف ہے (کیونکہ یہاں بَل ابطال لے کر سختی درست ہو نہیں سکتی)

قادیانی مناظر کا یہ زوال و جہل مرگب ہے

کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب انجائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا لیکن ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا جس سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں شعور مٹنے کو بلی طس کر رہا ہے جیسا کہ وَخَا یَشْعُرُوْنَ اَنۡیٰی یُّعَذِّبُوْنَ بَلٍّ دَفَعَ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں قتل مٹنے کو بلی باطل کر رہا ہے۔ (جادی)

اس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ سے قرب ہیں۔

اور آپ نے پہلے پرچہ میں جو ”احمد الوصفین دوسری وصف کا مضمون نہ ہو“ لکھا ہے۔ اس جگہ مضمون نہیں ہے، کیونکہ قتل بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی قتل کے بھی۔ خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے اس میں نہ صرف یہ کہ لازم ہونا نہیں بلکہ شدت موجود ہے۔

پس آپ ۲ ایک ہی مثال پیش کریں کہ خدا تعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس

(بیت) اور اس آیت میں اِذْ رُکِنَ یعنی جہالت کو بلی ثابت کر رہا ہے اور شعور و جہالت دونوں ضد ہیں جیسا کہ فعل المصحح اور دفع المصحح بحسبہ العنصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ وَخَا یَشْعُرُوْنَ لکھا شعور آپ سے ہماری تائید کر لی ۱۲ مرتب

۱۷ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں یہ لکھا ہے (اور یہ اس بدیہی ہے کہ رفع روحانی و ازالہ اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول متفرجین سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ مطلق قتل روحانی لازم ہے بلکہ فعل المعقوب الا للہی کو لازم ہے اور معادلت فیہ میں بھی قتل اس کا ذکر ہے جو متفرجین سے ہے۔ یہ قادیانی مناظر کی عدم ایماقت کے متنازع ہیں یا اس کی گھبراہٹ کے شرات ہیں ۱۲ مرتب

۱۸ قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ قائل و رافع ہو اور انسان ذی روح مفعول و مرفوع ہو اور مراد دفع الہی السجاء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں مبلغ پچاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ اَلْمُخْطَرُ لَا یُفَرِّقُ بَیْنَہُمَا فَمَنْ رَفَعَهُ اِلَیْہِ مَدْرَۃَ الْمَمْنَعِیۃِ اس فقرہ میں وَفَعَلَ اَمْرٌ چھٹی جہول ہے لیکن درحقیقت اس کا قائل خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خُلِقْتُ مِنْ خَلْقِ اِیْہِ اِیْمَل ہے جس کا قائل سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ ولسکا وہی ہی دفع الہی سدودہ المصلحی ایسا فعل ہے جس کا ذمہ بغیر خدا تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مراد انسان پر لے جانا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض انقطاع نے فرمایا کہ پچاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینے پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی رد و ابطال مناظر مطبوعہ اراذل کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے ”مفتی صاحب کبھی کوئی ایک مثال دفع کی پیش نہیں کر سکتے جس میں خدا تعالیٰ قائل ہو اور مفعول ذی روح و ہر دفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ انسان پراختہ ہو۔“ (جادی)



کے معنی آسمان پر لیجاٹا ہوں، لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کر سکیں گے۔ اور آیت اہل  
 اَحْيَاءُ میں بَلْ هُمْ اَحْيَاءُ ہے۔ میں نے یہی پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مَقْتُول  
 کہنے سے انکار کیا گیا ہے آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور، اور اگر ا  
 ہے تو ہُمْ کی ضمیر کا مرجع اور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں صنعتِ استدھام میں قرینہ ہونا ضروری  
 ہے تو اس میں قرینہ یہ ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر تجسم غصری جانے کے  
 عربی زبان کے رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور میں نے یہ کہا تھا کہ زول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنی ہوں۔

(ایضاً) اور وَفَعْتُ الٰہی ذبی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں دوسرا معراج کا واقعہ غور پر بحث ہے۔ اس سے  
 متعلق چند اسرار قابلِ توجہ ہیں (۱) یہ کہ فاعل صاحبِ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ لہم وَفَعْتُ  
 الٰہی سدرة المنہی پیش کیا ہے جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی ضم  
 کے ساتھ آسمان پر اٹھا، ہیں۔ (۲) یہ کہ فاعل صاحبِ اسلامی مناظر نے فقرہ وَفَعْتُ الٰہی سدرة المنہی پیش کیا ہے۔  
 وَفَعْتُ الٰہی ذبی جیسا کہ فارسی مناظر نے لکھا ہے (۳) یہ کہ وَفَعْتُ اگرچہ اضافی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس رفع  
 فاعل خدا تعالیٰ ہے تو لکھنا بیانِ دو چکا (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اس فقرے لہم وَفَعْتُ الٰہی سدرة المنہی  
 کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہوا یا عالم ردیہ میں ہو دونوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے  
 اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے نہ غیر۔ ۱۲ مرتب

ایہ آیت تمام اس طرح ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءُ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ)

اور اسی میں بَلْ اَحْيَاءُ ہے نہ کہ بَلْ هُمْ۔ ۱۲ مرتب

یہ یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مَقْتُول کو اموات کہنے سے نفی کی گئی ہے اسی جسم مَقْتُول کے لئے اسیہ و بہت کیا گیا  
 ہے۔ ۱۲ مرتب

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ اُفْعٰہُ اللّٰہُ الْاَلِیْہِ میں صنعتِ استدھام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ بلی ابطال اور قصر قلب  
 اس بات پر قطعی فرمے ہیں کہ یہاں صنعتِ استدھام نہیں۔ ۱۲ مرتب

یہ اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے نہ ہم پر۔ اصل بات یہ ہے کہ  
 آنحضرت ﷺ کے فقرے بعدِ دفن معنی فی قبوی میں چونکہ قبر کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے بعد ہیں اس لئے اس سے قد  
 مجاز اختیار کی جائے گی کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیانِ مجاز اختیار کرنا ہرگز چھوٹیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد  
 لیا جائے۔ ۱۲ مرتب

کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں۔ اور نہ معنی  
 اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے۔ اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہ صدیقہ  
 رضی اللہ عنہا کی حدیث کی کی ہے اُس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا، لیکن حدیث  
 ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دفن ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے  
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے اور آپ کا اپنی خواب کو

۱۱۔ اب لدیہ میں ہے ثم قالوا ابن ندینونہ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما ہلک نبی  
 الا بادلن حیث تغضب روحہ وقال علی وانا ابضا سمعتہ (مواہب لدنیہ ص ۵۰۰ جلد ۲) یعنی آنحضرت  
 فوت ہونے کے بعد صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں  
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوا مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کا روح قبض  
 ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ دیکھو کہ آنحضرت ﷺ کے دفن  
 اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب نہیں پیش کی جاتی۔ اور قادیانی مناظر نے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ اور حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ  
 حلقِ بطور حکم ایک دعویٰ بار رکھل پیش کر دیا ہے نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا اور نہ ہی  
 اس کا۔ اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور جس پر  
 اصحاب و عنوان اللہ علیہم اجمعین کا آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بالاتفاق اجماع ہوا کہ چنے کی کا یہ نشان ہے کہ وہ  
 اس جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی ۲۰ بعد اری  
 رومی بن گیا ہوں فوت تو وہیستے ہوئے لاہور میں اور مدفون ہوئے قادیان میں۔ کیا یہ واقعہ مرزا جی کے جھوٹا ہی  
 قادیانی ثبوت نہیں؟ اور بعد مرنے کے مرزا جی کی لاش کو لاہور سے لا کر قادیان لانے کے لئے سوائے ریل کی کس توجہ  
 کا کوئی کے اور کوئی سواری نال کی مال کد اپنی تہنیفات میں مرزا جی ریل کو جال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص  
 مرزا جی کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو جال ہی کے گدھے پر سوار ہونا نصیب ہوا  
 اس شخص بقول مرزا صاحب سچا سچ ہو سکتا ہے یا پورا پورا جال؟ مرزا جی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے اس بات کو آپ خود ہی  
 اس اور اپنے ضمیر سے جواب لیں ففکروا فی انفسکم افلا تعقلون؟ ۱۲ مرتب



پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لئے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ﷺ ہی مراد ہیں۔ اور خلیفہ الاول نے جب خود ہر جگہ کی تفسیر کر دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لیجانا تو بڑی بات نہیں اچھی ہے تو وہ ان کی عبودیت کے نتیجہ میں ہی تو ہے۔ اور آیت اِن مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْسَ لَهُنَّ اُورَ لَيَقُولُنَّ کے معنی استقبال کے لئے کرکچھ بھی نہیں بنتے۔ اور آیت لَتَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لئے جائیں صحیح نہیں۔ قرآن مجید نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ

۱۔ فقرہ (ہر جگہ) کے حلقہ اسلامی مناظرے تفسیر نہیں کی جاتا تھا ہے الا اعتبار لعموم اللفظ لانه خصوص المورد ۲۔ عرب ۳۔ قاری منظر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ فضیلت کا سبب کمال عبودیت ہے۔ نہ آسمان پر اٹھانے جانا ۱۲۔ مرتب ۱۳۔ اس عبارت میں قاری منظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں جس کو میں اپنی تائید میں پیش کر سکوں۔ اور اس بات پر ہے کہ اہل عرب کو قواعد عربیت کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور لَتَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں بھی استمرار استقبالی ہے۔ ۱۴۔ مرتب

۱۵۔ قاری منظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ سے تجاوز کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مُبِينَتُكَ پیش کرنے میں شرط نمبر ۳ سے تجاوز کیا ہے لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو مُبِينَتُكَ کی تفسیر مُبِينَتُكَ کی ہے اس سے قاری منظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس تفسیر کو اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت یا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَدْ كُنْتُ خَلْقًا مِمَّنْ قَدْ خَلَقْتُ الْاِنْسَانَ وَالْاَنْفُسَ وَالْاَفْئِدَةَ (نمل) یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری دلوں کے بیجوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں داؤد عاقل ہے اور مضمون اخراج من بطون الاممات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جَعَلَ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ذکر میں مؤخر لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے، اور دیکھو وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ (سورہ بقرہ) وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (عراف سورہ بقرہ) کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطّہ ذکر میں مؤخر ہے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں داؤد عاقل ہے۔ اگر داؤد عاقل میں ترتیب حکایت اور ترتیب نکل عین کا مطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ وہو کما نوحی، اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں ہر مقدم تفسیر مُبِينَتُكَ مقدم دینا ضرر ہے۔ کیونکہ اگر عقلی حکم کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور اِنْفِکَ الْاِنِّ سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عِيسَى مَکْرَبُ الْاِنِّ ہیں اور بعد الموت ہر ایک مغرب الہی کی دفع روح لی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عِيسَى کے حق میں وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (نمل) کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ ۱۶۔ مرتب

میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بہت سی روایات منسوب کی گئی ہیں۔ اور ان سے اعلیٰ (علیہ) یا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (نمل) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کیا اے عِيسَى میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف لے جانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا ہر کافر میں اور انہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا اور قیامت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ اور اس آیت میں لفظ عِيسَى سے مراد فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع روح یعنی زندہ جسم عِيسَى کیونکہ تو وہی یعنی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہاں تفسیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عِيسَى زندہ بعینہ ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ ضمیر حکام کے اعراف ہے۔ اور چونکہ ہم عطف و تفسیر ربط اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عِيسَى زندہ بعینہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور میند اسم فاعل استقبال کے لئے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (نمل) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (ترجمہ) پر ہے ہمارا میدان سبز سے خالی جانے والے تھا۔ اور مراد صاحب کو بھی اس آیت یا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَدْ كُنْتُ خَلْقًا مِمَّنْ قَدْ خَلَقْتُ الْاِنْسَانَ وَالْاَنْفُسَ وَالْاَفْئِدَةَ (نمل) کی مراد صاحب اس البہام کے بعد بھی زندہ رہے (ماہنامہ ۱۹۱۵ء) اب اگر ہم مُبِينَتُكَ سے حسب تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مُبِينَتُكَ مراد لیں تو ہر چہاں تفسیریں خطاب کا مخاطب ایک عِيسَى زندہ بعینہ ہونے کے لئے اسے مقدم دینا خیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحوویں کہ اس پر اتفاق ہے کہ داؤد عاقل میں ترتیب حکایت اور ترتیب نکل عین کا مطابق ضروری نہیں۔ اور مرادرات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ داؤد عاقل میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (نمل) یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری دلوں کے بیجوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں داؤد عاقل ہے اور مضمون اخراج من بطون الاممات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جَعَلَ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ذکر میں مؤخر لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے، اور دیکھو وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ (سورہ بقرہ) وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (عراف سورہ بقرہ) کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطّہ ذکر میں مؤخر ہے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں داؤد عاقل ہے۔ اگر داؤد عاقل میں ترتیب حکایت اور ترتیب نکل عین کا مطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ وہو کما نوحی، اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں ہر مقدم تفسیر مُبِينَتُكَ مقدم دینا ضرر ہے۔ کیونکہ اگر عقلی حکم کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور اِنْفِکَ الْاِنِّ سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عِيسَى مَکْرَبُ الْاِنِّ ہیں اور بعد الموت ہر ایک مغرب الہی کی دفع روح لی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عِيسَى کے حق میں وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسْجِدًا (نمل) کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ ۱۶۔ مرتب

طریق کی چکی اور چکی روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں۔ اور بخاری میں انہوں نے مُتَوَفِّیْکَ کے معنی مُمِیْنُکَ کئے ہیں اور اعالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھتے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ میرے سپرچ میں ابن مریم کے لئے بَکْلًا کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض الزام ہے جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ کے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات لے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ اسلامی مناظر نے یوحنا کی وقت مرزا صاحب کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب قصیدہ نقل کیجاتی ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لِنِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ" جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پوشگونی میں کچھ مختلف ہوا اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اطلاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔ "قادیانی مناظر کے اس فقرہ "اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے" کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ قادیانی مناظر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مراد ہے، کیوں اب بیان نہیں کی ۱۲ مرتب  
۳۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر بَکْلًا کو ابن مریم کے لئے بَکْلًا کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ "قادیانی مناظر نے بَکْلًا لکھا ہے" بلکہ یہ لکھا ہے کہ "قادیانی مناظر نے بَکْلًا کہا ہے" ۱۲ مرتب

۴۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی دوردہ کی باتیں ہیں جو شرط اور شرط کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ یہ باتیں قرآن کریم سے مستحب ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور نہ قواعد حدیث سے بلکہ محض نقل و نقل ان کی تردید کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم نمبر وار ان کی مٹہاری نبوت پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

ایا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر مقرر ملائکہ میں مع جسم کی زندہ قرار دینا کمال صغائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟  
وہ آسمان پر اٹھائے جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب تھے ہیں، کیونکہ انکی زیادہ حفاظت کی گئی۔

۱۔ ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا نام اعلیٰ ہو اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔

۲۔ اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا تھا؟

۵۔ خدا تعالیٰ نے مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر

انبیاء کا سبب برے قرآن وحدیث کمال عبودیت ہے نہ مقرر ملائکہ میں ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے نہ کہ ہمہ جہت جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَغْضُوبُ اللَّهُ مَا أَفْرَأَ وَمَنْ يَفْعَلْهُنَّ مَا يُؤْمَرُونَ تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ ہمارے عین کی یہ تعریف نہیں کیجاتی کہ وہ زنا نہیں کرتے کیونکہ عین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور جیسا مظلوم کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ مظلوم میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت ہمہ جہت دونوں ہیں اس لئے جو انسان قوت ہمہ جہت کی خواہشات کو ترک کر کے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے اور عبادت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود انسان ہونے کے تمام انبیا سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے اس لئے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محبوبیت ملحق ہے جیسا کہ قُلْ أَغْنَىٰ اللَّهُ عَنْكَ دِينُكَ وَأَنَا أَغْنَىٰ عَنْ دِينِي اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لئے اسوۂ حسن ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راستہ میں کچھ دیے جاتے اور ستائے جاتے ہیں کہ صفت صبر کا بھی ظہور ہو۔ ۱۲ مرتب

۳۔ یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس وروم وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرف باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ خلیفہ کی روحانیت وقت و حدیث زیادہ ہے۔ تو ایسے چوک کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلیفہ اور حبیب اللہ علیہ السلام کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس دنیا والی نبوی کی تعمیر ہے اس لئے وہ ایسے نبوی کا روحانی کہانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ وہ ایسا ہی پوشگونی آیت لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ والی آخری خلیفہ نبوی ہو کر تاسیس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کریں گے۔ اس وجہ سے یہ تعمیر ایسے تعمیر نبوی ہوگی۔ ۱۲ مرتب

۴۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَسْتَلِمْ غَظَا يَفْعَلْ وَهُمْ يَسْتَلُونَ (انبیاء) اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ۱۲ مرتب

کیوں نہیں لے گیا۔ کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

۶..... کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔

۷..... مسیح علیہ السلام کی شبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود سے صرف پیچھا چھوڑنا مقصود تھا؟

۸..... اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹..... اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مردانے میں کیا حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔

پھر اس میں بھی سینے اکوہ کون تھا :

(۱)..... حواری تھا، (۲)..... منافق، (۳)..... طیلاؤس، (۴)..... یہودیوں کا چوکیدار تھا، (۵)..... کوئی شخص تھا، (۶)..... ایک پر شبیہ ڈالی گئی، (۷)..... جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟

۵..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا يَسْخُلُ غَمًّا يَفْعَلُ وَهُمْ يَسْتَلْزِمُونَ ۱۲ مرچ

۱..... جیسا کہ ملاقات موتی موجب سوت نہیں ویسا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے قوت دیوی جماعت متغیر ہے اور ہم اسلامی جماعت کو اس ہی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے جس کی حیات کی قرآن کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔ ۱۲ مرچ

۷..... مسیح ابن مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لئے آئے ان کو سزا دی جائے

یہی کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ يَتَابِعُ اللَّهُ عَذَابَهُمْ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ (۱۲) عمران یعنی یہود نے۔ (عربی) اللہ کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپ کو آسمان پر اٹھایا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کر کے قتل کر دیا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ۱۲ مرچ

۸..... قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصوب ہوا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔ ۱۲ مرچ

یہ ائمہ ہوا تھا تو اس میں زمین و آسمان کے فرق پائے جانے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰..... کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی کہ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو مسیح کا ہم نام بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱..... کوئی پیارے کی شکل کی چٹک نہیں کرنا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ دیں تو وہ نے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل کو دوسرے کو دیکر کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲..... جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا۔ اور اس کی بجائے ایک اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انہوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ تو یہود عند اللہ مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مسلمات سے یہی بات تھی کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۳..... ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندر اور سوڑ کی شکل دینی چاہئے تھی۔ نہ کہ اپنے پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا جیسے وَمِنْهُمْ مَنْ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْفِرْدَوْسَ وَالْخَنَازِيرَ سے ظاہر ہے۔

۹..... اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت و تدبیر تھی کہ جو لوگ ایک مغرب الہی کو بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کر دیا۔ ۱۲ مرچ

۱۰..... خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت تھی بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک مغرب الہی کے قتل کا ارادہ کیا سزا دی مقصود تھی۔ ۱۲ مرچ

۱۱..... اس شبیہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصد تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر تمام کے ساتھ سزا دی جائے وَاللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْفَرْدَوْسَ ۱۲ مرچ

۱۲..... یہ عجیب واقعہ ہے۔ کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کے جو مغرب الہی بے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور شبیہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔ ۱۲ مرچ



۱۴..... جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں رَسُولًا اِلٰی نَبِيٍّ اِسْرَآئِيْلَ نہیں کہنا چاہئے بلکہ رَسُولًا اِلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے۔

۱۵..... نیز آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے اور نیز آیت کَتَبَ اللّٰهُ لَآ غُلْبَیْنِ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بھی خلاف ہے۔

۱۶..... مسیح میں وہ کوئی خاص صفت ایسی تھی۔ جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ماہہ الامتیا کوئی صفت ہے اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہو سکتی۔

۱۳..... وَكَانَ اللّٰهُ غَرِیْبًا اَحْبَبْنَاهُ اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی محبتیں اور قدریں غیر متماثل اور غیر محدود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقع پر محبت اور محلی قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقع پر بھی محبت اور محلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو کیونکہ محلی قُوْمٌ هُوَ فِیْ شَآءٍ رَّءِیْبٍ

۱۴..... مسیح ابن مریم کی عمر تھی بھی وہ رَسُولًا اِلٰی نَبِيٍّ اِسْرَآئِيْلَ کے متعلق نہیں۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (بلکہ رَسُولًا اِلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے تھا) عجیب جہالت ہے۔ کیونکہ اہل ہنر یعنی فرشتے مکلف ہی نہیں جیسا کہ اس آیت میں وَخَصَلْنَاهَا اِذْ نَسْنَانُ اِنَّهُ خَلَقْنَا سَیِّئُوْنَ یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں کمال پائے بغیر اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے کیونکہ ظہور وہ جس میں بدل پائے بغیر نہ ہو اور بدل کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو۔ اور جہل وہ ہے جس میں علم پائے بغیر نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں قوت ملے اور قوت تہمید و دول ہیں۔ اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت تہمید ہے قوت متکلم نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت متکلم ہے لہذا یہ نہیں اس لئے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلف ہیں وہ بھی فرشتے بھی غیر مکلف ہیں۔ اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی طرف۔ جس وقت ہو کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔ ۱۴

۱۵..... مسیح ابن مریم کے زندہ بحسبہ العنصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کا کمال کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ دفع الی السماء کا اس قدر وہ لے کے سوائے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور نیز یہ دفع کَتَبَ اللّٰهُ لَآ غُلْبَیْنِ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ آخر زمان میں خدا تعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا۔ اور وہ مسیح آنحضرت ﷺ کا آخری خلیفہ ہو کر تہجد پر اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اہل الجملۃ البھودیہ شرف باسلام ہوں گے۔ یہ کیسا اعلیٰ غلبہ ہے ۱۴

۱..... ابھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم رہے ہم تو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

يَا عَيْنَ قَيْضِ اللّٰهِ وَالْعُرْفَانِ يَسْعٰی اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمَانِ  
وَاللّٰهُ اِنَّ مُحَمَّدًا نَكِرَةٌ اَفِیْهِ وَبِهِ الْوُصُولُ بِسُلْطَانِ

اور ع

بعد از خدا بعشق محمد محرم اگر کفر ایں بود بخدا سخت کافر  
ایں چشمہ رواں کہ بتلق خدا دہم یک قطرہ ز بحر کمال محمد ﷺ است

اور قصص علیہ صفات کلی مزیدہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۷..... مسیح علیہ السلام کے دو ہزار سال میں ان کے قوی میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو

۱۶..... مسیح ابن مریم میں تجر جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے جس کی وجہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ بڑی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہو سکتی بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لا شریک لہ ہے ویسا ہی آنحضرت ﷺ کمال عبودیت میں لا شریک لہ ہیں، اور قادیانی مناظر نے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق چند اشعار درج کئے ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار نہ مرزا صاحب نے دلی اعتقاد و اخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے۔ بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں و نہ مرزا صاحب یا اشعار کیوں کہتے ہیں ع

کریم	نہایت	سیر	ہر	آئم	صد	حسین	است	د	گر	پانم
آدم	نیز	احمد	مقبر	در	برم	چندے	ہم	ہم	ابرار	
آچہ	داد	است	بر	نبی	جام	آں	جام	را	مرا	قام
آچہ	من	بشوم	زدی	خدا	بخدا	پاک	دامش	زخفا		
بجو	قرآن	مزرہ	اٹس	دائم	از	خطاب	بہیں	ست	ایمانم	
انبیاء	گرچہ	بودہ	اند	ہے	من	بفرقاں	نہ	کفرم	ز	کے

... اور نیز ع  
مسم مسیح زمان زمر حکیم خدا مسم محمد و احمد کہ بچنے باشند  
(ترجما تطاب ص ۳) (جاری)



دو ہزار برس میں جو ان کی حالت ہوگی ہوگی اس کا اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر نہیں تو کیوں؟

۱۸..... مسیح کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا تا کہ اُن سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جبکہ فرمایا وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ۔

۱۹..... اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہوگا بلکہ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کے الفاظ پر غور کر لیں۔

۲۰..... اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لئے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی وی میلین کا پایا جانا ضروری ہے مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱..... اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہاں کی طرف رسول ہو کر آئیں گے۔ تو یہ

(بقیہ) اور اسلامی جماعت کا خلاصہ یہ ایمان ہے ع

فَاقِ الْبَشِيرِ فِي تَخْلُقِ وَفِي تَخْلُقِ	وَلَمْ يَدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ
وَكَلِمِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُتَمَسِّسٌ	غَوْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ شَقًا مِنَ الْمَدِينِ
وَكُلُّ آتَى الْوَسْلِ الْكِرَامِ بَهَا	فَانْصَا اتَّصَلَتْ مِنْ نَزْوٍ بِهِمْ
فَاتِهِ شَمْسٌ فَضْلُ هَمِّ كَوَاكِبِهَا	بِظَهْرِ انْوَارِهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

۱۔ مسیح ابن مریم کے دو ہزار سال میں ان کے قوی قوت مکرر کھنڈہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں در حقیقت یہ استقبال اِن اللہ علی ثقلیٰ عینی قیڈ پر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے لَا يُسْئَلُ عَنْهُ شَيْءٌ وَلَا يُفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ اور موصولہ غالباً غیرو ذی العقول کے لئے آتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کر دیا ہے کہ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ہر چہ بار واقعات کے متعلق ہے جس کی تائید آیت لِيُكْفَرُوا عَنْ الَّذِينَ يَحْكُمُ کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۰۔ انسان اور انسان کے قوی اور قوی کے افعال اور کیوں و کیوں، دونا اور خون کا بدل ماحول بنایا ہے سب چیزیں اس قدر مطلق کی سخن اور محوم ہیں اور جیسا کہ وقت اور مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ ذی انداکے قہر رکھتا ہے۔ دینا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ خدا پر مادی قہر رکھ سکتا ہے۔ دیکھو حدیث شریف تَحْتَ خَدِّهِمْ يُطْعَمُونَ زَنِي وَبِسْفِينِ۔

۲۱۔ دو مرتبہ قابل توجہ ہیں اول یہ کہ رَسُولًا اِلَى بَنِي اِسْرَآئِيلَ..... الایہ میں ہر شخص دو نہ عمارت یوں ہوتی۔ (جاری)

وَالَّذِي بَنِي اِسْرَآئِيلَ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہاں کی طرف ہوں اور قرآن مجید کہے گا وَرَسُولًا اِلَى بَنِي اِسْرَآئِيلَ۔

۱۰۔ ہر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ آئیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ بائیس سوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں۔ اور نیز چھ سوال ۱ اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کی سیہ طاقت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔ پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی سوا اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں، اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ۔ اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے برابر نہیں، پس آنحضرت ﷺ سے مسیح افضل ہیں۔ اور

۱۔ اِلَى بَنِي اِسْرَآئِيلَ رَسُولًا اور دوسرا یہ کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جہد و کوشش نہیں گئے۔

۲۰۔ یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ آئی ہے۔ ۱۲ مرتب  
ان بائیس واپسی سوالوں کی تردید عقل و نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہو گیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جا بجا شرط نمبر ۲ کی خلاف ورزی کی ہے ویسا ہی ان بائیس واپسی سوالوں میں اس نے طعن مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ اور نیز خیالی اور واپسی باتیں پیش کرنے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء پال اور وہ کم پر ہے عقل اور نقل پر۔

۱۔ یہ چھ واکھلوئے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے انشاء اللہ عقل اور نقل کے ساتھ ان کا بھیہ اُٹھتا جاتا ہے۔ ۱۲ مرتب  
۲۔ روئے مناظر و دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں

۱۔ جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔ ۱۲ مرتب  
۲۔ واقعی جن لوگوں کو ایمان یا قرآن والدہ دیتے ہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کا ڈبہ

بچا دیتے ہیں۔ ۱۲ مرتب  
۳۔ قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی جلال الدین صاحب شمس روزندہ میں مرزا صاحب سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

کفارہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے بلکہ صلیبیں موت کو اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پا چکے ہیں کفارہ کو بڑے سے کاٹ دیتا ہے سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود نے راج

قَدْ مَاتَ عَيْسَىٰ مُطْرَقًا وَنَبِينًا حَيٌّ وَرَبِّي إِنَّهُ وَفَائِي  
 کیونکہ زندہ وہی ہو رہا ہے جس کا کام زندہ ہو، جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ  
 ہو۔ لیکن مسیح خود وفات پا چکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مریچکی۔ ان کی شریعت منسوخ  
 ہو چکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہی زندہ رہی ہیں اور کوئی نہیں رہا فَاهْتُم

چند پند پند

حاکم علی بقلم خود

منها قلبي في حبك يا رب

جمال الدين شمس

۱۔ تاخرین انصاف کیجئے اور کھوئیے قادیانی مناظر کیا کہتے ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد حنفی افندی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے لیکن نفسِ موت میں متفق ہیں۔ اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام پر موت آئی تھی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو زندہ بجا سجدہ العصری آسمان کی طرف اٹھایا ہے اور وہ اب تک زندہ ہے اور قربِ قیامت میں نزول فرمایا کر تجددِ اسلام کریں گے۔ چونکہ نگارہ کی ذات مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت پر ہے۔ اس لئے اب دیکھنا ہے کہ وہ مہرب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے نگارہ کی بیخ کنی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں ابن مریم کی موت سے بائیں انکار کیا گیا ہے نگارہ کی بیخ کنی کرتا ہے؟ اسی نگارہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهَذَا قَوْلُهُمْ يَقِينًا بَلْ وَقَوْلُ اللَّهِ الْيَقِيْنَةُ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا ان کو زندہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ طبری سے پہلے آسمان کی طرف اٹھایا ہے۔ نہ بالسن ہوگا نہ باسری کے گی۔ ۱۲-۱۳

مع قادیانی مناظرہ کا مزہ صاحب کے اشتعال کو اب بھانپو، شہر انکار مناظرہ کی کسی قدر خلاف ورزی ہے یہ امر عجیب  
 حال چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ (فداء الہی و امی) قیامت تک زندہ نہیں ہیں اور ختم دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے اس لئے  
 اسلامی جماعت ان کو کھاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظنی بندت سے خارج ہو کر کسی حنفی کے ذمہ سرا ہے۔ دنا (جاری)

119 اکتوبر 1944ء

پرچہ نمبر ۴

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

مُبْحَاكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

فَإِنْ تَنَارَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فُرُدُّهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ط

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کے پھر بھی شرائط سے باہر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے دفع الہی اللہ کے معنی دفع الی السماء کئے اور میرے مناظر صاحب نے دفع الی اللہ کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے دفع کیلئے اور معنی ثابت کئے یہاں کو کیسے مفید ملتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اَتَذَعُونَ بَعْلًا میں بت مراد ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اسف کا معنی حزن ہے مگر فَلَمَّا السَّفُونا کا معنی فَلَمَّا غضبونا ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ علم ہے۔ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ پرچہ نمبر ا میں درج ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے بَلْ اِطْلَالِیہ کے مقتضا کو اور قصر قلب کے مقتضا کو لیکر فقرہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب

۱۲) ایسا سمجھتی ہے جیسا کہ آگ جنتی ہوگی شعلہ زن میں داخل ہوتا۔ لیکن افسوس کہ قاری علی جماعت زبانی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ زہرہ نبی میں اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن اعتقادِ اخلاصم النبیین کا انکار کر کے مرزا صاحب کو کبھی سمجھی ہے۔ اور ایسے رومہ نبی اور انسان کا کفن سے عکس نکالنے سے خارج ہو کر شہابی کے زیرِ سایہ ہونا اپنی درجہ کی عظامت و شہادت ہے۔ یہ کیونکہ یہ لوگ الکب هو الفوز العظيم سے محروم ہیں۔ ۱۲ مرتبہ

میں ہمارے ساتھ شایہ قادیانی منظر نے یہ کہا ہے کہ اسے اسلامی منظر تو سمجھ لے لی میں یہ شخص حضرت ﷺ کو زندہ ہی لے گیا کہہ

مطابق شرائط نہیں دیا۔ اور ہر چہار منہ کے معرّفہ ہونے کے لحاظ اور ان کا مرجع ایک ابن مریم زندہ یعنی ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعت استخدا کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ البدیع ہو علم یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة تو صنعت استخدا اس جگہ مراد نہیں ہو سکتی جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شبوہ میں۔ اور قواعد نحو کے مطابق لیو منن سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحو کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور منفرہ قرار دیئے گئے تھے۔ اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ فیہ الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ مثلاً میں کہا گیا اور کبھی جزئیت کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع کر دیتے ہیں۔ جو فی الحقیقت

۱۔ یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ کہہ گیا ہے۔ ۲۔ مرچ

۳۔ اذالی منظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ عشی إذا جاء أخذ لهم الميثاق قال رب ارجعون لعلی اذین صالحا فیضا ترکت کلاما ایضا حکمة هو قال لھا..... الآية یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کو دلائل میں دے دینے والی بلکہ یہ کلام صحیح کیلئے بکا ہے۔ اسامی منظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳۰ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے عظیم القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت جزاء سبقتہ سبقتہ وبینہا انما عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعا ثابت ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصدق مسیح یعنی مرزا صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے اس آیت کا وہ مصداق نہیں اور یہ کلام ان کے لئے بکا ہے۔ ۴۔ مرچ

۱۔ تو ہیں ہے۔ اس لئے مطابق جزاء سبقتہ سبقتہ وبینہا انما عرض کرتے ہیں کہ یہ ظالموں کا ذکر اور نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصدق مسیح صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے مصداق نہیں اور یہ کلام ان کے لئے بکا ہے۔ اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی ہے اور اولی آیت حیات کی مخالف نہیں۔ اور ائمتہ نبی جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے۔ اور قلما توفیقہ کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور إذا غلغل کی مثال اذ کیلئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی بشرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ ونفخ فی الصور وغیرہ اور جب توفیقی بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لئے کافی ہے کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جزا احات لہ السنان لہا النیام ولا یلتام ما جرح اللسان  
اور قد خلعت من قبیلہ الرسل میں سنۃ اللہ الیٰی قد خلعت کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعموذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول ﷺ نہیں۔ پس موجب کلیہ نہ ہوا۔ اور تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں بھی کوئی دلیل نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق خصوصیت سے ہم

۱۔ یعنی برائی کا بدلہ اس کی شہ رائی ہے۔ ۲۔ مرچ

۳۔ عیسیٰ نبیوں کے دھمیل جاتے ہیں اور جو زبان دھم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں کلمات کو جرح کے ساتھ تھپیر دی گئی ہے اور ماہہ التشبہ مطلقاً ناخیر ہے نہ خاص ناخیر جرح۔ ۴۔ مرچ  
۵۔ کیونکہ قد خلعت من قبیلہ الرسل میں بروئے قواعد نحو من قبیلہ خلعت کے متعلق ہے۔ ۶۔ مرچ  
۷۔ کیونکہ جہاں فرد تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے قد خلعت نہیں۔ قرآن کریم کمال کر سورہ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔ ۸۔ مرچ



نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا۔ اور روح القدس بھی بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے۔ اور وَالَّذِينَ عام لفظ ہے اور اَمَوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءِ میں اَمَوَاتٌ کی تاکید غَيْرُ اَحْيَاءِ سے کی۔ اسی لئے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے۔ كَانَا يَا كِلَانِ الطَّعَامِ میں سُبْحَانَ اللّٰهِ کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے۔ كَانَا کی ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگ تذکیر میں تغلیب ہے۔ تو مناظر صاحب ہماری بات بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ اور لَا يَأْمُرُكُمْ اَفْتَيْتُمْ لِرَبِّكَ وَاسْجُدْ وَارْتَضِعْ مَعَ الرَّاكِبِينَ سے صاف ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع سجود وغیرہ ہیں وہی اسی عیسوی نماز میں، اور اس بحث میں میں نے جو حَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَذِكْرًا لِّكُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ میں جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد ہے یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور مِنْ بَعْدِي میں اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۲۔ وَاتَّخَذَ قَوْمٌ مُّؤَسًّی مِنْ بَعْدِهِ مِنْ خُلَیْفَتِهِمْ عِجْلًا بَعْدَ اَلّٰهُ خَوَّارِ سَمَانِ اللّٰهِ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کو اور مِنْ بَعْدِیْ کو ایک نظر سے دیکھا۔

جناب سن! لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا صاحب کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے یہ فقرہ مشتعل نفی ہے اور مِنْ بَعْدِیْ مشتعل برا ثبات ہے۔ ذرا غور کریں اگر بات نہ بنے تو دیا بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں اور مَنْ نَعْمِرُهُ میں اعطاء عمرو تنگیس کا بیان ہے۔ پس بس۔ اور حدیث لَوْ كَانَتْ مُؤَسًّی وَعِیْسَی..... الخ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطا فرمایا۔

۱۔ یعنی اسے مریم فرما کر داری کہ واسطہ رب اپنے کے اور محمد کر اور کو کر واسطہ کو کر کرنا لوں کے ۲۔ مریم ج. یعنی اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کچھ موسیٰ کے اپنے زبوروں سے کچھ کھن ایک جسم جس سے آواز نکلتی تھی۔ دیکھو اس آیت میں مِنْ بَعْدِیْ سے مراد من بعد عیسویہ موسیٰ ہے نہ کہ من بعد موت موسیٰ اور یہاں کہ اس آیت میں اثبات ہے۔ (ایسا ہی آیت مُبَشِّرٍ اٰی مَوَّلٍ یَّابِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَسْمُهُ اَحْمَدُ۔ اثبات ہے ۲۔ مریم

۱۔ ان کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت ابھی نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول بعینہ ثابت ہے اور ایسا ثابت ہے کہ جس کا جواب کوئی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں آپ امتحان کے ۲ دیکھ لیں۔ اور حدیث کَیْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمُهْدِیْ اَوْسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جناب سن! ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے وقت تشریف لائیں گے۔ یہ دور اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

اسامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذینٹ اسلامی جماعت

اوکھوہ ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

۱۔ چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں اس لئے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ۲۔ مریم

۱۔ مکہ عرج فیہا مروح عیسیٰ..... الخ میں اضافت بیان ہے۔ ای عرج بالروح الذی ہو عیسیٰ جیسا کہ ج کے لفظ سے ظاہر ہے ۲۔ مریم



۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۵

مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نُحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

رَبِّ الشَّرْحِ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلِلْ عَقْدَةَ قَلْبِي

لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

آپ! مجھ پر افسوس کرتے ہیں لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا

چاہئے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے۔ کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے

جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کی

دلیل لکھنی شروع کر دی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی

صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود

ہے اور اسی کو آپ دوہرا رہے ہیں۔

میں نے آپ کی تمام توجیہات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ بھی

۱۔ قادیانی مناظر کو ملحق صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۱ کا شرط نمبر ۲ کے تحت رد کر کوئی جواب نہیں آیا جیسا کہ  
دو مکہ و مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لئے گھبرا کر اور جاگودہ کر کے اسلامی مناظرہ گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے اسلامی مناظرہ  
نے اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ بطور تردید اور قادیانی منظرے گھبرا کر اپنے پرچہ  
نمبر ۱ کے سوائے میں بھی نئی باتیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر مصیبتک جو  
مستوفیک کے ذیل میں لکھی ہے حالانکہ یہ عیسیٰ بنی مَرْثُوفِیک ..... الخ کو قادیانی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں نہیں  
پیش کیا۔ ۲۔ مرتب

۳۔ حجتان اللہ قادیانی مناظرے اسلامی مناظرہ کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور  
قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکے اس لئے گھبرا کر اس قادیانی منظرے تورات کو پیش کیا جو یہود (جاری)

تارادیا۔ اور بل کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی  
تردید کر دی۔ اور بل ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے آپ اپنی طرف سے  
بہ حار ہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل  
وہات مسیح پر دیئے ہیں کوئی نہیں جو انہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں  
تیسرے پرچہ میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صرفی قابلیت لفظ آمینتی سے ظاہر ہے۔  
میں نے کہا تھا کہ آپ نے غلطی سے نہیں لکھا۔ بلکہ آپ کے علم میں ہی یہی ہے۔ اور علم

(بقیہ) کی طرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے اور جابرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس تورات  
کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے حضور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا جس عمر نے تورات کو پڑھنا  
شروع کر دیا جس پر حضور درکرم ﷺ کا چہرہ خیر ہوتا جاتا تھا۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے عرم کو کیا ہو گیا۔  
دیکھتے نہیں کہ حضور کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا تو خوف زدہ  
ہو کر کہنے لگے اَخُو ذِي الْبَلَدِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ رَحِمْنَا بِاللَّهِ رَبَّنَا وَبِأَنَّا مُسْلِمِينَ دِينًا وَمُتَّعِينَ نَبَاً بِس  
آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر مومن کی ظاہر ہو اور مجھے ترک کر کے اس کی اتباع کرو تو یقیناً تم صراط  
مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر مومن زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو ضرور وہی میری اتباع کرتے۔ (رد او  
الدعویٰ مشکوٰۃ) یہ تورات وہ حرف منسوخ شدہ کتاب ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے دیکھنا نہیں چاہا۔ لیکن قادیانی مناظرے  
اس تورات کو اپنی تائید میں پیش کیا اور افسوس کہ اس کتاب حرف منسوخ شدہ بھی اس بیچارے قادیانی مناظرہ کی لہر اور لہر کی  
کیونکہ قادیانی مناظرے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم  
میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استکباب ۳۰۳، ۲۱)۔ ۱۲۔ مرتب

۱۔ یہ کی علم کا قیاس ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا۔ ۱۲۔ مرتب

۲۔ اسلامی منظرے تمام دلائل وہات کو توڑ دیا ہے جیسا کہ رد و مناظرہ سے روشن ہے اور قادیانی مناظرہ کا یہ کہنا محض حکام ہے۔ ۱۲۔ مرتب  
۳۔ قادیانی مناظرہ کا آمینتی اور آمینتی پر رد و دینا یہ اس کی نکست و مغلوبیت کی دلیل ہے کیونکہ قادیانی مناظرہ ایسا کوئی  
مضمون پیش نہیں کر سکا جو موضوع مناظرہ سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظرہ اس کا جواب میں دے سکا۔ اور اس  
کے متعلق قادیانی مناظرہ کے پرچہ نمبر ۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظرے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ بھی لکھا  
ہے اور آمینتی کے متعلق مضمون پرچہ میں لکھا گیا ہے اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضامین میں۔ ۱۲۔ مرتب



اگر موجب کافہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں ہیں۔ اور پھر پرچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ مِنْ قَبْلِهِ كَوْصِفَتِ الرُّسُلِ کی بنانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے وَالْأَصْلُ فِي الْفَاعِلِ أَنْ يُلَى الْفِعْلَ وَلِهَذَا جَازَ ضَرْبُ غُلَامُهُ زَيْدًا وَامْتَنَعَ ضَرْبُ غُلَامِهِ زَيْدًا کافہ پڑھ لی ہوتی پس الرُّسُلُ جو خَلَّتْ کا فاعل ہے۔ اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے یہاں صفت محلاً موخر ہے اور یہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے ﴿صِرَاطَ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ ۵ اللہ پس آپ نے کافہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔

اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں غَيْرُ أَحْيَاءٍ کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے ٹھیک ہے۔ معبودیت ان کے مردہ ہونے سے ہی باطل ہو گئی اور غَيْرُ أَحْيَاءٍ نے اموات کے لفظ کی تفسیر کر دی۔ اور آیت سَنَأْتِيَنَّكَ الْطَّغَامَ میں جو تغلیب آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم علیہا السلام کے لحاظ سے تھی۔ اور اب آپ نے تسلیم کر لیا کہ تغلیب مسیح علیہ السلام

۱۔ اسلامی مناظرے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظرے م لوگوں کو مقلد ہونے کے لئے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ... الخ۔ عام ہے اور الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المودود ۱۲۷ مرعب اللہم اغفر لکاتبہ ولوالذہبہ ومن سبغی فیہ۔

۲۔ قادیانی مناظرے میں گہرا کر زہر ادر باجمہ مار دیا ہے مثل مشہور ہے کہ ”ڈوبتے کو شے کا سہارا“ اصل مطلب بالکل صاف ہے کہ مریم اور ابن مریم دونوں سے تعبیر کرنے کے وقت تکیر کو ثابت پر غلبہ دے گا سَنَأْتِيَنَّكَ الْطَّغَامَ کہا گیا ہے۔ اور کَانَتْ مِنَ الْقَائِمِينَ اور وَارْتَجِعْهُ مَعَ الرَّاجِعِينَ بھی کُتِبَ الْطَّغَامُ کے نظائر ہیں۔ ۱۲۷ مرعب

۱۔ لحاظ سے ہے کیونکہ مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے۔ کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے لیکن اب کھانا کھاتے۔ اور آیت کَانَتْ مِنَ الْقَائِمِينَ اور وَارْتَجِعْهُ مَعَ الرَّاجِعِينَ سے ہمارے استدلال پر بالکل زدنیں پڑ سکتی۔

آپ فرماتے ہیں کہ سَنَأْتِيَنَّكَ لَدُنَّا وَرَزَاوَةُ کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت میں یہاں ذکر کرتا۔ شرط میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔ لہذا میں نے اس سے تفسیر کی کہ صلاۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا ذکر آیا ہے وہاں مالی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن ماجہ کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں۔ کہ جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بخاری کی حدیث اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ سے بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ مَنْ نَعِمُوْهُ میں دوا کی عمر قطعاً مراد نہیں۔

۱۔ سبحان اللہ زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت سَنَأْتِيَنَّكَ لَدُنَّا وَرَزَاوَةُ کو پیش کرنا یہ تفسیر قرآن باقرآن نہیں قرار دیا ہے۔ اور لفظ صلاۃ کے صدق مفروضہ میں کثرت استدلال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں لفظ صلاۃ تو وہاں اس سے صدقہ مفروضہ ہی مراد ۱۲۷ مرعب

۲۔ اسلامی مناظرے میں ابن ماجہ کی وہ حدیث تردید میں پیش کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ عیسیٰ بن مریم کی زبان ان کا نزول بعد بیان فرماتے ہیں۔ اب قادیانی مناظرہ کا یہ کہنا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔ عجیب بات ہے۔ کیونکہ مردوں کی صحبت صحبت کرنے والے کی موت کو تسلیم نہیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ بھی جب مردوں میں شامل ہوتے تو فوت ہو جاتے۔ ۱۲۷ مرعب

۳۔ بیان دو چکا ہے کہ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ حال ہے جو غیریت کو چاہتا ہے۔ ۱۲۷ مرعب

۴۔ اسلامی مناظرے کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دوا کی عمر مراد ہے۔ ۱۲۷ مرعب



اور احادیث لَوْ كَانَ مُؤْمِنِي وَعَيْسِي کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں۔ اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔ اس سے آپ نے مان لیا کہ اس وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی حدیث: كَيْفَ تُهْلِكُ أُمَّةً أَنَا فِي أَوَّلِهَا وَالْمُهْدَى فِي وَسْطِهَا وَعَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي آخِرِهَا اس حدیث میں امت کے وسط میں مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ حضرات شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور سیئوں کی طرح ہمارا یہ مسیح فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

۱۔ قادیانی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں: ”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمائش کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر وہ حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جو ملے اور سب دلائل سچے ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔“ (تجدید کا رویہ ۱۶۶) دیکھو پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی صحت کرتا ہے۔ اور اس کا امتی قرائنی ثبوت دینے سے عاجز ہو کر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔ طرہ یہ کہ ان سے بھی اس کا کوئی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ كَيْفَ تُهْلِكُ أُمَّةً أَنَا فِي أَوَّلِهَا وَالْمُهْدَى وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا (مشکوٰۃ) اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔ امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا دھوکہ ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ۳ مرتب

۳۔ قادیانی مناظر جیسا شہر آشام مناظر سے تجاویز کر رہا ہے۔ اسلامی مناظر کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَقِيَ إِلَهُكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دل کے خلاف وصعت اسلام فتوے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے جو خط عبدالغفور خان صاحب کو لکھا۔ اس میں یہ فقرہ ہے۔ ”میرا ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ اور میرا محمود صاحب خلف رشید مرزا صاحب رسالہ تنبیہ الافان کے صفحہ ۱۳۹ پر یہ لکھتے ہیں۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تلخ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تلخ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔ ۱۲ مرتب

حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں۔

اے دل تو نیر خاطر ایناں نگاہدار کا خر کنند دعوائے حب پیغمبرم رہا۔ نبوت کے متعلق۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو

مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حجج الکرامہ میں لکھا ہے فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ خَلِيفَةً فِي الْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لَكِنَّهُ رَسُولٌ وَنَبِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى خَالِهِ لَا كَمَا يَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ أَنَّهُ يَأْتِي وَجَدًا مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِذَوْنِ نَّبُوَّةٍ وَرِسَالَةٍ اور انبیاء سے نبوت کا چھینا جانا آیت ذَالِكْ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ اور سنیوں کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ پس اب اہل دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس امت سے یا بنی اسرائیل سے۔ ظاہر ہے کہ

مطابق آیت وَأَوْرَثَهُمُ الْكِرَامَ اور مطابق عقائد اسلامیہ كُلُّ رَسُولٍ أَبُو أُمَّةٍ آنحضرت ہمارے باپ۔ اور مطابق حدیث بخاری الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ غُلَّابٌ۔ حضرت عیسیٰ ہمارے چچا ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ کی روحانی وراثت کسے ملنی چاہئے۔ عقل، نقل، تقانون، رواج، شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ عیسا وارث ہوگا نہ چچا۔ پس نبی کا آنا تو آپ بھی مانتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ (آئے والا مسیح) نبی اللہ ہوگا۔ پس ہماری بات کہ

۱۔ اسلامی مناظر تو لَوْ كَانَ مُؤْمِنِي وَعَيْسَى قَرُوبًا إِلَى اللَّهِ وَالرُّسُولُ کے مطابق مناظر کر رہا ہے اور قادیانی مناظر شراکاء مناظرہ کی خلاف ورزی کر کے حجج الکرامہ کی عبارت پیش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے دور میں یسوع اور ظہور عیسیٰ میں انقلاب آ سکتا ہے نہ یسوع میں حضرت عیسیٰ جب: دل ہوں گے تو یسوع میں انقلاب نہ ہوگا ظہور میں انقلاب ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے ۱۲ مرتب

۲۔ قادیانی مناظر جہلاء کے لئے تو طمع سازی کر سکتے ہیں لیکن فضلہ کے لئے ان کا ملاحظہ تو نہیں ہو سکتا۔ سنئے جناب مناظر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ بعد از نزول دوسو سال باقرآن ہوں گے اور قرآن پر حال ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے مستفیض ہوں گے اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ چچے۔ ۱۲ مرتب



آنے والا اسی امت سے ہوگا۔ صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور قرآن مجید اور احادیث سے ان کی وفات ثابت ہے اور ان کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

اسی واسطے مسیح موعود فرماتے ہیں۔

قَدْ خَلَتْ عَيْنِي مَطْرَفًا وَنَبِيَّنَا حَيٌّ وَرَبِّيَ إِلَهُ وَالْخَالِي

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو جس کی قوم زندہ۔ جس کا دین زندہ ہو۔ لیکن عیسائیت مرچکی۔ عیسائی بلحاظ دین مرچکے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ختم ہو چکا۔ اب رسول اللہ ﷺ کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آپ کے خادم ہی آئیں گے نہ کوئی اور، پیارو، آنے والا آپ کا اور اس نے اپنے مقابل پر بلایا۔ اور اس نے قَوْفِي کے لحاظ کے متعلق ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ اس

آقا و پانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر ۱ میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے دس دلیلیں پیش کی ہیں جو درحقیقت مغالطات ہیں۔ کیونکہ نو دلیلیں تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر تک نہیں۔ اور ایک دہلی دلیلی اگرچہ ایسی ہے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے لیکن اس دلیلی کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیلی کی شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت رد کرنا چاہی اور فیصلگی طور پر پوری تردید کی ہے جیسا کہ روئے و مناظر سے روشن ہے۔ اور ویسا ہی حل پنچ حدیثی دلیلوں کا ہے۔ اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثبوت کے لئے بیان کی ہیں۔ اور شرط نمبر ۲ کے تحت رد کر ایسے استدلال کئے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ مناظرین پرچہ کو خود فیصلہ کریں گے۔ مرحب

مع اسلامی مناظر نے یہ بات دلیل کر دی ہے کہ حدیث فضیلت کمال ہے نہ عمر کا زیادہ ہو۔ ۲۔ مرحب

۳۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اتنی اور خدام دہنے کی قابلیت نہیں۔ ۴۔ مرحب

۵۔ یہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کے لئے سخت مغالطہ ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ قَوْفِي جاب نقعل جاب نقعل سے ہوا اور فاعل خدا تعالیٰ ہوا اور فاعل ذی روح ہوتا وہاں ضرور نقض کے معنی ہوتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف کوئی دکھائے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ تو اردو خوان اور انگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر عریض سے ناواقف ہوئے (جاری)

مام کو حاصل کر سکے۔ پس جب اوفات ثابت ہوگئی تو حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی ثابت ہوگئی۔ پس یہ یاد رکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے اور کوئی آسمان سے اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریم گے اور کوئی ان میں سے کسی بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی نہ آئے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ وہ بھی حضرت مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی نہ آئے گا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان سے نہ

۱۔ کے یہ نہیں سمجھتے کہ قَوْفِي مع القیود العذکورہ سے قیض روح کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت میں عیسیٰ با عیسیٰ یعنی متوفی تک ایسی معینک اور آیت تطاعب یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ای معنی وفات مسیح ابن مریم ثابت کرتی ہے، کیونکہ آیت قَوْفِي سے یہ تقدیر تفسیر معینک بھی یہ ثابت ہوتا کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسیدہ عیسوی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، اور آیت تطاعب سے یہ تقدیر تفسیر معنی جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی اور ای وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲۔ مرحب

۲۔ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام قرآن کریم سے ثابت کر دی تو حسب ہر صاحب صاحب ہر صاحب سب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بچے ہوئے۔ ۲۔ مرحب

۳۔ یہ کہاؤ حکموسل بدینی اطلان ہے کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مستقم ہے اور تمام اہل اسلام کو قیامت کا وقوع کے ساتھ اس لئے اذعان ہے کہ پھر صادق اور قرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ اگر قادیانی مناظر کے مانع کو ملے صحیح مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ یوں بہہ سکتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔ قیامت کوئی نہ ہوگی۔ قیامت کے سامنے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریم گے اور کوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ ازکثر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔ تب دانشمند بکدلف اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی۔ اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے پس ثابت ہوا کہ یہ حصار باطل ہے۔ قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اور فانی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔ ۱۲۔ مرحب

اترے۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اور اگر مفتی صاحب ابھی ایک مثال جس میں کہ تَوْفَیٰی باب تَفْعُل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح ہو۔ اور اس کے معنی بجسده العنصری آسمان پر لے جائے کے ہوں پیش کریں۔ تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید، حدیث، یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعا کرتا ہوں۔

اے ہمارے قادر خدا! ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راست باز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْهَدٰی

مناظر: جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

حاکم علی پریڈنٹ جماعت احمدیہ

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء

☆☆☆☆☆

ایہ گرام کے لئے مغلطہ ہے ورنہ مفتی صاحب اسلامی منظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفیٰ سے دفع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے لحاظ نہ لیں ابطالیہ و تضرع نامہ ثابت ہے کہ ان میں مریم کو زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ص ۲۰۲

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مُسِيْحَانِكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ط

فَاِنْ تَنَزَّلْ عَلَيْنَا فَاِنْ شِئْتَ فَرُدُّوْهُ اِلَیْ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ط

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رَفَعَ اِلَی اللّٰهِ اور بَلْ اِبْطَلِیْہ اور تضرع بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہ سے لے کر اور لازم تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لَیْوُ مِنْہٗ بِہ قَبْلِ مَوْتِہ سے لے کر

اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہ سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر چند باتیں نقلی طور پر ثابت کر دی ہیں۔ پہلی یہ کہ رَفَعَ اِلَی اللّٰہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور اس تفسیر کی تائید میں احادیث اور ایک آیت اور نقلی شہادت پیش کی گئی ہیں اور نیز اس تفسیر کی تائید میں مرزا صاحب کا قول پیش کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس آیت میں تقریباً نفی بَلْ اِبْطَلِیْہ ہے اور بَلْ اِبْطَلِیْہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود اور رد وصف جس کا اثبات مقصود ہوں دونوں وصفوں کے درمیان تائی اور ضدیت ہو دیکھو آیت ام یقولون یہ جنة بل جاء هم بالحق (۲۰۰) اور آیت ویقولون ءانا لنار کوا الھتنا لشاعر مجنون ۵ بل جاء بالحق (صفت) اور آیت وقالوا اتخذوا الحزن ولدا یسبحنہ بل عباد مھکمون (انباء) پس بَلْ اِبْطَلِیْہ کے مقتضائے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسده العنصری آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ کیونکہ وہ صفت جس کا ابطال مقصود ہے یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تائی و ضدیت ہی صورت میں تصور ہوتی کہ جب بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہ سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے اور رفع روحانی مراد لی جائے تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تائی و ضدیت نہ ہوگی اور قادیانی مناظر اس بل ابطالیہ کے استدلال کا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت رد کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ رد و ادب مناظر سے روشن ہے میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور تفسیر یہ کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہ میں تضرع نامہ ہے اور تضرع نامہ میں یہ ضروری ہے کہ اسد الوصلین دوسری وصف کا لزوم نہ ہو تاکہ مطلب کا اعتقاد و حکم کے اعتقاد کے برعکس تصور ہو اور تضرع قلب کا یہ مقتضی بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے جب کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہ سے یہ مراد لی جائے کہ چونکہ مسیح ابن مریم مقررین سے ہے اس لئے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہے۔ اور یہ تضرع قلب کے خلاف ہے اور (چارٹی)





اور شوہر ناپیدہ اور حاضہ اور غیر حاضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ نہ کر سکی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا. اور وَالَّذِي يَتَمَسَّكُ مِنَ الْمَحْجُضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ أَرْبَيْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحْضَنْ وَأُولَاثُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.

اور آپ! جو تارخ نبوت بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا صاحب کو نبی بنایا ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں اسی وقت سے نبی

۱۔ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعوی نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو فطری اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا صاحب کی تین کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔ چشمہ معرفت، از الدوام بر این احمدیہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب کی کبھی حالت تھی۔ مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں۔ ”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر وہ ہزار مئی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی۔“ ص ۱۳۷ اور مرزا صاحب از الدوام میں لکھتے ہیں۔ ”اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت دیا بنادیا ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مشابہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالت م ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے دو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے وَتَبَيَّنَ لِبَرَسَلَوْنِ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ (ص ۱۷۵) اور اسلامی مناظر نے ہرچیز احمدیہ کی عبادت بلور الہام میں پیش کی جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر میں تصریح کی ہے۔ اور اگر بطور الزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر کے خلاف نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف براین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پہلے پہلہ دُعا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی وحی ہوئی تو اسی وقت نبوت کا وقت شروع ہو گیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے۔ تو اس لحاظ سے جب مرزا صاحب کا دعوی نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب جب سے ملہم ہیں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔ ۱۲ مرتب

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مُتَوَقِّفُکَ سے مُبِیْنُکَ مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں بلکہ اسی آیت اِنِّیْ مُتَوَقِّفُکَ..... الایہ رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور الرفع کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ معنی نہیں کہ رفع روحانی بھی مراد لی جائے یا رفع روحانی ہی مراد لی جائے۔ اور اَمْتِنِیْ کے متعلق مضمون میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور فقرہ حدیث ثُمَّ رَفِیْعُ اس سُدُورَ الْمُنتَهٰی میں ظاہر ہے کہ گویا فاعل مذکور نہیں لیکن یہ رفع فی الحقیقت من صاحب اللہ ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ اور اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی بَنِی وَغِیْرہ میں رفع الی اللہ کا ذکر نہیں بلکہ ہجرت الی اللہ یا فرار الی اللہ وغیرہ۔ اور ثُمَّ وَ الصِّیَامَ اِلٰی اللَّیْلِ سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جائے یہ نہیں بات ہوتا کہ تمام رات گزار کر اخیر جزورات میں افطار کیا جائے۔ تو یہی حال رفع الی اللہ فی رفع الی السماء کا ہے۔ اور مطابق فَاسْتَلَوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ب وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر تو رات کی طرف رخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور (استثنا اب ۲۱، ۳۰۳) میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ہوا ان ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلق مصلوب۔ اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا

۱۱۔ بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۲۔ کیا یہ اور حقیقت دونوں صحابہ اور یسوی ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۳۔ ای من علم نے جب یہ فقرہ لکھا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی ٹھکست کی دلیل

۱۴ مرتب

اس کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے۔ ۱۲ مرتب





### اخیری فیصلہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ أَوَّلَ نَبِيٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْزُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْزُرُ الْحَيَّةُ إِلَى جُمُحِرِهَا. (متن علیہ مشکوٰۃ)

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ کلہم دوسرے مسلمان ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے، مذہب احمدی اس میں داخل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں ان میں سے ہے پس ثابت ہوا کہ مطابق اَنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

ترجمہ : اسلامی مناظر

مفتی غلام مرتضیٰ

ترجمہ : پرنسپل اسلام آباد جماعت

از مجموعہ ضلع میان

مولوی غلام محمد

### دُعَاء

”اے ہمارے قادر مطلق ہماری خالصانہ دعائیں سن لے۔  
اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر مٹنی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ مطابق پیشگوئی لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ مُكْلَبَهُ تمام ادیان باطلہ اٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین اسلام ہی پھیل جائے۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔ (۱۲ مرتب)

### ناظرین

غور فرمائیں کہ جو شخص مومن ہے وہ مطابق آيَةُ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ اور معشوق جب ایک امر کے متعلق فیصلہ کر دے تو عاشق مِنْ حَيْثُ هُوَ عَاشِقٌ کو یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت دریافت کرے۔ اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الٰہی نہیں۔ تو پھر مطابق آيَةُ مذکورہ وہ مومن بھی نہیں۔

رویکرد مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہو گیا ہوگا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آيہ مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے خلاف۔ اور نیز روشن ہو گیا ہوگا کہ

مطابق اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ یقینیہ پیدا کر کے اس کے تمام استدلال کو باطل کر دیا ہے۔ اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوح بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء و فضلاء حاضرین مناظرہ کثیر التعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوب طوالت فقط چند علماء و فضلاء کی آراء حقہ بطور مشتمے نمونہ خروار ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور بحر علیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم پیشل فاضل بے بدل علامہ دہر

مولانا حضرت جناب مولوی غلام محمد صاحب

(ساکن محوطہ سلطان پریڈیٹ)

(اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریاضلع گجرات بتاریخ ۱۸/۱۹ و ۱۹/۱۰/۱۹۲۳ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے ہمارے ملک کے مشہور فاضل مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانہ ضلع شاہ پور مناظر تھے۔ اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل تھے جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔ اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

۱..... انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جلیلہ قابل شکر یہ ہیں۔ یہ مفتی

صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری برے بڑے افسر نہ لے سکے اس کا ذمہ دار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہو گیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نکالنے کا موقعہ دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بے حد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدبیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

۲..... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جلیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہہ دہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بد خو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری و نبی و جلی شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسوع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

۳..... قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ ”مسیح (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سگلا کا سگلا واپس نہیں آنے دینا جس کا مطلب بیان کرنا بھی کفر ہے۔ اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آ جاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی سگلا ٹھوکتے مگر آپ نے مرزا صاحب کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴..... قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت اَنْتَ قُلْتَ

لِلنَّاسِ الْآيَةُ كَوَافِرٌ مَّا كَانَ لِيَشْرَبَ..... الآية کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت اتھری پھیل گئی۔ اس واسطے کہ قرآن شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل اچھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کو بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد ہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نگل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گو باطل بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں اور شریف اپنی ذمہ داری کو نبھایا کرتا ہے۔

۵..... قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بے قاعدگیوں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۳۹ ہیں۔ اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶..... مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب تام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷..... مفتی صاحب اپنا بیان تقریری و تحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کی زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکھ جاتی تھی مگر قادیانی مناظر کی تقریر کے مل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸..... قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگا دیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی

۱۱..... اس کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیے مگر وہ ہی جو منظور این دی تھا۔

۹ جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت ہاتھ سے نہ کھونا چاہئے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہئے۔ تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے ایالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں لہذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰..... قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کے بغیر اٹھ چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت بار بار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجھ وہ ہے یعنی غمی ہے جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

### فَتْلُكَ عَشْرَةَ كَامِلَةً وَلَدِينَا مَزِيد

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود بھی سنتے تو مسلمان ہو جاتے مگر ہدایت مقتدرہ تھی۔

احقر غلام محمد  
ساکن مھوٹہ ضلع میانہ



جامع الفنون العقلیہ والعلوم العقلیہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب

پروفیسر اور پبلک کالج لاہور

بتاریخ ۱۸ و ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام و اہل قادیان میں منعقد ہوا۔ سامعین میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانپنڈی تھے۔ اور اہل قادیان کی طرف سے مولوی جلال الدین شمش تھے۔ میں نہ صرف تقاریر و دلائل جانشین میں حقانیت کے عنصر غالب کا مشاہدہ تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی جانب منانیت و ثقاہت استقلال و تحمل سے کام لے رہا ہے۔ مجھے دوروزہ تجربہ کی بنا پر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے منانیت سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کر کے اپنی شک نظری و حقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم و ثبات، وقار و استقلال ان کا طرہ امتیازی تھا وہیں منانیت و شرافت، تہذیب و شائستگی کے پیکر بن کر موافق و مخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل و شواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط و غیر متعلق امور سے حاضرین کی توجہ منحرف کرتے رہے۔ مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا سکون اور زیادہ ہو گیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھٹک و گھٹاؤں کا شیرازہ سرا سر منتشر ہو گیا۔ والسلام

نجم الدین

پروفیسر اور پبلک کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل

ادکولتا ڈاٹا پبلشنگ کمپنی لاہور

مہندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہر یا سے روانہ ہو کر میں جلال پور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دو تین تقریریں مرزا جی کے کفر و الحاد پر ہوئیں جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال الدین شمس قادیانی مفتی ان چودھری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہر یا میں پریذیڈنٹ تھے جلال پور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہذا وہاں کی انجمن نے اعلان کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے کفر و الحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا۔ قادیانی بھی مجبوراً آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار کیا اور مرزائی بصرہ سوائی وہاں سے بھاگے۔ شیعہ و سنی اخباروں میں ان کی شکست کا حال شائع ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک

مناظرہ ہر یا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہر یا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب و مولوی جلال الدین صاحب شمس دربارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو لیلیں حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بیجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

ان اولہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مہیوت رہ جاتے ہیں اور سوائے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہم شمس قادیانی نے چند روایات جو درحقیقت مغالطات تھیں وفات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں۔ مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفع الوقتی تھی اور یہی اس قوم کا مشن ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا۔

مصرعہ: "وَلِكُلِّ قَوْمٍ مُّسَنَّةٌ وَأَمَامُهَا"۔ الغرض شمس صاحب قادیانی اگرچہ دونوں ہی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کر دیتے تھے۔ اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے اولہ قطعیہ اور براہین نقلیہ کا جواب نہ دے سکے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ط

ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ مولوی فاضل

از کوہاٹ

مولانا مولوی محمد کمال الدین صاحب منشی فاضل از میلوال

مال تھیم کوہاٹ تحصیل بہاول ضلع شہپر

میں مناظرہ ہر یا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔ علامہ مفتی صاحب نے اپنا دلی صرف ایک آیت وَمَا قَعَلُوْهُ..... الا یہ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی بقیہ پر استدلال بر حیات مسیح علیہ السلام کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔ یعنی آیت کے ان معنی و احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و قواعد صرف، نحو، لغت معانی، بیان، بدیع، کے عین مطابق نے۔ داوی جلال الدین احمدی اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کے لئے تذبذب کی حالت میں بھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔ کبھی تو رات تریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔ کبھی اشعار مرزا صاحب زبان پر لاتے تھے جو شرائط مجوزہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر اہانت کرنا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔ بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پر کھا جبکہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو انہوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ "مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی"۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلا توقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے

کے لئے تیار ہوں۔ اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقع نہیں ملا صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو جواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں رد و بدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھجکتی۔ اس بات کا پورا ثبوت مرزا صاحب کے اس قول سے چلتا ہے جو انہوں نے ”اعجاز احمدی“ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

”جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب تشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ع

”منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد“

دوران گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلاپوری مولوی فاضل ونشی فاضل مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت پکتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لافض فوک کی صدائیں آرہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جنال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔ سر

ستعلم لیلی ای دین تداینست وای غریم فی النقاضی غریمہا

ع ”حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم“

حافظ کامل الدین ونشی فاضل میلو دالی

قیمہ نو کالہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب (ساکن کندوال تحصیل پنڈا و خان ضلع جہلم) ع

بٹ کا جو تھا نتیجہ آگیا مرجا صد مرجا صد مرجا  
میرزا یوں کی عجائب گت بنی جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا  
میرزا یوں سے جلال الدین تھا اہل سنت سے غلام مرتضیٰ  
بٹ تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں یعنی عیسیٰ زندہ ہے یا مرگیا  
معیار تھا قرآن ہم قول نبی ﷺ فیصلہ اس پر مسلم ہو چکا  
مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف لکھن داؤدی سے جلسہ بھردیا  
آیت اِنَّا قَتَلْنَا جب پڑھی رَفَعَهُ اللہ سے یہ ثابت کر دیا  
زندہ ہے عیسیٰ ابھی افلاک پر دیکھ لے نکتہ عجب بُل میں پڑا  
ہے یہ اضریۃ ابطالیہ بُل اور قصر قلب ہے اس میں چھپا  
موت کو باطل کیا ماقبل نے جو کہ پہلے آچکا نافیہ فنا  
رَفَعَهُ سے یہ آواز سے آرہے زندہ ہے وہ آسمان پر چڑھ گیا  
اس میں ہیں اثبات جد غرضی اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیاء  
بُل کے اندر پھنس گیا صنعی شمس منہ پہ پردہ پڑ گیا کسوف کا  
ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں رستگاری کا نہ ہرگز راہ ملا  
سب کو روشن ہو گیا زندہ مسیح ﷺ موت کا قاتل ہوا ہے روسیا  
ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ  
راقم امام الدین

از کندوال ڈاک خانہ بلڈ شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب (ساکن برائے تحصیل پیر پٹنہ صحرانہ) مع

بحمد اللہ خدا محمود مارا غلام مرتضیٰ حق کا پیارا  
 بہ ہر یا قدم رنجہ چوں بفرمود دیا کر حق و باطل میں ستارا  
 لوئے مرزائی منہم شد ہمیدان مباحثہ آشکارا  
 غلام مرتضیٰ در ملک پنجاب چمکتا ہے ہدایت کا ستارا  
 بگوید شیخ از شادی ہمہ دم عجب ہیں عالم دینی دلارا

ایضاً مع

بیا اے طالب صدق و صفائی ہمیں در صدق شان کبریائی  
 چو آمد صدق و حق باطل نہاں شد عیاں شد صدق و حق را درہائی  
 گروہ احمدی زیر و زبر شد چو غالب شد بیان مرتضائی  
 چو بشنیدند علم مفتی دیں شکست آمد نشان میرزائی  
 بزیہ سائبائے اغولان مباحثہ گشت بہر رہنمائی  
 کہ تا داند سنی حق و باطل کنند از فرقہ ضالہ جدائی  
 کمر بستہ درآمد مفتی دیں ہر کردہ کلاہ چشتیائی  
 سلیمان دار برکری نشست چو یوسف دار از اخوان رہائی

ایضاً مع

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بنایا  
 جلسہ دج میانی آیا ہر یے رب لیایا

باغ قلوب اساڈیاں اُٹے گھٹی بار بہاری  
 ہسیاں کلیاں ہویاں گھٹتہ آئی انہا ندیواری  
 جہاں غریباں کدیں نہ ڈٹھا ایہ جلسہ فیضانی  
 دُرافشانی ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی  
 ہوئی زیارت لوکاں تا کیں عالم گھروج آئے  
 کدہ قرآن حدیث کتاباں مسئلے خوب سنائے  
 مفتی صاحب میانی والے وچہ آہے سر کردے

کاٹھاندے سنگ لوہے بھارے جان بیچارے تردے

اس زمانے ظاہر جا پن ثانی تفتازانی  
 انھن اے مہر و انگوں نحوی مرد حقانی  
 نص حدیثوں مفتی صاحب گل جواب لیایا  
 قادیانوالے ملاں صاحب سانس گل سنایا

حیات مسیح علیہ السلام دی ثابت کہتی واہ حدیث قرآنوں  
 نازل ہوئی وچہ زمانے آخر چچ بچھانوں  
 جسم عالم قادیانوالا کرداسی تقریراں  
 سننے والیاں تا کیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں

نال تحمل اے تا مل مفتی صاحب بولن  
 خوش بیانی اُٹے مومن جند جاناں سب گھولن

علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا  
 علم کلام معانی اندر اہلق تیز چلایا



مسئلہ نحو محقق کیا متن متین دکھایا  
جتنے قدم مبارک رکھیا کس نہ پھیر اٹھایا  
از مسکین شیخ امام الدین (از قرۃ ہر)

جناب مولوی گل احمد صاحب

ساکن پنڈو داخان ضلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے متور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے  
لڑائی بازی اکثر ہوا کرتی ہے بازوؤں سے کوئی شیر جاڑو بندھو کہ تو بھی اک شیرا ہے  
غلام میرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے  
ذرا دیکھو وَمَا قَتَلُوا وَمَا صَلَّوْا کی آیت کو تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے  
اگر مطلوب زندگی ہے تو بَلِّ رَفَع کی بَلِّ دیکھو مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے  
فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو کہنا جیسی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

جناب مولوی بدر الدین صاحب

ساکن رکن ضلع گجرات

بھم اللہ کہ از فضل خداوند دل ہر اہل حق گردید خورسند  
نماندہ مشتبہ دجال عیسیٰ جلی شد کذب فرعون صدق موسیٰ  
غلام مرتضیٰ مفتی حقانی رمیدہ ازوے شمس قادیاں  
دم از علم بیاں بروئے دمیدہ ہمیں حلقوم کا سید چوں بریدہ  
نئے گویم کہ عیسائے زمان است ولے دجال کشتن راجوان است

واعظ بینظیر و مبلغ خوش تقریر مولانا حضرت سید صدیق شاہ صاحب  
ساکن مگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوات محمد آل اصحاب رلائیں  
اس تھیں پیچھے واضح ہووے ساریاں مومنات تائیں  
مرزائیاں تے مفتی صاحب شرطوں کیتیاں تائیں  
دچہ انہاندے جھگڑا کرے باہر جائے تائیں  
مفتی صاحب فاضل پورا شرماں والا ہندا  
دچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نکلاں دھندا  
ککل ششی يرجع الی اصلہ حضرت دافرمانا  
جیسا اصل کے دا ہوئے اس پاسے اس جانا  
ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گھرانہ  
نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ  
مفتی صاحب مرزایاں نوں خنجر ماری بَلِّ دی  
تائیں دچہ انہاندے سینے آتش غمدی بلدی  
عیسیٰ انوں آسمان اُتے بَلِّ چڑھا یا جلدی  
بَلِّ انہاندے دل نکالے واہ نہیں کوئی چلدی  
خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے کی حیاتی  
اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی  
مردیاں دے دل زندے کیستے تیریاں خوش تقریراں

دنیا تے رب زندہ رکھے تئیں جیتاں تصویراں  
ہے خوش خلقت ساری تیں تے رب ہووے خوش شالا  
توں ارج مردیاں دلاں اندر جانی پاؤں والا  
توں ہن اپنے شعر سنا کے بس کر شاہ صدیق  
مفتی صاحب چھوڑیا تاہیں باقی کوئی دقیقہ  
صدیق شاہ (ازمکول)

## خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پاس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب نام ہو ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب نام ہو۔ اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور

مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول مرزا صاحب)

جن دنوں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اول مدرس تھے ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں موجودگی مولوی ابراہیم صاحب و دیگر چند اصحاب بتاریخ ۱۳ یا ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مابین مفتی صاحب و مولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا صاحب کے معتقدین میں سے وسیع المعلومات

فنا کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام پر کچھ فرما سکیں۔

داہی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس ثابت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ:

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے، سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ ناموجود ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات واجزاء بھی موجد ہوں گے۔ اور وہ دلیل اپنی اہالی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کرے گی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات واجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہو تو وہ استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کی جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے میں انتشار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہئے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی مات عیسیٰ۔ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وہما ہے یا شکاً یا ظناً یا تقلیداً یا یقیناً۔

مولوی صاحب: میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب: تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے جو

دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہوں۔

مولوی صاحب: یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب: واقعی یقینی دعوے دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت

میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ

دریافت کرنا ہوں کہ آپ کا دعویٰ مات عیسٰی یقیناً بدیہی ہے یا نظری؟

مولوی صاحب: نظری ہے۔

مفتی صاحب: جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا

محتاج ہے اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس

دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت

نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب: تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب: جناب پھر جو مطلب مقدمہ جہاں الاحتمال بطل الاستدلال کا

سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا اور جو معنی آپ نے کئے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب: آپ مانع فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب: رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ

مات عیسٰی یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی

ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب: جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ

بہر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب: یہ میں نہیں کہوں گا

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا۔ اور مولوی نور الدین صاحب نے اخیر میں فرمایا کہ

ن صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں! کہ یہ مولوی نور الدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام

اہل جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے

سامین کے ساتھ مرزا صاحب ہمیشہ رطب اللساں رہے اور مرزا صاحب کے انتقال کے

بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اول ہوئے۔ ہاں جسہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا

دعویٰ مات عیسٰی یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس

میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کو مناظرہ کیلئے دعوت

مرزا صاحب کے خلیفہ اول کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے اب ہم مرزا صاحب

کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے

ساتھ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام میں بمقام لاہور اس طریق پر مناظرہ

کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچے میں مرزا محمود احمد صاحب اپنے دعویٰ

مات عیسٰی یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے

تعلق یہ لکھا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط اول (۱) و شرط

۱۱م (۲) کے عین مطابق ہو۔ اور دوسرا مفتی صاحب پہلے پرچے میں اپنے دعویٰ حیات مسیح

ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا

ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے بین مطابق ہو۔ اور دوسرے پرچے میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچے اول کی مطابق شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ تردید تحریر کرے۔ اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معین کے اندر بیان کرے۔

نوٹ: ہم نے خاص کر مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں مناظرہ کرنے کے لئے اس لئے دعوت دی ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ہی اپنے صدق و کذب کے لئے معیار و میزان قرار دیا ہے۔

#### ہدایات

قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ”چند ضروری باتیں“ چسپاں کر دیا ہے جس میں اس نے اختراعیات اور مقالات درج کردئے ہیں جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

#### مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے ”مشتہر سطر ۳ و ۴ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا۔“

#### ہدایت

یہ نا فہمی ہے کیونکہ مشتہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ

کرنا چاہا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان تعیین موضوع مناظرہ مفصل لکھ چکے ہیں۔

#### مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ مشتہر نے ہم پر شرط نمبر ۱ و لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں نئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

#### ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر ۱ اور نمبر ۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ”میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے“ اٹ۔ اور دوسرا یہ کہ دعوی نبوت کی تاریخ جو مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو متنبی اور ان کے معتقدین کو معتقدین متنبی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا صاحب برعم خود ملہم تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب پہلی



دفعہ یہ دجی ہوا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہو گیا۔ نہ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ اور نیز مولوی نور الدین صاحب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھ دیا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزا صاحب کے غلیفہ ہیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے زمانہ میں مولوی نور الدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور ان اقوال پیش کردہ کی بعدہ نہ مرزا صاحب نے ترمیم و تنسیخ کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے۔ اور دیا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا بلکہ بطور تردید۔ بیشک قادیانی مناظر نے شرط نمبر ۲ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً تواریت کا پیش کرنا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ و حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ و امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا ذکر کرنا شاہ رفیع الدین صاحب و مجاہد کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر ۱ دلائل میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا قول درج کرنا خیالی اور وہی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کر دینا جو مومن من حیث ہو مومن کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مومن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فزیالوجی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

## مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر نَأْتِ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ آيَةً لِّكِهِمْ هِيَ كَبَلٍ اِبْطَالِيہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو

ان میں تثنائی اور ضدیت ہونی ضروری ہے مگر رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے الخ۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصر اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ اِبْطَالِيہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّي مُتَوَقِّعُكَ کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے۔ اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعویٰ میں جھوٹ ثابت نہیں کر سکے اس کی ضد کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

## ہدایت

”دوبتے کو ٹٹکے کا سہارا“ اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انہوں نے جواب دیتے ہوئے تواریت کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے۔ اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن و حدیث نبوی جائز نہیں۔ اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانی مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے تواریت سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے، تواریت کا درحقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سبب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ ارشاد ہے :

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

أَوْ يُضْلَبُوا أَوْ تَقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْأُخْرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پ)

دیکھو اس آیت میں خِزْي کا سبب قتل و صلب بوجہ جرائم یعنی محاربا اور فساد فی الارض کو قرار دیا گیا ہے نہ مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو۔ اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں موهوم ہو سکتی تھی۔ جب قتل اور رسالت میں تنافی و ضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور رسالت میں تنافی و ضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت اور قتل رسالت کے منافی نہیں۔ اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکُمْ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا..... الخ۔ یہ کیسی زالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم یہود کا عقیدہ ہے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اور قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کی تردید اپنے فقرہ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے ساتھ کی ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت سے مرے گے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یادہ مغلوب الجہالہ ہے یا

اس نے بوقت سلامتی قتل یہ تحریر نہیں کی۔

### مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں اور مشہور خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا لازم نہ ہونا کہ مغالب کا اعتقاد برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ اور ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور مرفوع الی اللہ نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی دفع الیہ سے تردید کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب تھے۔

### ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا لازم نہ ہو۔ اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقض کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔ الخ

### مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچے میں لکھا ہے کہ جب جملہ نفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ ہل اذکر عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لیکر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

## ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا زوالا جہل مرکب ہے کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے۔ اور جس وصف پر داخل ہے اس کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِلْحَمَةٍ مِّنْهُ هِيَ جِسْمٌ كُوفٍ لِّمَنْ هُوَ بَاطِلٌ كَرَدِيَا۔ اور رفع المسیح پر بل داخل ہے جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی وہ جاہل رہ گئے۔ دیکھو اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے جس کو بل باطل کر رہا ہے۔ اور جہل بالآخرۃ پر بل داخل ہے جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِلْحَمَةٍ مِّنْهُ هِيَ جِسْمٌ كُوفٍ لِّمَنْ هُوَ بَاطِلٌ كَرَدِيَا۔ ویسا ہی آیت وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ بَلِ اذْكُرْ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ میں علم بالآخرۃ اور جہل بالآخرۃ کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی و تضادیت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید میں آیت وَمَا يَشْعُرُونَ پیش کی ہے جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

## مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مشترک لکھتا ہے کہ یہ دلیل معدوم النظر ہے۔ بیشک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بیہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

## ہدایت

بیشک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بیہودگی استعمال کرنا بیہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ اس نے اس بیہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل دہر بن کیا ہے۔

## مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ کیونکہ یہ جملہ خبریہ تجزیہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی بجسده العنصری آسمان پر اٹھا لینا ہی ثابت نہیں ہو سکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے۔

## ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بروئے محاورہ قرآنی و محاورات اماناد پر بروئے قاعدہ نحوی متعلق بل بروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصر قلب آیت وَمَا لِّلَّوْهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں

دے سا جیسا کہ روئداد مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں توریت پیش کر کے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں۔ اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اس استدلال کا تا قیامت جواب نہ دے سکے گا جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء و فضلاء زمانہ پر اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی، تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا ” (تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے) “ کیسی دیدہ و دانستہ دلیری ہے۔

## مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں۔ اور رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث وَاسْتَقْبَطَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ دیکھ کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ اور اس کو واقعہ خاص کہہ کر پیچھا چھوڑنا نہایت مشکل ہے۔

## ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے۔ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ اور

اُعْتُ اِلٰی رَبِّیْ پیش نہیں کیا۔ اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خُلِفْتُ میں اگرچہ فاعل مذکور نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہوتا۔ خُلِفْتُ کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے دیا ہی رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی اگر مفعول الفاعل ہے، لیکن اس لحاظ سے کہ فعل رَفَعَ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کا فاعل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں ہو سکتا رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینا ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے الخ۔ ہم اس کو اس کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرز تردید یہ ہے کہ فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی میں فعل رفع ہے اور خدا تعالیٰ فاعل ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینا ہے۔ اور معراج کا واقعہ زیر بحث دانا اسلامی مناظر کی طرز تردید کو مضرب نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رویا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت میں فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنہوں نے لالچ، نیاوی اور طبع نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ سے و طیرہ ہے کہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لئے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

## مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو انہی مُہَاجِرٍ اِلٰی رَبِّیْ کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لئے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کریم



یا حدیث میں کسی نے اپنے لئے مُهَاجِرٌ اور اِلٰہی رَبِّیْ کا لفظ کہا ہو اور اسی طرح حضرت ابراہیم کا اِلٰہی ذَاہِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَہْلٌ سَہْلٌ سے بھی کوئی ان کے آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کر سکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی طرح کہہ دے کہ یہ واقعہ خاص ہے ورنہ یہ الفاظ کسی اور کے لئے آئے ہوں تو پیش کرو۔

### ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور دفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا یا اُلو عروج اور صعود اور دفع میں بلندی کے معنی ہیں۔ اور ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

### مخالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تجرید یہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہُمْ ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي سے اپنی وفات کا اقرار کر رہے ہیں۔

### ہدایت

تجربہ یہ ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہُمْ میں لَمَّا بمعنی حین متضمن معنی شرط ہے۔ اور نیز کُنْتُ اور تَوَفَّیْتَنِي کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

### مخالطہ

قادیانی مناظر کہتا ہے۔ اور جو بات ہم نے تورات سے پیش کی ہے۔ وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انہوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ اور پھر تورات میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثناء ۲۳/۲۴ میں لکھا ہے۔ ”وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے۔“ اسی کے مطابق گلنثیون ۳/۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ ”مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے۔“

### ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے بلکہ اس قادیانی اجلاس کے بعد کی ہے جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور قواعد عربیت کو ترک کر کے پھر بھی تورات کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کر لیا ہے کہ ہمارے پاس شرط ۱ و ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں۔ اور تورات محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ وَمَا قَتَلُوْهُ..... الا یہ یہود کے جس عقیدہ کی تردید ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ..... الا یہ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے لحاظ آیت فَاَسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تصبیح الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح و تردید ہو چکی ہے۔ اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ مَا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذُنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا  
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا  
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا  
فَاَنْصُرْنَا عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ

(۱۲ مرتب)

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو

مناظرہ کیلئے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر مناظرہ کرنے کیلئے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ مجادلہ یا مکابہہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں در نہ مفتی غلام مرتضیٰ مناظرہ سے اجتناب نہ کرتے۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ بلکہ اغلب امید ہو گئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت کے کثیر التعداد افراد مرتد ہو جائیں گے۔

اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا فی سبیل اللہ یعنی بغرض حفاظت عقائد کدھ میں نے منجانب اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر اعلان کر دیا کہ قادیانی جماعت کا فرد اعلیٰ یا متوسط یا ادنیٰ جو میدان مناظرہ میں نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے ساتھ میرا مناظرہ تحریری و تقریری بتواریخ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء بمقام ہریا، ضلع گجرات ہوا۔ جس کی تمام روداد ہدیہ ناظرین ہے۔ بنا بریں اب میرا استحقاق ہے کہ قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے میں دعوت دوں وہ میدان مناظرہ میں نکلے۔

چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر مرزا صاحب کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ اہل اسلام اور کلمہ گو کی تکثیر کرنے میں مقتداء ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔“

(تحدہ کلاویہ ص ۱۶۶)

اس لئے میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر بمقام لاہور اس طریق سے مناظرہ تحریری و تقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیت فَاِنْ قَنَازَ عَنْهُمْ فِیْ شَبْنِیْ فَرُدُّوْهُ اِلَیَّ اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلُ..... الا یہ اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی

کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم وحدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں اس لئے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی گنجائش نہ کی جائے گی۔ قرآن ۱، حدیث ۲، اقوال صحابہ ۳، لغت عرب ۴، صرف ۵، نحو ۶، معانی ۷، بیان ۸، میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کو پیش کر سکوں گا، کیونکہ میاں صاحب مرزا صاحب کو نبی اعتقاد کرتے ہیں۔ اور میں مرزا صاحب کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آگئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے لئے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے۔ اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری بلکہ میاں صاحب کی تمام تعلیمات اور ڈھنگوں میں شکار بازی مقصود ہے اور ”زربدہ سخن درین است“ والا معاملہ ہے۔

اللَّهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ..... آمین

خادم الاسلام والمسلمین

مفتی غلام مرتضیٰ

از میانی ضلع خضاب پنجاب



# خَمْرُ الذُّبُورَةِ

تَحْقِيقُ لَطِيفُ

مناظر الاسلام

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

بسم الله الرحمن الرحيم

اعلم ان ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ تدل عليه دلائل :

منها..... الاول :

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ..... الآية﴾ لان قوله تعالى : «خَاتَمَ النَّبِيِّينَ» حجة قاطعة على ختم النبوة على محمد ﷺ. ولهذا كان اشفق و ارحم على امة لان النبي الذي بعده نبي يجوز ان يترك شيئاً من النصيحة والبيان لانها يستدرکها من بعده واما من لا نبي بعده فيكون اشفق و ارحم على امته واهدى بهم من كل الوجوه.

منها..... الثاني :

قوله تعالى: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ ..... الآية﴾ لان هذه الآية تفيد ان كل نبي لا يكون نبياً في اصطلاح الشرع الا من يجمع الصفات الاربعة :

الاولى: ان يكون مبشراً.

والثانية: ان يكون منذراً.

والثالثة: ان ينزل معه الكتاب بالحق.

والرابعة: ان يكون سفيرا بين الخالق والمخلوق في الهداية والافاضة



كما يدل عليه قوله تعالى: ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ﴾

فلو لا ختمت النبوة على سيدنا محمد ﷺ وجاز ان يكون بعده نبي يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجه الصفة الثالثة فيقدح في كمال القرآن في التعليم فلا يصدق قوله تعالى: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ثم اعلم ان الآية المصدرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ كذلك تدل على امرين آخرين :

الاول: ان النبوة في اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوة تشريعية لا ظلية و بروزياً كما اخترعه اهل زماننا فان يسئل ان هارون ﷺ كان نبياً ولم يكن صاحب أمة ولا كتاب يجاب بأن هارون ﷺ كان صاحب أمة وصاحب كتاب.

أما الاول فلانه تعالى قال في البقرة ﴿إِلَٰهَ مُوسَىٰ وَآلِ هَارُونَ﴾ فذكر ال موسى أولاً وال هارون عليهما السلام ثانياً استقلالاً فكان كل واحد منهما صاحب أمة فال موسى ﷺ هم الذين استفادوا في بركاته وال هارون هم الذين استفادوا في فيوضاته.

وأما الثاني: فلانه تعالى قال في الصفات ﴿وَاتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ﴾ اي اتينا كل واحد منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالى: ﴿وَأَنْزَلْ مَعَهُمُ الْكِتَابَ﴾ فان المراد أنزل مع كل واحد منهم الكتاب اذ إرادة إنزال الكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان.

والثالث: أن النبي في اصطلاح الشرع لا يكون نبياً الا من بعث في الله

بالهدايات والوحي وجعل سفيرا بين الخالق والمخلوق في تبليغها واشاعتها بين الناس كما تقتضيه الصفة الرابعة ولا يكون نبياً بمجرد الوحي والمكالمة والا يلزم ان يكون الحواريون أنبياء حيث قال تعالى في المائدة ﴿أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قوله ﷺ لم يكن بيني وبينه (اي عيسى عليه السلام) نبي فمن توهم ان النبوة مجرد الوحي ومكالمة الملك فقد حاد عن الصواب الا ترى الى قوله تعالى في القصص ﴿وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ مع انها لم تكن نبيّة ثم اعلم ان النبي بالمعنى اللغوي اي المخبر في الله سواء كان لا فاضة الناس ديناً او امراً ذاتياً لا يجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمد ﷺ فيمن بعده للتجانس اللفظي ولذا لم يجترأ ابوبكر ولا عمر ولا عثمان ولا علي عليه السلام على ان يستعمل فيهم لفظ النبي بالمعنى اللغوي مع انهم فنوا في نبينا ﷺ وكانوا اخيار قرن النبي ﷺ قال ﷺ "خير القرون قرني" ولذا لم يجوز شيابا اهل الجنة الحسن والحسين رضي الله عنهما استعماله فيهما مع انهما كانا معاً جمال النبي ﷺ ظاهراً وباطناً ولذا لم يُخبر قطب الاقطاب الشيخ عبد القادر الجيلاني قدس سره استعماله فيه مع انه قال خضنا بحراً لم يقف على ساحلة الانبياء اي فنيا في النبي الامي الذي هو كالبحر في السخاء فمن ادعى النبوة بعد نبينا ﷺ لم يكن مجدداً ولا مهدياً ايضاً لان الافتراء ليس من شان المجددية والمهدوية.

منہا..... الثالث :

قوله تعالى ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ اعلم أن هذه الآية تفيد أن نبينا ﷺ افضل العالمين بل افضل النبيين.

اما الاول: فلانه يفهم منها ان نبينا ﷺ كان بالكتاب الالهي للعالمين نذيرا ومن كان بالكتاب الالهي للعالمين نذيرا فهو نبي العالمين والعالمون أمته والنبي افضل من أمته.

واما الثاني: فلانه يتجلى منها ومن قوله تعالى ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ان نبينا ﷺ بعث بالكتاب الالهي الجامع الكامل لتبليغ العالمين كلهم اجمعين والتبليغ الذي قسم من قبل بين الف نبي او الفين فريض والزم أدائه الى نبينا الواحد ﷺ فنبينا ﷺ اجمع واكمل القوي في الحقيقة وفي علم الله سبحانه فهو الانسان اجمع الاكمل في سائر النبيين فهو افضل النبيين فلو جاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبي يلزم ان يكون النبي المتأخر افضل في نبينا ﷺ وهو ظاهر البطلان لما مر. اما اللزوم فلانه كما يتحرك كل متحرك لتحصيل المطلوب واذا وجد مطلوبه سكن ووقف كذلك تحركت النبوة في نبي الى نبي ثم الى نبي لانه كان مطلوبها الانسان اجمع الاكمل فلم تقف على آدم عليه السلام ولا على نوح عليه السلام ولا على ابراهيم عليه السلام وغيرهم في الانبياء فاذا وصلت الى الذات المحمدية ووجدتها سكنت ووقفت لانه الانسان اجمع الاكمل وهو

روها وقد حصل فلو جاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبي ولم تختتم النبوة به يلزم ان لا يكون الانسان اجمع الاكمل بل يكون النبي المتأخر انسان اجمع الاكمل فهو افضل منه ويطله قوله تعالى ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ كما مر في التفصيل ولما كان في ارادة الله الازلية ان تختتم النبوة على الوحدة كما ابتدأت في آدم على الوحدة وتذهب الاجنبية بصير بنو آدم قوماً واحداً كما انهم تحت نوع واحد بعث تعالى بالكتاب الجامع الكامل الانسان الجامع الكامل الى العالمين كلهم نبياً مشتركاً واحداً فصارت بنو آدم قوماً واحداً اختتاماً كما كانوا ابتداءً.

### ويل اول

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (احزاب) ”يعني محمد ﷺ ہمارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتے والا ہے۔“

آنحضرت ﷺ کی اُبوت روحانی کا سلسلہ تاقیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل مضمون تو آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ ہونا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے ہیں کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ”اُبوت“ کی نفی کا مبادیہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک ﴿لَكِن﴾ سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا

﴿رَسُولُ اللَّهِ﴾ وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتدا باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتدا رسول سے ہوتی ہے، پس ﴿رَسُولُ اللَّهِ﴾ کا لفظ لاہ آپ ﷺ کی ”ابوت“ روحانی کو قائم کیا، لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ”ابوت“ روحانی منقطع ہو جاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟

تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں، یعنی آخری نبی! آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ”ابوت“ روحانی کا سلسلہ بھی قیامت منقطع نہ ہوگا، بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے ”علماء امتی“ کانبیاء بنی اسرائیل“ وہ نبی نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے، وہ نبی نہ ہوں گے پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ”رجال یكلمون من غیر ان یكونوا انبیاء“ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہو سکتی، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایت رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمادیں اسی لیے آیت کا ختم ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ پر کیا ہے۔

### تفسیر خاتم النبیین باللغة

خاتم کے معنی ”مہر“ بھی ہیں اور ”آخر“ بھی، لیکن کسی قوم کے ”خاتم“ اور ”خاتمہ“ سے مراد ان میں سے ”آخری“ ہونا ہے، ختام القوم و خاتمہم و خاتمہم الآخرہم، (لسان العرب) اور ”خاتمہ“ اور ”خاتم“ ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں

خاتم النبیین“ اور ”خاتم النبیین“ کے معنی ہیں آخری نبی، (لسان العرب) اور آپ ﷺ کو ”خاتم النبیین“ کہا، اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام الخاتم النبیین“ کے معنی لغت سے اور پر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک ہیں اور کسی قوم کا ”خاتمہ“ یا ”خاتمہ“ ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے، یعنی ان میں سے کوئی ہونا، پس نبیوں کے ”خاتمہ“ کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

### تفسیر خاتم النبیین بالاحادیث النبویہ

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ”خاتمہ“ کا معنی کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے۔ یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اول: جس میں لفظ ”خاتم النبیین“ کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے، متفق ہے ”مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الاموضع من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ہلاً وضعت ہذہ اللبنة قال فانما اللبنة وانا خاتم النبیین“ یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک مس کی مثال ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں اینٹ ہوں اور میں ”خاتم النبیین“ ہوں۔

دوسری حدیث: ابو داؤد اور ترمذی میں لفظ ”خاتم النبیین“ کی تفسیر یوں کی ہے ”انہ سہکون فی امتی ثلثون کذابا کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانی

بعدی" یعنی میری امت میں "تمیں کذاب" ہوں گے، ہر ایک ان میں سے جھوٹا دہی کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، جن میں چھٹی یہ ہے کہ "خاتم النبیین" یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں، وہاں بجائے "خاتم النبیین" کے یہ لفظ رکھ کر بتا دیا کہ "خاتم النبیین" سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت "خاتم النبیین" کی تفسیر ہی ہیں، بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ نبی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا، لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو "انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی"۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر بشارات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ "لا نبی بعدی" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔

اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے

آخری نبی ہونے کا انکار کرنا بیانات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لو عاش ابراہیم لکان نبیا پر بحث

اور "ختم نبوت" کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے "لو عاش ابراہیم لکان نبیا" مگر ازل اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے، مثلاً بخاری میں عبد اللہ بن ابی اونی کا قول "لَوْ قُضِيَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عَاشَ اِبْرَاهِيمَ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ" یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انسؓ کا قول "ولو بقي لكان نبيا لكن لم يبق لان نبيكم اخر الانبياء" یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول :

"قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

اور "ختم نبوت" کے خلاف ایک قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیش

کیا جاتا ہے "قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ" یعنی خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک "خاتم النبیین" کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں



مذکور ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے، کسی صحابی کے قول میں ہوتے، نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے۔ مگر وہ درہن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں ”خاتم النبیین“ کے معنی ”لانی بعدی“ کئے گئے ہیں، ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے، خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اسکے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں، ”خاتم النبیین“ کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کہا ”خاتم الانبیاء ولانی بعدہ“ تو آپ نے کہا ”خاتم الانبیاء“ کہنا تجھے بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ”خاتم النبیین“ واضح ہیں اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں، تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل شرعاً حجت نہیں۔

﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (التحریر)

﴿أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ ﴿الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ (احمد)، یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ”مقام نبوت“ بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر

مسلمان ہر روز بار بار ”مقام نبوت“ کوئی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے، اس لئے کہ نبوت محض موبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں، ایک وہ چیزیں ہیں جو موبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ”اول“ یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ ﴿الَّذِي خَمِنَ عَلَّمَهُ الْفُرْقَانُ﴾ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام) کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ”النبی“ اور ”الرسول“ کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کیلئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو ہی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کیلئے یہ دعائیں اور اگر حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی حالانکہ مقررین اور محبین الہی تو ہزاروں کی تعداد میں ہو کر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے دعا

کرنے والی امت کو ﴿خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں، حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے، ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہ نہیں ہو سکتا۔

﴿يَبْنِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ أَيْشِي فَمَنْ أَتَقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بَايَعَنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (۱۱۴) ترجمہ: یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ بچھتا کریں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔ پہلی آیت سے بیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ﴿يَبْنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا﴾ ﴿يَبْنِي آدَمَ لَا يَفْتَنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ﴾ ﴿يَبْنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ﴿يَبْنِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے، شیطان کے فتنے سے سب بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اول بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی نقل کر کے میاں محمود

احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے، حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے، تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات ہر بات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کر لو گے، تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کرو گے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ”رسل“ کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل بنی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے، دوسری جگہ سے ملتی ہے جہاں فرمایا ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ رسول تو دین سکھانے کیلئے آتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ”کمال شریعت“ اور شریعت کے آنے کیلئے مانع ہو گیا تو ”کمال نبوت“ بھی اور نبی کے آنے کیلئے مانع ہو گیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہو گئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے اس لئے اب کسی ”رسول“ کی ضرورت دنیا کو نہیں اور وہ لوگ جو ”رسول“ کے آنے کا جواز نکالتے ہیں، مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کیلئے خود یہاں لفظ موجود ہیں ﴿يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ أَيْشِي﴾ یعنی ”رسول“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی آئیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ”رسول“ کی

آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ”رسول“ کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا ﴿إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى﴾ (البقرہ) اور اسکے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا:

ایک: ﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ﴾ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ یعنی اس ہدایت، اس پیغام کا انکار کرنے والے۔ اسی طرح یہاں دو گروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔ دونوں میں سزا تکذیب پیغام کی ہے۔

### ظلی نبوت

صوفی جیسے ”ظلی نبوت“ کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ”ظل اللہ“ نہیں اسی طرح ”ظل نبی“ نہیں اور نہ ظلی نبوت، نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (یس)

ترجمہ: ”سن لو اللہ کے دیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور

کوئی اختیار کرتے تھے ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔“

یہاں آیت کے آخری پر یہ لفظ لاکر ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہو گیا۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ان الرسالة والنبوة قد انقطعت و لا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك على الناس فقال ولكن المبشرات“ یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ

بات لوگوں پر شاق گزری، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ”مبشرات“ باقی ہیں۔ جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ مصرفت

الہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرف اشارہ ہے ”رجال یكلمون من غیر ان یكونوا

انبیاء“ میں۔ ہاں! نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور تکمیل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک

پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی

نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ان لله تعالیٰ عبادا لیسوا بانبیاء

ولا شهداء یغبطهم النبیون والشهداء علی مجالستهم وقربهم من الله“۔ (روح

المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہیدان کے مرتبہ

اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل

روایت ہے "ان من عباد الله يبطيهم الانبياء والشهداء" اور جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ﴿إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (تفسیر ابن جریر)

اور ایسی ہی روایت ابوداؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملتے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے، بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے، نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی، پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور راز داری سے دعا کی کہ اے اللہ! اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور "مستجاب الدعاء" ہوا۔  
سوال: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو بر تقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے متبع ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل و نقل ہے اور اگر "نزول مع النبوة" ہوگا تو "خاتم النبیین" کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نبوت اور رسالت کے لئے دو رخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الہی ہونا لازم اور غیر منفک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل و تغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آ سکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی

شریعت ناسخ ہوتی ہے تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اسکو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے، بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف منوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر و منزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے، ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کیلئے یہ لازم اور ضروری ہے کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون و صاحب ظہور ہوا۔ اگر کھٹکے کے علاقے میں کالیٹھنٹ گورنر لاہور کے لفٹنٹ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اسکو لیٹننٹ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو "خاتم النبیین" کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا  
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کیلئے ہم انکا ایک مکالمہ دو جی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الہیہ جو "برائین احمدیہ" میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: "هو الذي ارسل رسولہ بالهدی ودين الحق ليظهره على الدين كله" اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے

کما يدل عليه قوله تعالى ﴿كَانَ الْإِنْسَانُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ الخ



پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۸)

یہ آیت ”سورۃ فتح“ کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔“ اس آیت میں نبی تشریفی کا بیان ہے جیسا کہ ”بالہدی و دین الحق“ سے ظاہر ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریفیہ کے مدعی ہیں۔

باقی مضامین متعلقہ ”ختم نبوت“ بیاض سیاہ ۱۲ میں ہیں۔



حضرت علامہ

حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

## حالات زندگی:

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸۹۲ء میں ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ریاست الور ہی میں مذہبی خدمات سرانجام دینے لگے۔ مسلمانوں کی زیوں حالی دیکھ کر ان کا جی کڑھتا تھا اسی لئے آپ نے مہاراجہ الور سے تعلقات بڑھائے کیوں کہ آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ جب تک مسلمان ریاست الور میں دخیل نہ ہوں گے اس وقت تک عظمت رفتہ بحال نہ ہو سکے گی۔ مہاراجہ جلد ہی آپ کے تبحر علمی اور بلند خیالی کا معترف ہو گیا اور ریاست میں ایک انجمن تحفظ حقوق المسلمین قائم کر دی۔ انہی دنوں حکومت نے ایک سڑک بنانے کا منصوبہ تیار کیا۔ سڑک کے راستے میں ایک مسجد تھی جسے شبید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر پورے علاقے کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ گئی۔ حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کے احساس کو بالائے طاق رکھ کر ایک رات فوج کی مدد سے مسجد کو شبید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا کو پتہ چلا تو آپ ۳۱۳ جانبازوں کا جیش لے کر اسی رات مسجد کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ میں ایک دو مقام پر معمولی مزاحمت کے بعد آپ نے مسجد میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل کر لی۔

ادھر مسلمانوں کو آپ کی روانگی کی خبر ہوئی تو تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نازک صورت حال کے پیش نظر حکومت نے مسجد کو منہدم کرنے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور آپ کو بلا کر کہا کہ مسجد کیلئے اس سے بہتر اور وسیع جگہ دی جاتی ہے، آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں لیکن آپ نے..... ع

آئین جوانمردان حق گوئی و بے باکی

کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس مسجد کو شہید نہیں ہونے دیں گے اور مسلمان خانہ خدا کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں بچھا کر دیں گے، چنانچہ حکومت اس طوفان کے آگے نہ بٹھہر سکی اور مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔ یہ آپ کی جرأت و بیباکی کا پہلا واقعہ تھا۔

۱۹۳۶ء میں آپ اہل لاہور کی درخواست پر مسجد وزیر خان میں بحیثیت خطیب تشریف لائے، والد ماجد کے علاوہ آپ نے شیخ المشائخ سید علی حسین کچھوچھوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔ مشنوی مولانا روم پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ خواص و عوام آپ کی تقاریر کو بہت ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے تحریک کی حمایت کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے شب و روز مصروف رہتے۔ علماء پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۳۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہموار بنایا۔ بعد میں محمد علی جناح صاحب سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ احسان میں نظریہ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ محمد علی جناح، ہیر صاحب ماکھی شریف اور امیر ملت ہیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو نظریہ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریروں

قریب سے عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۱۹۳۶ء میں آل انڈیائی کانفرنس منعقدہ بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۳۶، ۳۷ء میں جب مسلم لیگ نے اسیٹی نیشن شروع کیا تو آپ نے علماء و مشائخ کے وفد لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ حکومت نے متعدد پابندیاں لگا کر آپ کو روکنا چاہا مگر بے سود، آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان بننے کے بعد جمعیت علماء ہند کے مقابلے میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۳۸ء میں جب تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے آپ نے سب سے پہلے تحریک کی حمایت کی اور مجاہدین کے لئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی جس میں لاکھوں روپے کا سامان جمع کر کے کشمیریوں کی مدد کی گئی۔

۹ مارچ ۱۹۳۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں مولانا ابوالحسنات کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دلوں پر یہ بات نقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے لہذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہئے۔

### رد قادیانیت :

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ سردھڑ کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کی قیادت کے فرائض سنبھالے اور قادیانی نظریات کے خلاف سید سپر ہو کر ڈٹ گئے۔ تحریک کے دوران کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جیلوں میں کئی سال قید و نظر بند رہے۔ رد قادیانیت پر آپ نے کئی کتب بھی تحریر فرمائی جن

میں سے ایک کتاب ”اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب“ اس جلد میں شائع کی جا رہی ہے۔  
ردِ قادیانیت پر آپ کی مزید تصانیف اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو معرکۃ  
الآراء اور ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا، اس پر آنے والی کسی جلد میں خراج تحسین پیش کیا  
جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

### دیگر تصنیفات :

تفسیر الحسنات (جسے آپ نے ایامِ اسیری میں تحریر کرنا شروع کیا تھا اور وصال سے  
صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی) علاوہ ازیں مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

۱..... ترجمہ کشف الکجوب ..... شمیم رسالت

۳..... طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ ..... اوراقِ غم

۵..... صبحِ نور ..... قرائیں المواعظ

۷..... فرشتہ نور ..... اظہار الاسقام

۹..... مظہر الاسرار ..... التبیان

۱۱..... رجوم المؤمنین علی مانع الجماعۃ للملحدین ..... مؤنس الاطباء وغیرہ

لاہور، کراچی، حیدرآباد اور سکھر کی جیلوں میں رہنے سے آپ کی صحت بہت گر گئی

تھی، آخر کار ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ ھ بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے

آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ وقتِ رخصت یہ شعر زبان پر جاری تھا:

حافظِ زندہ باش مرگ کچا تو کچا تو زندہ فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

آپ کا مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخش ر.ہ. اندھیکے احاطہ میں مرتعِ خلافت ہے۔



# اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب

(سنِ تصنیف: ۱۹۳۲)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولہ والصلوة والسلام علی حبیبہ

دور حاضرہ میں چونکہ آزادی کا زور ہے اسی وجہ سے ہر سمت بے دینی کا شور ہے۔ آج وہ وقت ہے کہ انسان اگر چاہے کہ یکسو ہو کر ایک مذہب کا قیام بنائے تو یہ مشکل ہے اس لئے کہ علم دنیا سے اٹھ رہا ہے جہالت عام ہو رہی ہے پھر ایک جاہل جو اپنے پرانے طریقہ پر جا رہا ہے اس کو جب کوئی نئی آواز آتی ہے تو وہ مجبور ہے کہ اسے سنے اور سننے کے بعد معذور ہے کہ مذہب نہ ہو۔ پھر مذہب ہونے پر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ جس پر اپنا یقین جمائے ہوئے ہے جسے اپنا راہ نما جان رہا ہے جسکو عالم باعمل سمجھ رہا ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ کرے اور عالم جب اس کے وہ اعتراضات سنتا ہے تو وہ باتوں میں سے ایک بات کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یا کہہ دیتا ہے کہ تم نے ایسے بے دین کی بات ہی کیوں نہی اپنی پرانی روش پر چلا جانا تمہارا فرض تھا یا جواب دیتا ہے کہ اب جواب کی صورت بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا وہ جواب ایسے علمی جواہر ریزوں سے مزین ہوگا کہ وہ منکر کچھ نہ سمجھ سکا ہو یا ایسے سادہ الفاظ میں ہوگا کہ اس کی اس جواب سے سیری نہ ہو اور تیسرا درجہ جواب کا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تشفی اس جواب سے کر سکا ہو۔ مگر پھر جدید شبہات سے وہ اگر مذہب ہو جائے تو اس میں اس کی جہل کی وجہ ہی ہو سکے گی۔ بہر کیف آج جہاں عالم عالم میں بے دینوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں وہاں عوام جاہل بھی ان کے ٹیچر ہیں۔ سخت مشکل ہے آج حیرت ہی حیرت ہے انسان کرے تو کیا کرے۔ اگر سب سے صلح رکھتا ہے تو حکم قرآنی ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ

كَانُوا اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ عَشِيرَتُهُمْ ﴿۱﴾ کے خلاف ورزی کرنا والا بن کر ملزم شرعی قرار پاتا ہے۔

اور اگر سب کو دندان شکن جواب دیتا ہے تو ہمارے اپنڈیٹ انگریزی خوان ناراض ہوتے ہیں اگر خاموش رہتا ہے تو شیطان آخر میں دباؤ بنی الدین قرار پاتا ہے۔ بنا بریں چوتھا طریقہ ہمارے ذہن میں آیا ہے۔ وہ اگر ہمارا خیال غلطی نہیں کرتا تو شاید عام طور پر بھی پسندیدہ ہوگا۔ و لیس وراء ذالک حبة خردل من الایمان۔

وہ یہ کہ سخت کلامی، درشت زبانی، شب و شتم، طعن و تشنیع، میں میں تو تو، واہی تو واہی، اوندھے سیدھے سے مجتنب رہ کر بخند اس پیشانی سادہ بیانی اختیار کر کے مہذب پیرایہ میں معترض کے اعتراض کو لیکر اسکا شافی دانی کافی واضح لائح روشن طریق سے جواب دے۔ پھر منصف کے لئے وہ یقیناً مشعل ہدایت ہوگا اور غیر منصف کے لئے منہ کفایت کر سکتا ہے نہ یہ۔ لہذا اس تمہید کے بعد اول ہمیں ایک بزرگوار کا تعارف کر دینا ضروری ہے تاکہ ناظرین انہیں سمجھ سکیں کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ پھر ان کی ان عنایات کا شکریہ جواب کی صورت میں پیش کر دینا ہے جو انہوں نے اپنی عصیت مذہبی کے اقتضاء سے اسلام اور بانی اسلام سید اکرم رحمت دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کی ہیں۔ واللہ هو الموفق والمعین وبہ نستعین۔

ایک مدت گزر گئی کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ نکلا تھا جس کا نام ”حقائق القرآن“ تھا اور اسکا جواب غیر مقلدین کی طرف سے بھی شائع ہوا تھا اور اہل سنت نے بھی بہت سے احوال دیئے تھے۔

پھر دوبارہ جب کہ نومبر ۱۳۳۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند کا سالانہ

جلسہ ہونیوالا تھا اسوقت ایک اکرام الحق نامی عیسائی یا مرزائی یا ”لا الہی ہولاء ولا الہی ہولاء“ نے کھلی چٹھی بنام علماء کرام شائع کی جس میں ہو بہو وہی اعتراضات حقائق القرآن کے حوالہ سے لکھ کر احناف کو ذرا یا تھا کہ یا تو جواب شافی دو ورنہ میں مرزائی یا عیسائی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اسی وقت بہت سے احوال شائع ہوئے جلسہ میں بھی علماء کرام نے مختصر جوابات دیئے۔ مگر احباب کا برابر اصرار رہا کہ جوابات مفصل براہین واضحہ کے ساتھ شائع کئے جائیں مگر میں ٹلا تا رہا آخرش بزم تنظیم نے بزور درخواست کی کہ جوابات لکھے جائیں ہم شائع کریں گے لہذا اب مجھے ان اعتراضات کے جوابات کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ معترض میرے احوال تسلیم کرے نہ کرے مگر میں ان شاء اللہ حتی المقدور ہر آیت کا جواب آیت سے اور حدیث کا جواب حدیث سے دوں گا اور تہذیب کے دائرہ سے خارج کوئی لفظ اپنی قلم سے نہ نکالوں گا۔ آئندہ ہدایت یہ قدرت الہی میں ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تلخیص تمام اعتراضات کی یہ ہے کہ

از روئے قرآن حضرت عیسیٰ سید اکرم ﷺ سے افضل ہیں اس دعویٰ کے ثبوت میں حوالہ جات قرآنی دیئے ہیں اور ان اولہ کی تعداد چودہ تک پہنچائی ہے۔ ہم معترض کے اعتراض کو عنایت کے لفظ کے ساتھ تعبیر کریں گے اور جواب کے موقع پر شکریہ لکھیں گے اور جملہ اعتراضات کی تلخیص نقل کریں گے:

عنایت (۱): حضرت مسیح کی پیدائش بے باپ کے معجزانہ تھی اس لئے وہ حضور ﷺ سے افضل تھے۔

شکوہ: میاں اکرام! آپ نے سخت غلطی کی ہے جو محض اس کی وجہ سے آپ عیسائی

بننے کو تیار ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے۔ عزیز من! معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی برگزیدہ نبی سے اس طرح کوئی فعل سرزد ہو کہ اس کے مقابلہ سے عوام عاجز آجائیں اور وہ فوت ان کی ذاتی نہ ہو بلکہ بظاہر الٰہی ان میں نظر آئے۔ مگر اس معجزہ کا فاعل بظاہر وہی نبی ہو۔

امروالادت ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق پیدا ہونے والے سے نہیں بلکہ پیدا کرنے والے سے ہے اور جس کا ظہور خالق کی طرف سے ہو اسے مخلوق کی طرف منسوب کر کے معجزانہ کا دعویٰ کرنا محض خوش فہمی کی دلیل ہے بلکہ ہو جب آیہ کریمہ ﴿ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون﴾ حضرت آدم کی صورت ولادت بجائے حضرت عیسیٰ کے زیادہ معجزانہ ہے لہذا عیسائی بننے کی تیاری نہ کیجئے بلکہ آدمی بننے کی فکر کیجئے کیونکہ آیہ مذکور میں صاف ارشاد ہے کہ بے شک عیسیٰ کی مثال مثل آدم کے ہے (کہ وہ بے باپ پیدا کئے گئے) اور آدم کو محض مٹی سے بنا کر حکم فرمایا تو وہ پیدا ہو گئے۔ یہاں ماں ہے نہ باپ۔

علاوہ ازیں شان تخلیق اب تک چار صورتوں میں نظر آئی ہے۔ اول درجہ یہ کہ بلا وساطت والدین جیسے آدم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے بوساطت والدہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام تیسرے بوساطت مرد جیسے حوا (رضی اللہ عنہا) اور چوتھے بوساطت والدین جیسے تمام مخلوقات۔ اور غالباً یہی شان تخلیق خالق زمین و زماں کو زیادہ مرغوب ہے کہ اس صورت میں اپنے محبوب خاص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت فرمائی۔ پھر اگر معجزانہ تخلیق سبب شرافت و عظمت علی الخلائق ہے تو آدمی بنا پسند نہ ہو تو حوائی کیجئے کہ اور بھی زیادہ معجزانہ ہے کہ عادت اللہ کے خلاف ظہور ہوا ہے۔

اور پھر ناقہ صالح علیہ السلام کو سب سے افضل ماننا پڑے گا کہ وہ پتھر کی چٹان سے نکلا اور باہر آتے ہی بچہ دیا لہذا ناقہ بننے اور اس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے: ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةُ اللَّهِ نَاقَةٌ وَاللَّهُ وَسُقْيَاهَا﴾

میاں اکرم! اعتراض کرتے یا کتاب حقائق قرآن پڑھتے وقت کچھ سوچا بھی ہوتا یوں ہی پکار بیٹھے کہ میں دلائل حقائق قرآن سے متاثر ہو چکا ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھو ہر فعل فاعل کی ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور مفعول پر اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شان سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرما کر بتایا کہ ﴿وَلَنَجْجَعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ﴾ ہم نے مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بتائی ہے نہ کہ حضرت مسیح کی شرافت بھی اس میں مضمر ہے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بہت سے کیڑے مکوڑے موسم برسات میں بلا ماں باپ وجود میں آتے ہیں وہ بھی افضل قرار دینے پڑینگے۔ امرد کے اندر گولر کے اندر خود بخود کیڑا بھگا پیدا ہوتا ہے تو یہ معجزانہ ولادت ہے۔ لہذا فرمائیے کہ یہ بھی سب سے حتیٰ کہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ واللہ الہادی۔

**عنایت (۲):** مسیح کی والدہ حضرت مریم کو سب جہان پر فضیلت ہے لہذا مسیح افضل ہیں۔

**شکریہ:** عزیز من! والدہ کی انصافیت سے مولود کی انصافیت کو کیا تعلق؟ اور اگر حضرت مریم کو آپ ﴿وَطَهَّرَكِ وَاصْلَفَكِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ سے تمام زمانہ کی عورتوں پر افضل مانتے ہیں تو عیسائی بننے اور مرزائی ہونے کی کیوں ڈانٹ بنائی مریمی ہونے کی دھمکی دی ہوتی۔ علاوہ ازیں ﴿طَهَّرَكِ﴾ کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا تاکہ آپ کو عرف عرب تو معلوم ہو جاتا۔ دیکھئے مفسرین نے عرف کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا ہے

وَطَهَّرَكِ مِنْ مُسْبِسِ الرِّجَالِ یعنی مس ذکور سے پاک کیا ہے جو ایک امر واقعہ کا اظہار قرار پاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے ماتحت مفسرین نے جس قدر اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی آپ کے دعویٰ کا مؤید نہیں۔ ملاحظہ ہو پہلا قول تو مذکور ہو چکا علاوہ اس کے دو قول اور ہیں۔

۱..... قِيلَ مِنَ الْمَحِيضِ. قَالَ السَّيِّدُ كَانَتْ مَرْيَمَ لَا تَحِيضُ. یعنی پاک کیا تجھ کو اے مریم حیض سے۔ علامہ سعدی کہتے ہیں کہ حضرت مریم حائضہ نہیں ہوئیں۔

۲..... قِيلَ مِنَ الذَّنُوبِ. یعنی اور پاک کیا اللہ نے اے مریم تم کو گناہوں سے اور ﴿عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ کے ماتحت لکھتے ہیں: قِيلَ عَالَمِي زَمَانِيهَا. وَقِيلَ عَلَى جَمِيعِ النِّسَاءِ الْعَالَمِينَ فِي آثِهَا وَلَذَتْ بِلَا آيٍ وَلَمْ يُمْكِنْ ذَلِكَ لِأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ وَقِيلَ بِالتَّحْرِيرِ فِي الْمَسْجِدِ لَمْ تَحْرُرِ أَنْتِي. یعنی بعض کہتے ہیں ان کے زمانہ کی عورتوں پر طہارت دی گئی۔ بعض کہتے ہیں تمام زمانہ کی عورتوں پر ظاہر ہوئیں اس لئے کہ بغیر مرد کے اولاد دی اور یہ بات زمانہ کی عورتوں میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں حمل میں آزاد ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ پھر فرمائیے عِيسَى الْكَافِي كَوَاسٍ سے کیا فضیلت۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے۔

ہنر ہنما اگر داری نہ جوہر

گل از خار است ابراہیم از آذر

اور اگر بفرض غلط ہم تسلیم بھی کر لیں تو عِيسَى الْكَافِي کو ماں کی وجہ سے افضل ماننا پڑے گا اور سرکار ابد قرار روحی فداہ ﷺ کی وجہ سے ازواج مطہرات کو یہ شرف ملا کہ ارشاد ہوا ﴿يُنْسَاءُ النَّبِيِّ لَسْتُ نَحَا خِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ اے ہمارے نبی کی بیوی! تم اور

عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور اس سے بڑھ کر یہ شرف محض حضور ﷺ کی وجہ سے ملا کہ ازواج مطہرات مومنین کی مائیں قرار پائیں اور صاف صم آیا ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ یعنی ہمارے حبیب محمد ﷺ مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیبیاں انکی (یعنی مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ﴿وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبْدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ ان کے بعد نکاح نہ کرو ان کی بیبیوں سے بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اور اگر ﴿طَهَّرَكِ﴾ کا مقابلہ منظور ہے تو لیجئے ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ النَّبِيِّ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ وہاں والدہ عِيسَى الْكَافِي اپنے زمانہ کی عورتوں میں مطہر تھیں یہاں بہ تصدیق حضور ﷺ اہل بیت اطہار مطلقا مطہر ہوئے۔

تو اب فیصلہ کر لیجئے کہ بموجب آپ کے دعویٰ کے عِيسَى الْكَافِي نسبت ام کی وجہ سے با عظمت قرار پا رہے ہیں اور یہاں حضور سرور عالم ﷺ کی وجہ سے ازواج کو شرافت مل رہی ہے۔ ذرا انصاف سے فرمائیں کس میں افضلیت تھی اگر اللہ انصاف دے تو صاف کہو گے کہ بے شک حضور ﷺ کی عظمت ثابت اور ہمارے ”حقائق قرآن“ کا دعویٰ باطل۔ اور پھر خود سید یوم النشور ﷺ کی شان میں ارشاد ہوا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ یعنی اے محبوب ہم نے تجھ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈرنا تا۔ الناس میں الف لام استغراقی ہے جو احاطہ افراد کا مقتضی ہے بنا بریں بدء خلق سے قیام ساعت تک ہر تنفس رسالت میں حضور کا محتاج حتیٰ کہ انبیاء سابقین بھی خواہ بچکی ہوں یا موسیٰ۔ از آدم تا عِيسَى الْكَافِي نبوت و رسالت میں حضور کے دست نگر۔



اسی بناء پر محققین حضور کو "نبی الانبیاء" فرماتے ہیں اور خود حضور بھی سناتے ہیں انا امام الانبیاء ہم تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ علاوہ ازیں ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَّا أَتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَضْتُمْ وَآخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكَمْ إِنْصِرُوا لِيَأْمُرُوا فَأَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ اور یاد کرو (اے محبوب اس واقعہ کو) جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ "النبيين" میں الف لام استغراقی بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ جمع پر الف لام مفید استغراق ہوتا ہے۔ بنا بریں صاف ظاہر ہے کہ اتباع سید الرسل بادی سبل جناب محمد رسول اللہ ﷺ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ، آدم ہوں یا یحییٰ، شیت ہوں یا شعیب، ابراہیم ہوں یا اسماعیل سب پر لازم ہوا۔ اور حضور ﷺ کی فضیلت تام اور شرف تمام واضح و لا ریح۔ نخل اور مزید برآں یہ کہ ہر نبی کی نبوت ہی اس امر پر موقوف مانتی پڑ گئی کہ وہ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں اس عہد کا شریک ہو عام اس سے کہ عیسیٰ، موسیٰ ہوں یا آدم و یحییٰ علیہم السلام۔ واللہ الحمد۔ میاں اکرام الانصاف سے کہنا۔ کیا اب بھی تم مرزائی عیسائی ہونے کو تیار ہو؟ اگر زبان سے نہیں تو آپ کا ضمیر ضرور آپ کو ہمارے اس معروض کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا۔

عنایت (۳): حضرت مسیح کی ولادت کے وقت خارق عادت امور ظاہر ہوئے درخت

رمانے جو سوکھا ہوا تھا تر ہو کر تازہ کھجوریں دیں، چشمہ جاری ہو گیا۔ بموجب آیت کریمہ: ﴿فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَا تَحْزَنِينَ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقُ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا﴾ یعنی تو اسے اس کے تلے (فرشتہ پکارا) کہ غم نہ کھا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

مشکوٰۃ: بے شک یہ خارق عادت امور ہوئے مگر نہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بلکہ قبل از ولادت عیسیٰ وقت درد زہ یہ امور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اگر ان آیات سے اوپر کی آیت پڑھ لی جاتی تو معاملہ صاف ہو جاتا ﴿فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلَيْتُنِي مِثْ قَبْلُ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مُنْسِيًّا﴾ اس کے بعد ہے ﴿فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا﴾ جسکا ترجمہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ درد زہ کا ہے جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ لفظی ترجمہ یہ ہے پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔ تو (حضرت مریم) بولیں ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بھری ہو جاتی۔ ﴿فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا﴾ تو اس سے اسی کھجور کے تلے سے فرشتہ پکارا کہ غم نہ کھا۔ الخ دوسرے ان امور سے قدرت خداوندی کا اظہار ہوا یا کہ اعجاز مسیح کا قطع نظر اس کے ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ بے یار و مددگار یتیم بچے کی پرورش ایسی شان سے ہوئی کہ بادشاہوں کے شہزادوں کی بھی نہ ہوئی۔ دور نہ جائیے نور جہاں بیگم کے حالات ہی پڑھ لیجئے کہ وہ کیسے پیدا ہوئی اور جہاںگیر بادشاہ کی کس طرح بیگم بنی۔ مختصر قصہ بھی سن لیجئے تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔

نور جہان کا دادا شاہ طہماسپ صفوی ۹۳۰ھ کے امراء سے تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ان کا خاندان زیر عتاب شاہی آگیا۔ تمام جائیداد ضبط کر لی گئی چنانچہ نور جہاں بیگم کے والد مرزا غیاث اپنی بیوی کو لے کر جان بچا کر بھاگے۔ چونکہ بیوی پورے دنوں سے تھی راستہ میں وضع حمل ہو گیا اور لڑکی پیدا ہوئی۔ ادھر تو بے خانماں بحالت بربادی نکلتا ہوا ادھر اس بے سروسامانی میں لڑکی ہو گئی۔ اپنی جان ہی بھاری تھی لڑکی کہاں لیجاتے۔ جنگل میں ڈال سپرد خدا کر آگے چل دیئے۔ حسن اتفاق پیچھے سے ایک قافلہ آ رہا تھا، اس کے میر قافلہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی، لا ولد تھا، غنیمت جان کر اسے اٹھا لیا، دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی۔ اگلے قافلہ میں اسی لڑکی کی ماں دایہ مقرر ہوئی۔ مختصر یہ کہ شدہ شدہ در بادشاہی تک رسائی ہوئی اور لڑکی کا نام مہر النساء رکھا گیا اور شیر آنگن سے عقد کیا گیا اس کے قتل کے بعد جہانگیر کے محل میں آئی اور نور جہاں خطاب پا کر پردہ جہانگیر میں ملکہ ہو کر حکمران ملک بنی۔ یہی حال اکبر بادشاہ کا ہے جو توارخ میں آپ کو ملے گا۔

لہذا یہ امر بھی کوئی ایسا نہیں جسکی بناء پر حضرت سرور دو عالم ﷺ پر حضرت مسیح کو فضیلت دی جاسکے۔ پھر حضرت مسیح کی ولادت میں قرآن کے اندر کوئی خاص منقبت نہیں برخلاف حضور کے متعلق کہیں ارشاد ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ یعنی ہم احسان رکھتے ہیں مومنین پر کہ ان میں ہم نے رسول مطلق مبعوث فرمایا۔ کہیں ارشاد ہے ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ بے شک تم میں اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ اور روشن کتاب آئی۔ کہیں فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ اے لوگو! بے شک تشریف لائے تم میں نصیحت، جسم تمہارے رب کی طرف سے اور شفا تمہاری

ن امراض کی اور ہدایت و رحمت مومنین کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ ذرا کوئی بتائے تو کہ حضور ﷺ کے کسی نبی کے لئے رب العزت جل و علا باریک و تعالیٰ نے یہ شان و کرامت ثابت کی۔ میاں اکرم! انصاف شرط ہے۔ حسد و عناد سخن پروری مذہب پرستی کی چیز ہے اور حقیقت شناسی دوسری چیز ہے۔

مناسبت (۴): مسیح نے شیر خواری میں کلام کی لڑکپن میں ان کو کتاب ملی لہذا وہ حضور ﷺ سے افضل ہیں۔

مذکورہ: اگر یہی معیار فضیلت ہے تو حضرت یحییٰ کو اس سے بڑھ کر فضیلت میں مانئے۔ یہاں دعویٰ مسیح ظاہر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَنِي الْكِتَابُ﴾۔ جعلی نبیؑ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہے ﴿يُحْيِي خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَابْنُ السُّحُومِ صَبِيًّا وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا﴾ یعنی رب العزت فرماتا ہے۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے (یعنی یحییٰ کو) بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا۔ بنا بریں اکرام میاں کو چاہیے اس اصول کے ماتحت سمجھائی نہیں کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا یہاں خاص حکم یحییٰ علیہ السلام کی طرف ہوا۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدٌّ مِنْ قَبْلٍ فَصُذِّقْتُ﴾..... الخ سورہ یوسف میں جو تذکرہ ہے یوسف علیہ السلام کی براءت کی شہادت شیر خوار بچے نے دی تھی لہذا اسے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل مانئے کہ یہ نبی ہو کر کلام کرتے ہیں۔ اور وہاں بغیر نبی ہوئے بول رہا ہے۔ جان عزیز! کیوں دھوکہ میں پڑو گویا کہ وہو کہ میں ڈال رہے ہو۔ ذرا سمجھ کر میدان میں آیا کرو۔

احوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ امور معیار فضیلت نہیں بلکہ فضیلت

وافضلیت کے لئے وہ شان ہوئی چاہیے جو حضور کے لئے وضاحتاً قرآن پاک میں جاہا مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اول: حضور ﷺ کے صدقہ میں گناہگار ان امت کی خطاؤں کی معافی کا صراحتاً وعدہ فرمایا گیا۔ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ یعنی جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ آگے حضور ﷺ کو مومنین کے ہر معاملے کا مختار کلی بنا کر ان کے فیصلے کو بخشش قبول کرنے پر ایمان موقوف کیا جاتا ہے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں نیز جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور اسے مان لیں۔ کہیں حضور ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا جا رہا ہے اور حضور ﷺ کی وجہ میں حضور کی ہمراہی جماعت کے لئے اجر عظیم اور مغفرت کی بشارت دی جاتی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ... إلخ... مِنْهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت آپس میں نرم دل (آخر آیت تک بیان

نمائے ہوئے اخیر میں فرماتا ہے) جو ان میں ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں ان کے لئے وعدہ کیا اللہ نے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

کہیں حضور ﷺ کے ایذا دینے والوں کو اپنے ایذا دینے والا فرمایا حالانکہ اس قادر مطلق کو کوئی ایذا نہیں دے سکتا مگر غایت قرب و محبت دکھانے کو ارشاد ہوا۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والا فرمایا۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَرْقٌ أَيْدِيهِمْ﴾ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جنہوں نے حضور ﷺ کی غلامی اختیار کی ان کے لئے رضاء الہی کا دیوا دنیا میں عطا ہوا۔ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے فعل کو اللہ جل علاہ جبار و تعالیٰ اپنا فعل فرما رہا ہے ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

حضور ﷺ کے صدقہ میں مومنین کے مقاتلہ کو اللہ اپنا فعل فرما رہا ہے ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ﴾ تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

حضور ﷺ کا ادب اتنا زبردست تعلیم فرمایا گیا کہ کسی نبی کے لئے بھی یہ رتبہ نہ آیا



کہ نام لے کر بھی نہ پکارو بلکہ خطابات خاص سے ندا دو ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ہمارے رسول کو نہ پکارو ایسے جیسے آپس میں دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا﴾ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اللہ نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے پچانے کو نہ بھیجا۔ دوسری حکمت وضاحت فرمایا ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سرکارِ مدینہ ﷺ کے حضور آواز بلند کر کے بات کرنے کی ممانعت کی گئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب داں نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور کہاں تک کہوں کہیں شرح صدر کی بشارت ہے کہیں اپنے فضل کے ساتھ اپنے حبیب کے فضل کو دکھا کر غنی کر دینا بتایا جا رہا ہے۔ یہ تو وہ مراتب ہیں کہ کسی نبی میں نہ ملیں گے۔

حضور ﷺ کو امر و نہی کا مالک بتایا ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ جو ہمارے حبیب تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں باز رہو۔ دیکھا آپ نے یہ ہے شانِ محمد رسول اللہ ﷺ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور سید یوم النشور ﷺ کے لئے یہ فضائل نہیں۔

رہا یہ کہ خالی ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابُ﴾ وغیرہ وغیرہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپ کو کتاب بچپن میں عطا ہوئی، یہ غلط ہے۔ اور اس وجہ سے غلط ہے کہ بوجہ لاعلمی اکرام میاں اس کے معنی ہی نہ سمجھے۔ اگر کسی اہل علم سے پوچھ لیتے کبھی نہ کہتے۔ جبکہ عرف باخاء و اہل لسان ہی یہ ہے کہ مستقبل جب یقینی ہو تو اس کو ماضی کے صیغہ سے ظاہر کیا کرتے ہیں اور اس کی نظائر بہت سی ہیں۔ جیسے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ ﴿وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتشرت﴾ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر انجیل وغیرہ میں کہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت یہ دعویٰ فرما رہے تھے اس وقت ان کے لئے کتاب نازل ہو چکی تھی تو ﴿هَآئِنَا بُرْهَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ بلکہ حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کو مہدِ مادر میں جب قوم نے دیکھا تو وہ متعجب ہوئی تو آپ نے شروع سے بظاء الہی اس وقت کلام فرمایا اور اس میں بتایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا کا بیٹا نہیں اور مجھے کتاب و نبوت ملے گی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہدایت دے اور اگر انصاف ہو تو معاملہ صاف ہے۔

عنایت (۵): قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح کو جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتہ آکر اسے بجسم خاکی آسمان پر لے گیا اور کفار سے بچا لیا اور حضرت محمد ﷺ کو مخالفوں نے گھیرا تو کوئی فرشتہ نہ آیا نہ ان کو آسمان پر اٹھایا لہذا مسیح افضل ہے۔

شکریہ: بے شک قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ﴿بَلِّغْ رَفَعَهُ اللَّهُ﴾



إِلَيْهِ ﴿﴾ آیا مگر انصاف تو یہ تھا کہ اصل واقعہ صاف دکھاتے تاکہ ناواقف مغالطہ میں پڑتا۔ اگر ٹھنڈے کلیجے سے سنیں تو ہم عرض کریں۔ قرآن کریم میں ہے ﴿فَلَمَّا أَحْسَسَ مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَادِثُونَ نَحْنُ اللَّهُ﴾ یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر پایا تو بولے کون میرا مددگار ہوتا ہے اللہ کے لئے۔ حواریوں نے کہا ہم مددگار ہیں اللہ کے لئے۔ یہ شان تو عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ حضور ﷺ کے مرتبہ کا اندازہ کیجئے کہ اللہ جل وعلا نے اس پاک ہستی کو وہ دلاوری و شجاعت و قرب عطا فرمایا کہ آپ کو اپنی مدد کے لئے فرشتہ تو فرشتہ کسی صحابی کی مدد کی بھی حاجت نہ کی چہ جائیکہ آسمان پر جانے کے لئے دعا کرتے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے ﴿وَأَنذَرْتُكَ مِنَ النَّاسِ﴾۔ اے حبیب اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے دنیا میں ہی قلب قوی عطا فرما کر دشمنوں میں اس شان سے رکھا کہ مکہ سے تشریف لاتے وقت چپہ چپہ پر دشمنوں کا ڈیرہ تھا۔ کوچہ کوچہ گلی گلی حتیٰ کہ باب عالی تک محصور تھا مگر عصمت الہی میں رہ کر اس شان سے مدینہ آئے کہ وہیں مکہ کے غار میں رہے اور کفار غار کا گشت کرتے رہے مگر حضور ﷺ کا بال بیکا نہ کر سکے۔ میاں اکرام! احساس بغاوت پر حواریوں سے استمداد کرنے والا زیادہ رتبہ والا ہو سکتا ہے یا جان غاروں کی جان نثاری دیکھتے ہوئے یہ کہنے والا کہ جاؤ مجھے میرے رب نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور انصاف سے کہو کہ کیسی کہی۔ واہ میاں اکرام! آپ تو آپ ہی ہیں۔ آپ اگر واقعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کے قائل ہوئے تھے تو یہ قصہ نہ چھیڑا ہوتا، علاوہ ازیں اگر آپ کو فرشتہ کے نہ آنے کی ہی شکایت ہے تو اپنی معلومات کی کوتاہی کا شکوہ کیجئے۔ کیا آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔ ﴿وَلَقَدْ فَصَّرْنَاكُمْ اللَّهُ بَيِّنًا وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾

سورہ اہق کی مدد میں بلکہ حضور کے غلاموں کی امداد بصدق ذات محمد رسول اللہ ﷺ یوں کی جس کا تذکرہ آیہ مذکورہ میں فرمایا یعنی بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم اہل بے سرو سامان تھے۔ اس کے آگے اسی جگہ ارشاد ہے ﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنِّي مُبَدِّلُكُمْ بِفَلَانَةِ الْآلِفِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ﴾ یعنی جب اے نبی تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ آگے اس فرمان محمدی ﷺ کی تصدیق میں ارشاد ہوتا ہے ﴿بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُبَدِّلُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافراں سے دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ آگے ایک مقام پر ارشاد ہے ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبُّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِآلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ﴾ یعنی جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے آگے۔ یوم حنین کے واقعہ میں ارشاد ہے ﴿ثُمَّ أُنْزِلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ پھر اللہ نے تسکین نازل فرمائی اپنے رسول اور مؤمنین پر اور وہ لشکر اتارا (فرشتوں کا) جو تم نہ دیکھتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ کہیے میاں اکرام! بس یا ابھی اور ضرورت ہے واللہ الہادی بخوف ضعیف مت رسالہ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ جتنے دلائل قرآنی درکار ہوں حاضر کر سکتا ہوں اب ذرا ٹھنڈے کلیجے انصاف کی نگاہ سے میرا رسالہ پڑھ کر فیصلہ کرنا۔ آئندہ اختیار بدست مختیار۔

**عنایت (۶):** مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آج تک محفوظ ہے حالانکہ اور کسی کا نہیں لہذا ثابت ہوا کہ مسیح محمد ﷺ سے افضل ہے۔

**شکریہ:** جسم کا محفوظ رکھنا رکھنے والے کی قدرت پر وال ہے یا رہنے والے کی فضیلت پر۔ برائیں عقل و دانش اور کیا کہوں۔ کہیں آپ خفا ہو کہ غصہ کے بانیلر کو تیز نہ کر لیں۔ بھائی جان! جسم تو لانا تکہ بھی رکھتے ہیں اور آج تک بدستور ہیں بلکہ ان پر تو کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں اور جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لا کر انتقال فرمائیں گے ملائکہ اس وقت بھی بدستور ہوں گے۔ لہذا عیسائی مرزائی نہ بنے اس لئے کہ مرزا صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرمائیں گے مگر ملائکہ بدستور رہیں گے اور آپ کے نزدیک معیار الفضیلت یہ ٹھہرا کہ جو آسمان پر چلا جائے یا زندہ رہے وہ سب سے افضل ہے۔ حالانکہ دنیا میں سبے جان چیزوں میں بہت سی چیزیں ایسی ملیں گی جن کی زندگی عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں بڑی ہے جیسے پہاڑ، آسمان، چاند، سورج، ستارے تو ان کو بھی حضرات انبیاء علیہم السلام پر آپ افضل مانیں گے۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ پھر ایسے لایعنی وجوہات پیش کرنے سے کیا فائدہ۔ جان عزیز! ذرا سوچو سمجھو ہوش میں آکر بات کیا کروند ہی نشہ میں اندھا دھند نہ بھاگا کرو اور اگر یہی ہے تو ﴿فَالْيَوْمَ نَبْخِشُكَ بِبَنِيكَ﴾ لَبْسُكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ﴿فِرْعَوْنَ﴾ کے متعلق ہے اور اس کا ظہور بھی ہو گیا کہ آنا اس کی لاش مصر کی میوزیم میں بتائی جاتی ہے۔

**عنایت (۸۷):** مسیح نے جانوروں کو پیدا کیا حالانکہ پیدا کرنا خاصہ خداوندی ہے اور پیاروں کو، اندھوں کو، کوڑھیوں کو تندرست سوکھا بنایا، مردے زندہ کئے۔

**شکریہ:** صاحب قرآن تو یوں فرما رہا ہے ﴿قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ

الْقَهَّارُ﴾ یعنی اے حبیب فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی زبردست خالق و قہار ہے۔ ہاں خوب یاد آیا آپ غالباً اس آیت کے نہ سمجھنے سے دھوکہ میں پڑے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے مازوں ہونے کا ذکر ہے ﴿إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَعْمَى وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ یعنی میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانور بن جاتا ہے اور میں بیماروں کی اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کام بحکم الہی کرتے تھے بلکہ پھونک دینا مسیح کا کام تھا اس فرمانا مسیح کا کام تھا اور اس پھونک اور مس میں اثر ڈالنا خدا کا کام۔ بنا برائیں نہ مسیح خالق ہوئے نہ شانی اور نہ خدا کی خدائی میں شریک۔

مجھے آپ کے اس دعوے پر ہنسی آتی ہے۔ برادر مر ذرا انصاف سے کہنا اگر بادشاہ پھانسی کا حکم دے اور اس کی تعمیل کرنے والا اس حکم کو پورا کر دے تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ محکوم بادشاہ ہو گیا۔ مجسٹریٹ کو جسٹس کو مجاز ہوتا ہے سزا اور عفو کا مگر باذن بادشاہ۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مجسٹریٹ اور جسٹس خود بادشاہ ہیں۔ ذرا خوش فہمی کو علیحدہ کر کے تعقل کو استعمال کر کے وجہ ترجیح بتائی تھی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ علاوہ ازیں کیا انبیاء اس لئے آئے تھے کہ اندھی آنکھ والے کو تندرست کر دیں، مردے کو زندہ کر دیں، مٹی کے جانور پھونک سے اڑاتا ہوا دکھائیں۔ حاشا وکلا۔ انبیاء کے یہ کام نہیں بلکہ جو نبی جس قوم کے اندر آیا اسے اسی قوم کے مذاق کے مطابق ہجرہ ملا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اس وقت ہوئی جب کہ جادوگری کے فن کا چرچا تھا۔ چنانچہ ان کے عاجز کرنے کے لئے آپ کو

جادو شکن معجزہ عطا ہوا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ﴿وَمَا يَلِكُ بِمُوسَىٰ أَنْ يَقُولَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّيَ﴾ اور تیسرے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھارتا ہوں اور یہی میرے اس میں کام ہیں۔ ﴿قَالَ أَلْقِهَا يَمُوسَىٰ فَالْقِهَا فَإِذَا هِيَ خِثَّةٌ تَسْعَى﴾ فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو آپ نے اسے ڈال دیا تو جب ہی وہ اڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ پھر ارشاد ہوا ﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَتُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى﴾ اسے پکڑ لے اور اس سے نہ ڈرو اب ہم اسے پھر پہلی طرح کا کر دیں گے۔ ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ﴾ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے، یہ ایک اور نشانی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلائیں۔ فرعون کے پاس جا اس نے سرکشی کی ہے۔ چنانچہ اسی معجزہ کے اظہار کا واقعہ دوسری جگہ مذکور ہے۔ ﴿فَإِذَا جِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ﴾

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت یونان کا چرچا تھا تو حکماء میدان حکمت میں آکر کوس لمن الملک بجایا کرتے تھے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور حکماء کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ دیا جس کا مقابلہ حکماء زمانہ نہ کر سکے یعنی محض مس کرنے سے مادر زاد اندھے کا سونکا ہو جانا، وغیرہ وغیرہ، مردے کا جی اٹھنا۔ زمانہ سرور دو عالم ﷺ میں فصاحت و بلاغت کے دریا منڈر رہے تھے۔ علمی مذاق کا ستارہ اوج پر تھا تو حضور کو ان کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ عطا ہوا کہ فصحاء و بلغاء عرب دبے لپے رہ گئے

اور میدان فصاحت میں آکر دعویٰ کرنے کی بجائے گوشہ عجز میں جا بیٹھے اور خدا نے اپنے محبوب کی زبان سے علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ کھلوادیا۔ ﴿قُلْ لِّمَنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ یعنی اے حبیب! علی الاعلان کہہ دیجئے کہ اگر جن اور انس اس پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن پاک کی مثل لائیں تو نہ لاسکیں گیا اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ اور یہ معجزہ قیامت تک کے لئے واضح دلائل طور پر قائم ہے۔ اعجاز ہائے عیسوی ان کی ذات کے ساتھ تھے معجزات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ پھر کفار نے جب کوئی جدید معجزہ انبیاء سابقین کے معجزوں سے بڑھتا چڑھتا مانگا تو حضور نے علی الخور دکھایا۔ جیسا کہ قرآن کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے ﴿اِفْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَعْتَبٌ﴾ یعنی قریب ہو گئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے پرانا۔ ﴿وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ وَكُفْلُ أَصْرٍ مُّسْتَقَرٌّ﴾ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ کفار نے حضور ﷺ سے کوئی معجزہ طلب کیا اور حضور ﷺ دکھانہ سکے یا دکھانے میں اپنی معذوری ظاہر کی تو اگر آپ قرآن سے دکھائیں گے تو ان شاء اللہ ہم قرآن سے جواب عرض کریں گے اور اگر آپ حدیث سے دکھائیں گے تو ہم احادیث سے جواب نذر کریں گے۔

عنایت (۹): قرآن کریم میں ذکر ہے کہ لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے یا رکھتے تھے حضرت مسیح ان کو بتا دیتے تھے یہ علم غیب کی صفت ہے جس میں مسیح شریک ہے۔ ثابت



ہوا کہ مسیح افضل ہے۔

شکریہ: جی ہاں ﴿وَأَنبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ﴾ میں یہی ذکر ہے مگر انصافیت تو جب ثابت ہوتی جب کہ مسیح تو یہ بتا دیتے اور حضور سید یوم النشور ﷺ نہ بتاتے۔ اب ذرا آپ سنجھل کر بیٹھئے اور گوش ہوش کے ساتھ مسموع فرمائیے اور سمجھئے کہ حضور کی کیا شان علم ہے۔ مگر قبل اس کے کہ میں حضور کی وسعت علم آپ کو دکھاؤں یہاں پر عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اس صورت میں بھی آپ کو آدمی بننا چاہیے تھا نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو گھر میں جو لوگ کھاتے اسے بتا دیتے یا جو کچھ جمع کرتے وہ بتاتے اور آدم صفی علی نبینا وعلیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ملائکہ کے مقابلے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے سکھائے تمام اشیاء کے نام۔ پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں اور کہا سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتا دو تو عرض کرنے لگے۔ پاکی ہے تجھ سے۔ مگر ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ آگے ارشاد ہے ﴿قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ.....﴾ فرمایا اے آدم تم بتا دو انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیئے تو فرمایا ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جانتے ہیں الخ۔ اور سمجھ لیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اشیاء میں سے صرف کھانے اور جمع کرنے کا علم رکھتے تھے اور آدم علیہ السلام سب کچھ اشیاء کو جانتے تھے تو آدم افضل ہونے چاہئیں۔ تو اس اصول کی بناء پر جناب کو آدمی بننا ضروری ہے۔ اب لیجئے وہ دلائل جو وسعت علم مصطفیٰ ﷺ کے لئے قرآن پاک میں ہیں اگرچہ کہ سب نہیں کہ رسالہ مختصر ہے لیکن مختصر میں مختصر عرض کرنا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو خود دعویٰ کیا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے اور ہاں حضرت سرور دو عالم ﷺ کی وسعت علم کے متعلق خود خدا جل وعلا قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ ﴿لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ﴿وَلِتُعَزِّزُوا وَتُقَرِّرُوا وَتُسَبِّحُوا بِحَمْدِهِ وَأَصْلِحُوا﴾ یعنی بیشک اے حبیب ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر اور خوش و ڈرسانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَقَدْ آتَيْنَاكَ الْبَيِّنَاتِ وَبَرَّاجَا مُسْتَوًا﴾ یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! ابے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر اور خبری و دینا ڈرسانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چکا دینے والا آفتاب۔ شاہد شہور سے ہے اور شہود حضور ہیں۔ شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے تو وہ بیشک شاہد ہیں اور جو شاہد ہے وہ بلا شک و شبہ حاضر ہے اور جو حاضر ہے وہ یقیناً ناظر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَكَذَلِكَ نُورِ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ﴾ ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان و زمین کی تو اس چیز کو اللہ جل وعلا کی سلطنت سے خارج مانا جائے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں اور نہ سلطنت ہی سے خارج تو آسمان و زمین کی تمام مملکت ابراہیم علیہ السلام کی زیر نظر ہوئی اور نوری فرمانے اور آرزینا فرمانے میں خاص حکمت روشن طریق پر واضح ہے اس لئے کہ آرزینا میں انقطاع کا وہم ہے اور نوری بقا اور تجدید پر دال۔ تو ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام دیکھتے تھے اور تمام سلطنت الہیہ دیکھتے رہیں۔ اب کذا لک اسم اشارہ کا مشار الیہ سوائے حضور سید یوم النشور ﷺ کون



ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ﴿وَكَذَلِكَ نُبَيِّنُ لِبَنِي إِسْرَٰءِيلَ﴾ کا یہی ہوا کہ ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو۔ ایسے ہی کیا معنی؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے کی تشبیہ دی گئی وہ مشابہہ یقیناً حضور سرور عالم سید اکرم ﷺ ہی ہیں اس لئے کہ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ میں حضور ﷺ ہی تمام انبیاء کی تبلیغ حق کی شہادت میں روز قیامت بلائے جائیں گے۔ چنانچہ لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و گمبہان کر کے لائیں۔ ﷺ تو حضور کو سب پر گواہ اس وقت تک لانا بے کار قرار پائے گا جب تک کہ حضور کو شاہد نہ مانا جائے اور شاہد اس کو تسلیم کیا جاسکتا ہے جو مشاہدہ کرنے والا ہو بنا برائیں ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فقط گھر میں جو کچھ کھایا جاتا تھا اسے بتا دیتے تھے اور جو وہ خزانہ جمع کرتے وہ بتا دیتے تھے۔ سرکارِ مدینہ سید الانبیاء ﷺ اپنی تشریف آوری سے پہلوں کا مشاہدہ بھی فرما رہے تھے اور تشریف لا کر سب کا مشاہدہ کیا تشریف لے جا کر قیامت تک مشاہدہ کرتے رہیں گے۔ فرمائیے میاں اکرام! کسی کی وسعت علم زیادہ ہوئی اور سنئے حضور سید اکرم ﷺ کو وہ روشن کتاب ملی کہ جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور یہ امر تو ناقابل انکار ہے جس پر کتاب آئی ہو وہ اس کے غم سے بے خبر ہو مگر نہیں قرآن ہی فرماتا ہے ﴿إِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُمْ وَفِرَانُهُ﴾ اس کا پڑھنا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جس سے کتاب ملی اسی سے پڑھی اس کتاب کی شان یہ ہے کہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی اے صبیح ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔ اس سے زیادہ اور فرمایا ﴿وَلَا حَبْثَ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ

اَلَا فِیْ حِسْبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾ نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے نہ خشک و تر مگر روشن کتاب میں ہے یعنی قرآن کریم میں۔ پھر سورہ فتح میں ﴿وَرِیْضُمۡ نِعْمَتُہٗ عَلَیْکَ﴾ ﴿۲﴾ فرما کر مہر لگا دی کہ ہم نے اپنی تمام نعمتیں تم پر ختم کر دی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علم اور ہر قسم کا علم نعمتوں میں سے ایک زبردست نعمت ہے لہذا جہاں انبیاء کو بقدر حاجت تھوڑا تھوڑا دیا عِیْسٰیؑ کو بھی اتنا دیا کہ گھر کا خزانہ اور کھانے بتا دیں۔ سرکارِ مدینہ ﷺ پر تمام خزانے ختم فرما دیے۔ دوسری جگہ بھی فرمایا ﴿الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمۡ دِیْنَکُمۡ وَانۡمَمْتُ عَلَیْکُمۡ نِعَمَتِیۡ وَرِضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ پھر کہاں تک دلائل پیش کروں۔

کہیں ارشاد ہے ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَمِينٌ﴾ ہمارے حبیب غیب  
بتانے میں بخیل نہیں۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ  
اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ اے حبیب ہم نے سکھادیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا  
زبردست فضل ہے اور لیجئے صاف اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ  
النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُونًا عِنْدَهُمْ فِي الْوُرُوفِ وَالْأَنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ  
وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی وہ جو غلامی کریں گے اس  
رسول امی کی جیسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا  
اور برائی سے منع کریگا اور ستمی چیزیں ان پر حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں انہیں حرام  
کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے چند بے جولان پر تھے اتارے گا۔ دیکھا آپ

نے یہ شان اس نبی امی ﷺ کو ہی ملے گی۔ عیسائیوں کے پھندے بھی اس پاک ہستی نے کھولے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نہ معلوم کیا کیا الزامات کے پھندے لگا دیے گئے تھے۔ بقدر ضرورت اس بحالہ میں اس مختصر پر کفایت کرتا ہوں۔ اب اگر تحقیق حق فی الواقع منظور ہے تو اصالتاً تشریف لائیں اور نہایت آزادانہ طریق سے جو شبہات ہوں فرمائیں اور سمجھ کر جائیں اور اشتہار بازی سے باز آئیں کہ حقیقتاً یہ طریقہ سمجھنے کا مفید نہیں۔ اس لئے کہ جواب دینے والا ہر ایک انسان ایک مزاج نہیں رکھتا کوئی غصہ میں لکھے گا کوئی الزامی جوابات دے کر نال دیگا، کوئی تحقیق حق سے دور ہو کر بے نقطہ سنانے پر اتر آئے گا۔ جب آپ سامنے ہو گئے شخصہ دل سے باتیں ہو گئی اور یقین ہے کہ ان شاء اللہ آپ کی تشفی کے قابل جواب حاضر کئے جائیں گے۔ آئندہ آپ کی مرضی۔

**عنایت (۱۰):** بقرآن مجید میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی بابت یہی حکم ہے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ﴾ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ مگر سراج کی بابت گناہ کا کوئی ذکر نہیں۔ ثابت ہوا کہ سراج افضل ہیں۔

**شکریہ:** یہاں تو آپ بہت ہی دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اور بوجہ کم علمی آپ محاورہ عربی تک کا عبور نہ کر سکے۔ یا بالفاظ دیگر آپ کی خوش اعتقادی کا بہاؤ آپ کو ادھر بہا لے گیا۔ جناب من! قرآن کریم نے تو کسی نبی کو بھی گناہ گار نہیں کہا اور نہ نبی گنہگار ہو سکتا ہے۔ اسلام کا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ ہر نبی خواہ عیسیٰ ہوں یا موسیٰ، آدم ہوں یا یحییٰ، معصوم عن العصیان ہیں۔ اب رہے وہ تذکرے جن سے آپ دھوکہ میں پڑے ان میں کہیں گناہ کا ذکر نہیں۔ ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَلَمْ نُجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ نے وعصی آدم کے معنی ہی نسیان کے کر دیے۔ اسی طرح جتنے انبیاء کے متعلق تذکرے ہیں ان کی

لی خود قرآن پاک نے فرمائی ہے چونکہ یہاں اس کا تفصیلی تذکرہ بحث کی ضرورت سے ہے اس لئے اسے کسی دوسرے موقع پر عرض کروں گا اب تو صابہ النزاع ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِكُلِّ﴾ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا﴾ والی آیتیں ہیں لہذا ان کا جواب عرض ہے۔ میاں! اعتراض سے متاثر ہوتے وقت آپ کو اصطلاحات پر بھی عبور کر لینا تھا مگر افسوس کہ آپ نے یکطرفہ فیصلہ سن کر اثر قبول کر لیا۔ قرآن کریم میں بہت سے مواقع ہیں جہاں طلب حضور سید یوم النشور ﷺ ہیں اور مقصود دوسرے عوام کو حکم پہنچانا ہے۔

چنانچہ مثال کے لئے چند عرض کرتا ہوں ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ مِنْ بَعْدِ يَهُنَّ وَأَخْضُوا الْعِدَّةَ﴾ یعنی اے محبوب! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ﴾ اور اپنے رب سے ڈرو اپنی عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکالو دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ یعنی اے محبوب اللہ کا خوف رکھو اور کافروں اور منافقوں کی نہ سنو۔ علاوہ اس کے اور بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں۔ اسی طرح ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (اس لئے کہ آپ کی سفارش ہمارے ہاں خصوصیت سے مقبول ہے) جیسا کہ ہم اول ذکر کر آئے ہیں۔ ﴿فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرُّسُلُ﴾ قطع نظر اس کے کہ ہمارے یہاں مفسرین بھی قریب قریب یہی بتا رہے ہیں مانانچہ صاحب معالم فرماتے ہیں: امر بالاستغفار مع انه مغفور له ليستن به امتد، یعنی حکم استغفار بظاہر حضور کو ہوا با آنکہ حضور مغفور و معصوم ہیں یہ اس لئے کہ امت کو

تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔ صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی علیہ السلام فرماتے ہیں: ان المراد توفيق العمل الحسن واجتناب العمل السيئ ووجه ان الاستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر على القبيح ومن عصم له ستر عليه قبائح الهوى یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طلب غفران ہے اور غفران قبايح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں اور معصوم ہوا وہ یقیناً مستور عن القبايح ہو گیا۔

اور اگر آپ گرا نمر جانتے ہیں تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اس لئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مفہوم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمہ کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقع آپ کی غیافت غمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

﴿وَأَسْتَغْفِرُ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے: (و) عطف، (استغفر) امر حاضر معروف فعل بافاعل، (لذنبک) میں (ل) جار، (ذنب) مضاف، (خواص) مضاف الیہ مضاف (محذوف) ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ (ذنب) مضاف کا ہوا، پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور (ل) جار کا ہوا جار مجرور مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اب (للمؤمنین) کو لیجئے۔ واو حرف عطف، (ل) جار، (مؤمنین) معطوف علیہ۔ (والمؤمنات) واو حرف عطف، (مؤمنات) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل (امر) (استغفر) کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے ”حقائق قرآن“ کا اعتراض ہی محض لایعنی ہو جاتا ہے اور مزید اطمینان کے

آپ کی بائبل۔ اے توبہ۔ عیسائیوں کی بائبل سے بھی نظیر پیش کئے دیتے ہیں تاکہ یہی طرح سمجھ سکیں کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائبل کے باب ۱ اسرائیل سن۔ استثنا ۶۳، اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل مختصراً جواب دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کروں گا کہ تشریف لے آئیں اور سمجھیں کہ اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب کریں۔ اب رہا ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا﴾ اس کے متعلق پہلے آپ لفظ ضال کا استعمال سمجھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے ضال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں یہ ضل سے ہے اور ضلال کے معنی دل عن الطريق المستقیم کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل سے آپ سمجھ سکیں گے ﴿مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا ضَلَّ غَلِيظًا﴾ یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی بھلے کے کو بہکا۔ اور ضلال عدول عن المنهج کے معنی میں بھی آتا ہے عام اس سے کہ عداوت یا ہواکم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں: کوننا مصیبین من وجه وكوننا ضالین من وجوه كثيرة۔

اور کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت ضلال دنیا کی طرف بھی کی گئی اور کفار کی طرف بھی کی۔ اور بمعنی استغراق فی الحبت بھی۔ اور اس میں یوں بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے بیٹوں نے کہا۔ ﴿إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ﴾ ﴿إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ یعنی آپ اپنی انی محبت میں ہیں اور بے شک ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سہو کے ”انی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾ میں

تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔ صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ان المراد توفيق العمل الحسن واجتناب العمل السيئ ووجهه ان الاستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر على القبيح ومن عصم فقد ستر عليه قبائح الهوى یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طلب غفران ہے اور غفران قبايح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں اور جو معصوم ہو وہ یقیناً مستور عن القبايح ہو گیا۔

اور اگر آپ گرا کر جانتے ہیں تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اس لئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مضموم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمہ کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقع آپ کی ضیانت علمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

﴿وَأَسْتَغْفِرُ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے: (و) عاطفہ، (استغفر) امر حاضر معروف فعل بافاعل، (لذنبک) میں (ل) جار، (ذنب) مضاف، (خواس) مضاف الیہ مضاف (مخذوف) ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ (ذنب) مضاف کا ہوا، پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور (ل) جار کا ہوا جار مجرور مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اب (للمؤمنین) کو لیجئے۔ واو حرف عطف، (ل) جار، (مؤمنین) معطوف علیہ۔ (والمؤمنات) واو عطف، (مؤمنات) معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوا افضل امر (استغفر) کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے ”حقائق قرآن“ کا اعتراض ہی محض لائیجی ہو جاتا ہے اور مزید اطمینان کے

لے آپ کی بائبل۔ اے توبہ۔ عیسائیوں کی بائبل سے بھی نظیر پیش کئے دیتے ہیں تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائبل میں ہے اے اسرائیل سن۔ استثنا ۳۶، اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل مختصراً جواب مرض کر دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کروں گا کہ تشریف لے آئیں اور سمجھ جائیں اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب کریں۔ اب رہا ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا﴾ فہذی ﴿اس کے متعلق پہلے آپ لفظ ضال کا استعمال سمجھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے ضال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں یہ ضل سے ہے اور ضلال کے معنی عدول عن الطريق المستقیم کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل مثال سے آپ سمجھ سکیں گے ﴿مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ﴾ یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔ اور ضلال عدول عن المنهج کے معنی میں بھی آتا ہے عام اس سے کہ عمداً ہو یا سهواً کم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں: کوننا مصیبین من وجه وکوننا ضالین من وجوه كثيرة۔

اور کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت ضلال انبیاء کی طرف بھی کی گئی اور کفار کی طرف بھی کی۔ اور بمعنی استغراق فی المحبت بھی۔ اور اس میں یون بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے بیٹوں نے کہا۔ ﴿إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ﴾ ﴿إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں اور بے شک ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سب کے معنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿قَالَ فَعَلَّيْهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾ میں



نے وہ کام کیا ایسے حال میں کہ مجھے اس کے راہ کی خبر نہ تھی۔ اور ﴿إِنْ تَضِلُّ إِحْدَاهُمُ فَتَهْدِكُمَا إِلَى الْخُرُوبِ﴾ یعنی کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری اے دلا دے۔ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾ میں بھی یہی معنی بنتے ہیں کہ اے حبیب! نے تمہیں اپنی محبت میں از خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اس لئے کہ ضلال بمعنی شفقہ بھی آتا ہے اور بمعنی عدول عن الحق بھی اور عدول عن طریق المستقیم بھی۔ پھر حسب موقعا سیاق کلام سے اس کے معنی اور باب زبان سمجھتے ہیں۔ آپ نے بے سوچے سمجھے یوں ہی فی گھر لئے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل آیات میں بھی علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں جو آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے نذر ہیں۔ ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقُونَ﴾ اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ اس سے وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے حکم ہیں۔ ﴿فَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ﴾ تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکہ دیں۔ وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں۔ ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَيْكَتِهِ وَكِتَابِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْأَجْرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ ﴿وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ اور کافروں کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے ﴿وَقَالُوا آءِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ﴾ اور بولے جب ہم مٹی میں مل جائیں گے۔ ﴿أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ﴾ یعنی کیا نہ کر دیا ان کا کرم ہم نے باطل۔ تو اب سمجھ لیجئے کہ ضلال ضال، ضل کے معنی حسب موقعہ باطل ہونے، مٹی میں ملنے، شفقت پذیری کرنے، محبت و طلب میں از خود رفتہ ہونے، بہو کرنے، گمراہ ہونے، غفلت میں پڑنے، اپنے منصب سے

بہر ہونے وغیرہ وغیرہ کے آتے ہیں۔ تو آپ نے گمراہ کے معنی کی تخصیص کس دلیل سے کی؟ ذرا انصاف بھی تو کیا کیجئے۔ محض مذہبی طرفداری میں اندھا دھند لکھ مارنا، انصاف کے خلاف ہے۔ واللہ الہادی۔

**عنایت (۶۱):** حضرت سرور عالم ﷺ عرصہ ہوا فوت ہو گئے اور مسیح ابھی تک زندہ ہے، قرآن کہتا ہے زندہ مردہ برابر نہیں۔

**شکریہ:** اس کا جواب ہم اول (۶) میں دے آئے ہیں بلکہ عنایت (۱۱) حقیقتاً محض عنایت ہے کہ تعداد بڑھ جائے ورنہ بعنہ وہی (۶) کی عنایت ہے مگر میاں اکرام نے اس کا نمبر علیحدہ گنا ہے۔ جان عزیز! آپ ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ سے یہ تو اعتراض جڑ پیٹھے۔ مگر یہ بھی سوچا کس چیز میں برابر نہیں باعتبار دنیا برابر نہیں یا روحانیت میں یا فضیلت و افضلیت میں۔ اور اگر بزم ساسی ایسا ہی ہے تو سنبھل کر بتائیے کہ بموجب عقائد مسیویت حضرت مسیح جب مرکزین روز قبر میں پڑے رہے تھے (معاذ اللہ) اس وقت ان کے شاگرد جو زندہ تھے وہ حضرت مسیح سے افضل تھے یا نہیں؟ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً عیسائی یہی کہیں گے کہ شاگرد افضل نہیں تھے۔ تو کہئے پھر یہ اعتراض کس جگہ رکھا جائے۔ ذرا ہوش سے بات کیا کیجئے۔

(نوٹ) یہ نمبر ہم ۱۹۱۴ء کے مطبوعہ اشتہار سے لے رہے ہیں اور میاں کی کھلی چٹھی میں یہ نمبر ۱۳ ہے۔

**عنایت (۶۲):** از روئے مسلمات اسلام قریب قیامت مسیح بنی آدم کی رہبری کے لئے آئیں گے۔ جب اول آخر مسیح بادی شہر اٹھتا تو ثابت ہوا مسیح افضل ہے۔

**شکریہ:** آپ کا اعتراض تو ہم نے سن لیا مگر یہاں آپ پر اعتراض آتا ہے وہ یہ کہ آپ تو

قرآن کے سوا احادیث کو ماننے نہ تھے پھر یہاں احادیث کو مسلمات اسلام قرار دے کر کیوں سامنے آئے اور جب آئے تھے تو انہیں مسلمات کو بغور پڑھ لیا ہوتا آپ کو انہیں میں یہ بھی مل جاتا کہ مسیح کس حیثیت سے آئیں گے اور کن احکام محمد رسول اللہ ﷺ کی تعمیل کریں گے اور وہ مستقل رسول بن کر آئیں گے یا یہ حیثیت محکوم۔

جناب من! اصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے ان احکام کی زمانہ اخیر میں آکر تعمیل کریں جو چودہ سو برس قبل حضور صادر فرما گئے ہیں حتیٰ کہ امامت بھی وہ نہ کریں بلکہ سرور عالم ﷺ کے امتی امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اقتداء میں نماز پڑھیں یا آنکہ حضرت مہدی ان کے مرتبہ رسالت سابقہ کا وقار کرتے ہوئے انہیں امامت کے لئے کہیں مگر حضرت مسیح فرمادیں نہیں حضور سید یوم النشور ﷺ کا ارشاد ہے۔ إِمَّا مِنْكُمْ مِنْكُمْ تَكُونُ لَهُمْ الْأَمَّةُ تَهَارِ الْأَمَام تَهَبِينَ میں سے ہوگا یہ اکرام واعزاز ہے اس امت کے لئے۔ اب وہ حدیث بھی سن لیجئے جسے آپ مسلمات اسلام کے نام سے فرما رہے ہیں۔ وہو هذا۔

مسلم شریف۔ مطبوعہ مصر، جزء ثانی، کتاب الفتن میں حضرت نواس ابن سمرعان کلابی سے مروی ہے: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الدَّجَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَنُخِضَ فِيهِ وَرَفَعَ حَتَّى ظَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رَحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرْتَ الدَّجَالَ غَدَاةً فَنُخِضَ فِيهِ وَرَفَعْتَ حَتَّى ظَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرَ الدَّجَالَ أَخُو فَنِي عَلَيْكُمْ أَنْ يَخْرُجَ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَبِيبُكُمْ وَأَنْ يَخْرُجَ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَأَمْرٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللَّهِ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنَّهُ شَابٌ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَائِفَةُ كَأَنِّي

اشہد بعد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فأتبوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما. يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كأيامكم قلنا يا رسول الله فذالك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدروا له قدره فقلنا يا رسول الله وما اسراعه في الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتني على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبث فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرا واسبغه ضروعا وأمدته خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصيحون مملحين ليس بايديهم شيء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتبعه كنوزها كيما يسب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل وجهه ويضحك فينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة البيضاء الشرقي دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجدر ريح نفسه الا مات ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب ليد فيقتله. یعنی ایک روز صبح کے وقت حضور ﷺ نے دجال کا ذکر اس جوش سے بیان فرمایا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ دجال مدینے کی گھجوروں میں آ پہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ہمارے چہرے پر آثار پائے۔ فرمایا

تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا، حضور نے دجال کا ذکر ایسی اونچ نیچ سے بیان فرمایا کہ ہم کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ فرمایا علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا مجھے تمہارے لئے خوف ہے۔ تو وہ اگر میرے سامنے آ گیا تو میں تمہارا ناصر و مددگار ہوں۔ اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ محافظ ہے۔ وہ یعنی دجال جو ان اور گٹھے ہوئے بدن کا ہے، ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوگی مثل ٹینٹ کے۔ میں اس کی تشبیہ عبدالعزیٰ بن قطن یہودی سے دے سکتا ہوں جو شخص تم میں سے اس کو پائے اس سے محفوظ رہنے کے لئے سورہ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے۔ وہ شام و عراق کے درمیانی راستہ سے نکلے گا اور گردن و نواح میں فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اے خدا کے بندو! اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کی حضور ﷺ وہ زمین پر کتنے دن ٹھہرے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ پہلا دن ایک برس کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینے کا، تیسرا دن ہفتہ بھر کا باقی ایام مثل معمولی دنوں کے ہوں گے۔

ہم نے عرض کی حضور! وہ دن جو ایک برس کا ہوگا یا مہینہ اور ہفتہ کا، اس میں ہم کو پانچوں وقت کی نمازیں ہی کافی ہوں گی؟ فرمایا انہیں اندازہ کر کے برس دن کی نمازیں پڑھنا۔ (اور ایسی ہی مہینہ اور ہفتہ میں) ہم نے عرض کی حضور وہ چالیس دن میں تمام زمین پر کیسے پھر جائیگا؟ فرمایا جیسے ابرہہ کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے۔ پھر وہ ایک قوم پر آ کر اپنی خدائی کی دعوت دے گا وہ قوم اس پر ایمان لے آئے گی۔ پھر وہ آسمان کو جب حکم بارش دیگا تو اتنا مینہ برے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے مولیٰ خوش موئے تازے ہو کر دودھ سے تھن بھرے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آ کر اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کریں گے ان کے پاس جو کچھ رہا سہا ہوگا سب نیست

دنا بود ہو جائیگا۔ پھر دجال جنگل میں جا کر زمین کے فزانون کو باہر نکلنے کا حکم دے گا تو بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائیں گے جیسے یعسوب شہد کی مکھڑوں کی بادشاہ کے پیچھے مکھیاں لگی رہتی ہیں۔ پھر وہ ایک جوان کو بلا کر تلوار سے قتل کرے گا اور دونوں ٹکڑے ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئے گا اس وقت میں اچانک اللہ عسیٰ بن مریم کو دنیا میں بھیجے گا اور وہ سفید مینارہ مشرقی دمشق پر دو عصا بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہتھیلی رکھے اس طرح اتریں گے کہ جب آپ سر نیچا کریں بالوں سے پانی ٹپکے اور جب سر اٹھائیں سوئیوں کی طرح قطرے گریں۔ اس وقت جس کا فرکان کے سانس کی ہوا پینچے گی ہلاک ہوگا۔ اور آپ کا سانس منتہائے نظر تک پہنچے گا۔ جب دجال کو آپ کی خبر پہنچے گی وہ بھاگے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو باب اللہ پر (مکہ معظمہ کے قریب ہے) قتل کریں گے۔ الی آخرہ۔

اس حدیث میں طویل زمان کے تذکرے پر مرزائی صاحبان تاویل کرتے ہیں کہ دن سال بھر کے برابر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سال بھر کا کام ایک دن میں ہونے لگے مگر اس حدیث میں واضح طور پر نمازوں کو معمولی دنوں کے حساب سے پڑھنے کی ہدایت نے یہ تاویل رد کر دی ہے۔ دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا نقشہ اس شان سے کھینچا ہے کہ کسی قسم کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اور چند احادیث بتاتا چلوں جس سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول محض ان خدمات کیلئے ہوگا جس کا حکم حضور سید کونین ﷺ فرما گئے ہیں پھر اگر حاکم اعلیٰ کسی خدمت کو اپنے ماتحت کے سپرد کر جائے تو عقلاء میں اس ماتحت کو حاکم اعلیٰ سے افضل نہیں مان کر تے لہذا آپ ہی تعقل سے کام لیں اپنی ضمیر سے

فیصلہ کریں کہ آپ نے کیا اعتراض پیش کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے بہ حیثیت حاکم عادل اور وہ صلیب توڑیں گے اور سور کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور جزیہ موقوف کر کے اسلام کی دعوت دیں گے اور مال بکثرت ہوگا حتیٰ کہ خیرات لینے والا نہ ملے گا اور (رغبت الی اللہ سے) ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر قرآن سے سند چاہو تو پڑھو ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ (متفق علیہ) یعنی کوئی اہل کتاب نہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان قبول کر لیں گے۔ اصل حدیث یہ ہے: قال رسول اللہ علیہ وسلم والذی نفسی یدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تكون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرۃ فافروا ان شئتم ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ (الابنہ) اور دوسری روایت بخاری مسلم میں ہے۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب نازل ہوں گے ابن مریم تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت ہوگی حق پر مقاتلہ کرتی اور غالب رہتی قیامت تک۔ فرمایا پھر نازل ہوں تم میں عیسیٰ بن مریم پھر اس جماعت حقہ کا امیر کہے آئیے نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں نہیں تمہارا بعض تمہارے کا امیر ہے یہ اعزاز دیا ہے اللہ جل و علا نے

اس امت کو۔ اصلی حدیث یہ ہے لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیمة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ هذه الامة (رواہ مسلم) اب تو میرا خیال ہے میاں اکرام کو اطمینان ہو گیا ہوگا اور سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس شان سے آئیں گے اور مسلمات اسلام سے حاشیہ نووی یہی ہے۔ چنانچہ اس میں علامہ امام نووی فرماتے ہیں۔ ”امام قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا وصال کو قتل کرنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک حق و صحیح ہے اس لئے کہ اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں اور جب اس کے ابطال پر کوئی دلیل عقلی و نقلی موجود نہیں تو اثبات اس کا واجب ہوا۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ فرقوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے نزول مسیح کا انکار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ احادیث قابل رد ہیں بموجب آیت کریمہ و خاتم النبیین اور حدیث لانیسی بعدی اور باجماع مسلمین کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ شریعت نبوی ﷺ قیامت تک ہمیشہ رہنے والی ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی مگر یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ نبی ہو کر ایسی شریعت کے ساتھ آئیں گے جو ہماری شریعت کی ناخ ہو اور نہ ان احادیث میں نہ ان کی غیر میں ایسا مضمون ہے بلکہ یہ احادیث اور وہ جو کتاب الایمان وغیرہ میں گزری ہیں کہ وہ حکم و عادل ہو کر آئیں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور جو کچھ لوگوں نے امور شریعت سے چھوڑ دیا ہوگا اس کو زندہ فرمائیں گے۔ اصل عبارت بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی۔ من شاء فلینظر فیہ۔

عنایت (۱۳): حضرت مسیح قیامت سے پہلے آکر وصال کو ماریں گے تمام اہل کتاب ان



پر ایمان لائیں گے معلوم ہوا کہ مسیح خاتم النبیین اور افضل ہیں۔

**شکریہ:** اگرچہ اس کا جواب بھی شکریہ (۱۲) میں آچکا ہے مگر چونکہ ہم میاں اکرام کی خاطر سے اور ان کے نمبر کے لحاظ سے نمبر وار جواب دے رہے ہیں لہذا یہاں بھی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جی ہاں! ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ سے یہی ثابت ہے مگر ذرا انصاف کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کیا ہوتا۔ حضرت مسیح کی تشریف آوری پر اگر ایمان لائیں گے تو وہی عیسائی ایمان لائیں گے جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے یا مسلمان بھی۔ اگر کہیے کہ مسلمان بھی تو ذرا بتائیں کہ مسلمان جب پہلے سے مومن ہیں تو از سر نو ایمان لانا تحصیل حاصل؟ اگر کہیے کہ عیسائی تو ہمارا مقصد صحیح کہ اپنی ناقص تبلیغ کو مکمل کرنے عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا بموجب پیشین گوئی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ آئیں گے اور جو جو قوانین حضور نے چودہ سو برس قبل مرتب فرما دیے ہیں ان کے مطابق عمل درآمد کریں گے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یوشک ان یبذل فیکم ابن مریم حکما وعدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزية فیض المال حتی لا یقبلہ احد ویہلک فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام ویقتل الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون۔ قریب ہے یہ کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں حکم دعا دل صلیب توڑ دیں، خنزیر قتل کریں، جزیرہ موقوف کریں اور مال کی اتنی کثرت ہو کہ کوئی قبول نہ کرے اور اس زمانہ میں تمام مذاہب ہلاک ہو جائیں مگر اسلام۔ اور دجال کو قتل فرما کر زمین پر چالیس برس قیام فرمائیں پھر انتقال کریں اور مسلمانوں کی جماعت ان کی

ماز جنازہ پڑھے۔

تواب فرمائیے۔ ابن مریم حکم محمد رسول اللہ ﷺ بموجب چودہ سو برس پیشتر کی پیشین گوئی کے تشریف لائیں اور تشریف لا کر کام یہ کریں کہ صلیب توڑیں جو نصاریٰ میں ہے یہ کہ مسلمانوں میں۔ خنزیر قتل فرمائیں جو نصاریٰ میں مرغوب چیز ہے نہ کہ مسلمانوں میں اور جزیرہ بموجب قانون محمدی اٹھا رکھیں اور تمام باطل مذہب والوں کو ہلاک کر دیں اور دین محمدی کا اتباع فرمائیں اور چالیس برس دنیا میں رہ کر وفات فرمائیں اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسائی تو اس وقت مسلمان ہی ہوں گے۔ اور دجال کا قتل۔ تو بتائیے اس میں حضور کی افضلیت ثابت ہوئی جو ان تمام واقعات کو مسلمات اہل اسلام میں قائم فرما گئے یا عیسیٰ علیہ السلام۔ اللہ انصاف دے تو آپ صاف کہیں گے کہ اب معاملہ صاف ہے۔ رہی ضد و کد، ہٹ دھرمی۔ اس کا علاج نہ کسی طرح ممکن سمجھی ہوا۔ واللہ الہادی۔

**عنایت (۱۴):** یہ عنایت ہم ان کے اصلی پمفلٹ ”حقائق قرآن“ سے نقل کر رہے ہیں۔ میاں اکرام کو یہ یاد نہیں رہی لیکن اس خیال سے کہ شاید اس جواب کے بعد پھر عنایت فرمائیں۔ لہذا ان کی اصل سے اس کا شکریہ پیش کر دینا حسب موقعہ مناسب متصور ہوا۔ وهو العنایة هذا۔

حکم قرآن ﴿فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ دُوْحِنَا﴾ مسیح کے اندر ذات الہی تھی پس وہ صاحب الوہیت تھے اس لئے ایک گناہ گار رسول سے (معاذ اللہ) مسیح افضل تھے۔  
**شکریہ:** یہاں ﴿فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ دُوْحِنَا﴾ کو اٹھا کر پادری صاحب یا مرزائی یا اکرام الحق صاحب بے سوچے سمجھے ایک نیا خدا خانہ ساز بنا رہے ہیں۔ ہاں اکرام الحق کو تو اس

اعتراض سے بحث ہی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو یہ اعتراض ہی نہیں کیا مگر چونکہ حقائق القرآن کی دو درقی میں یہ بھی ہے تو شاید آج نہ کہا تو کل کہہ دیں۔ اس وجہ سے ان کو بھی شکر یہ میں شریک کیا گیا۔ بہر کیف وہ اس امر کے قائل ہوں یا نہ ہوں مگر ارادہ ضرور ظاہر کیا ہے کہ میں عیسائی ہو جاؤں گا لہذا وہ بھی اس کے معترف ہونے والے ہوئے۔

اصل میں یہ سراسر غلط فہمی یا بالفاظ دیگر مخالفت قرآنی ہے۔ نفخ کے معنی صاف ہو جانے پر معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ علامہ امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں: النفخ نفخ الريح في الشيء قال يوم ينفخ في الصور ونفخ في الصور ثم نفخ فيه اخرى ذالك نحو قوله تعالى ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي النُّفُورِ﴾ ومنه نفخ الروح في النشأة الاولى ونفخت فيه من روحى يقال انتفخ بطنه ومنه استعير انتفخ النهار اذا ارتفع ونفخة الربيع حين اعشب ورجل منفوخ اي سمين۔

نفخ سے مراد نفخ رتگ ہے کسی شے میں پھونک مارنا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿يَوْمَ يَنْفُخُ فِي الصُّورِ﴾ یعنی جس دن پھونکا جائے صور۔ اور پھونک دیجائے صور میں۔ اور پھر پھونک دی جائے اس میں دوبارہ۔ اور نفخ اور نفور دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔ فاذا نفخ یعنی جب پھونکا جائے ناقور یعنی صور۔ اور نفخ روح سے مراد۔۔۔ پہلی پیدائش ہے اور ﴿نَفْخَتْ فِيْهِ مِنْ رُّوحِي﴾ کے معنی باعتبار عرف پھولنے اور پھٹنے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ روح کی حقیقت امر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا۔ ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ یعنی ہم نے عالم امر میں حضرت مسیح کو پھولتا پھلتا تخلیق فرمایا پھر پیٹ پھولنے کے معنی میں بھی نفخ آتا ہے اور سپیدہ سحر کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے انتفخ النهار، انتفخ بطنه اور کھیتی کے شاداب اور سرسبز ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے نفخة الربيع۔ اور

بہ آدمی کے معنی میں بھی بولا جاتا جیسے رجل منفوخ۔ یعنی آدمی کسین و فرہ ہے۔

پھر وہ ہم نصرانیت کو تو قرآن کریم خود در فرما رہا ہے۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَعْلِيْذُ اللَّهُ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوسری آیت سے تو اس وقت حیات مسیح بھی ثابت ہو رہی ہے جو ابطال مرزائیت کے لئے اعلیٰ دلیل ہے ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَآلَهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ یعنی بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اے حبیب تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم کو اس کی ماں کے ساتھ اور تمام زمین والوں کو۔ اس آیت کریمہ میں ابن مریم وامہ ومن في الارض میں واؤ معنی معہ ہے اور معیت کے معنی سے یہ مفہوم صاف حاصل ہو رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو معہ حضرت مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مار دیتے۔ مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے نہ مارا اس لئے عیسائی ان کو خدا ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ حالانکہ وہ رسول خدا اور خدا کے بندے تھے نہ کہ خدا کے بیٹے یا خدا۔ (معاذ اللہ)

اور دوسرے فرقہ کے رد میں فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ یعنی بیشک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ تین معبودوں میں سے ایک اللہ ہے۔ یعنی

باپ اللہ، بیٹا مسیح اور روح القدس تین معبود ہیں۔ اعادنا اللہ تعالیٰ من هذا الشرک الجلی۔ پھر آگے فرمایا کہ خدا تو کھانے پینے سے منزہ ہے اور ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ یعنی مسیح اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ پھر جو کھانا کھانے کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ اور پھر یہ بتا دیا کہ ہمارے حبیب تو وہ ہیں جن کی شان میں ہم نے فرمایا۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لَّنَا سِ... الخ﴾ یعنی اے حبیب ہم نے آپ کو تمام مخلوقات کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ﴾ بیشک وہ عیسیٰ نہیں تھے مگر ایک ایسے بندے کہ ہم نے ان پر انعام فرمایا اور بنی اسرائیل کی طرف بے مثل بنا کر بھیجا۔

انجیل کی نظر میں سید الانبیاء علیہ السلام کا رتبہ دنیا کے سردار کا ہے

یہاں تک تو مسلمات اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ تھا اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ ذرا انجیل سے تو پوچھئے جو حضرات نصاریٰ کی مسلمات سے ہے کہ وہ حضور کی شان والا میں کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عمر کے آخری حصہ میں وعظ فرماتے ہیں اور اس میں بتاتے ہیں۔ یوحنا ۱۴ باب کی ۲۹ سے ”تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیوں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لے آؤ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔“

اس مضمون سے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے بعد وہ دنیا کا سردار کون

آیا؟ سنئے ہم بتاتے ہیں جو آدودہی سید الانبیاء، سند الاقتیاء، حبیب کبریا، محبوب خدا، مالک اقاب عالم، حبیب قشقم، تاجدار انام، شہنشاہ این و آن، قاسم کون و مکان، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ مئے دئے مراتب دکھائے جن کو ان کی جماعت نے نمیا منسیا کر کے ہباء منشور کر دیا تھا۔ اب اس جماعت کے نامی محققین کے خیالات بھی ملاحظہ کیجئے۔ جن میں آپ شریک ہو کر عیسائی بننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اسلام اور بانی اسلام کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں پھر انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔

مانو نہ مانو پیارے تمہیں اختیار ہے ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

الْفَضْلُ مَا شَهِدْتُ بِهِ الْأَعْدَاءُ

حضور ﷺ کی شان فضیلت اغیار کی زبان و قلم سے

مشہور و معروف مؤرخ ڈبلیو آزرنگ جن کا ایک ایک لفظ علمی دنیا میں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن کی مؤرخانہ تحقیق کا پایا اس قدر بلند ہے کہ آپ کی تحریریں بطور سند کے پیش کی جاتی ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

حضرت محمد صاحب نہایت سادہ مزاج ریفارمر تھے آپ کی ذاتی قابلیت حیرت انگیز اور قوت مدبرہ غیر معمولی تھی۔ آپ کا فہم داور اک نہایت تیز، حافظہ زبردست اور مزاج اکسار پسند تھا۔ آپ کی گفتگو نہایت مختصر مگر پُر مغز اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ زبان کی حلاوت آپ کی بے نظیر فصاحت اور مترنم لہجہ سے دو بالا ہو جاتی تھی۔ آپ بڑے متقی اور نیک منش تھے، اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ ظاہری شان و شوکت کا کچھ خیال نہ تھا جیسا کہ نچلے طبقہ کے لوگوں میں ہوا کرتا ہے بلکہ جو کپڑے آپ پہنتے ان میں اکثر بیوند ہوتے۔ صفائی کا بہت

خیال رکھئے، اکثر غفلت کرتے اور خوشبو لگاتے۔ معاملات میں بڑے منصف تھے۔ آپ بیگانے غریب امیر غلام اور آقا سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرتے عام لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور ان کی شکایات سنتے تھے۔ طبیعت پر اس قدر قابو یافتہ تھے کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت متحمل، بردبار اور ذی حوصلہ تھے۔ آپ کے خادم انس کا بیان ہے کہ میں آٹھ برس تک آپ کی خدمت میں رہا اس عرصہ میں آپ نہ تو کبھی مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ ہی سخت کلامی کی باوجود یکہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔

آپ کے سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل خود غرض نہ تھے کیوں کہ ملکی فتوحات سے جو حاکمانہ غرور خود غرض لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے وہ آپ میں بالکل نہ تھا بلکہ نہایت عروج اور شانہ صولت و سطوت کی موجودگی میں بھی آپ ایسے ہی سادہ اور گریبانہ حالت میں رہے جیسے کہ افلاس کے زمانہ میں۔ شانہ شانہ و شوکت تو درکنار اگر آپ کہیں تشریف لیجاتے اور لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تو بھی آپ ناپسند فرماتے۔ مال و دولت جو خراج سلطنت جزیہ اور مال غنیمت سے حاصل ہوتا وہ صرف جنگی مہمات اور امداد مساکین میں صرف ہوتا تھا اور یہی مصارف اس قدر تھے کہ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ عمر بن حارث کا قول ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی لونڈی غلام چھوڑا، نہ درہم اور دینار۔ آپ کو دنیاوی آسائش و آرام سے کوئی غرض نہ تھی آپ ہمیشہ نماز میں مصروف رہا کرتے جو مسلمانوں کی نہایت پسندیدہ عبادت اور روح انسانی کو صاف و شفاف بنانے والی چیز ہے۔ آپ ہمت شکن حالات اور مصیبت افزا واقعات میں بھی ہمیشہ متوکل رہتے تھے اور انجام کی راحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر منحصر سمجھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا رحم نہ کرے تو میں بھی جنت میں داخل نہیں

آپ اپنے اکلوتے فرزند ابراہیم کی وفات حسرت آیات پر بالکل صابر و شاکر رہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری دن تک خدمت مذہب میں مصروف رہے اور اپنے دلوں کو ہدایات دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے دائمی اور مستقل زاہد کو برا کہنا یا ان پر اہداری کا الزام لگانا قطعاً غلط ہے۔

قرآن پاک جس کے ذریعہ حضرت محمد (ﷺ) نے لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف بلایا اس کی تعلیم نہایت بلند پایہ اور پاکیزہ ہے۔

(۲)

یورپ کا زبردست محقق اور مورخ ہربرٹ وائل اپنی کتاب ”گریٹ پیجر“ میں لکھتا ہے

حضرت مسیح کے چھ سو سال بعد جب کہ حضرت مسیح کا عجیب و غریب اثر مغرب کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے شام اور عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو رہی تھی۔ عرب جیسے وسیع ملک میں ایک پیغمبر بھیجا گیا۔ جس نے نہ صرف عدل و انصاف اور امن و امان کی حکومت قائم کی بلکہ بیت ناک پرستی کا بھی قلع قمع کر دیا۔ عرب میں عورتوں اور مردوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ معمولی مناقشات پر خوفناک لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اخلاقی قباحتیں اور بری عادتیں ”طبیعت ثانیہ“ تھیں کہ ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو مکہ میں یہ پیغمبر پیدا ہوا۔ اس سے چند روز پیشتر آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور چند روز بعد آپ کی والدہ بھی فوت ہو گئیں اور اپنے یتیم فرزند کو دادا کے سپرد کر گئیں۔ جب یہ یتیم لڑکا بڑا ہوا تو امید کے موافق نہایت خاموش طبع تھا اور گرد و پیش کے لوگ اس سے محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے دادا بھی انتقال فرما گئے اور محمد صاحب کی حفاظت



اور پرورش آپ کے چچا ابوطالب کے سپرد کر گئے بچپن اور جوانی کے زمانہ میں آپ کو کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا سوائے اس کے کہ سلسلہ تجارت آپ کو شام جانا پڑا جہاں آپ اس پرانے زمانے کے ہر واقعہ کا نہایت عمیق نظروں سے مطالعہ کرتے رہے۔

۲۴ برس کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی۔ جن کی طرف سے آپ شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے تمام معاملات میں آپ کو ایسا وفادار، صادق، امین اور کفایت شعار پایا کہ ان دونوں کی ۲۶ سالہ گزشتہ زندگی دنیا کی شادیوں میں ایک نمونہ سمجھی جاتی ہے بظاہر آپ کی زندگی خاموش تھی۔ لوگ آپ کو ”الامین“ کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آپ شہر کی گلیوں میں چلتے تھے تو بچے دوڑ کر آپ کو چمٹ جاتے تھے کیونکہ انہیں آپ کی محبت پر بھروسہ تھا۔ مفلس اور مفلوک الحال لوگ بھی بغرض مشورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی زمانہ میں حضرت محمد صاحب ایک غار میں جایا کرتے تھے اور وہاں عبادت اور غور و فکر میں کئی مہینے صرف کر دیتے اور اس اندر دنیٰ آواز پر بھروسہ کرنے سے ڈرتے تھے جو آپ کو تبلیغ حق پر آمادہ کرتی تھی۔ وہ خیال کیا کرتے کہ میں کیسے پیغمبر بن سکتا ہوں کیا انسانی کمزوری تو مجھے ایسا کرنے کے لئے نہیں ابھارتی؟ اسی حالت میں ایک رات جبکہ آپ زمین پر لیٹے پڑے تھے آسمان پر روشنی چمکی اور ایک نورانی شکل نیچے اترتی ہوئی نظر پڑی۔ جس نے کہا۔

”اٹھ تو خدا کا نبی ہے۔ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ۔“ آپ نے سوال کیا، کیا پڑھوں؟ اس کے بعد فرشتے نے رسول کو تلقین کی اور نہ صرف اس بڑی دنیا کا ذکر کیا جس میں ہم رہتے ہیں بلکہ آسمان اور فرشتوں کی مخفی دنیاؤں کا بھی ذکر کیا اور اس کے علاوہ توحید یزدانی کی تعلیم دی جس کی وجہ سے ساری دنیا منور ہے نیز اس اہم کام کا تذکرہ کیا جس کے

لئے محمد صاحب کو پیدا کیا تھا۔ یہ وہ عجیب و غریب واقعہ تھا جس نے محمد (ﷺ) صاحب کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس سے پہلے آپ صرف ”امین“ تھے مگر اب ”رسول“ ہیں جیسا کہ تم نے دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں پڑھا ہے کہ اکثر اسی قسم کا فرشتہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تاکہ پیغمبروں کی رہنمائی کرے اور ان میں تبلیغ حق کی ہمت پیدا کرے۔ کیونکہ ہماری دنیا کی نگرانی اور جانچ پڑتال ایک ایسی زندہ جاوید طاقت کے ہاتھ میں ہے جو ضرورت کے وقت دنیا میں پیغمبر بھیجا کرتی ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اٹھے اور جلدی سے خدیجہ کے پاس گئے اور بیتابی کے ساتھ سوال کیا میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ وفادار بیوی نے جواب دیا تو صادق اور وفادار ہے۔ تو نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی خدائے قادر و توانا اپنے وفادار بندوں کو دھوکہ نہیں دیا کرتا۔ اس آواز کی پیروی کر اور جس کام کے لئے تجھے منتخب کیا گیا ہے اس کی تعمیل کر۔

اس طریقہ سے وفادار زوجہ نے آپ کی ہمت افزائی کی۔ اور ایمان بھی لے آئیں اس کے بعد اس کے چند عزیز و اقارب بھی مسلمان ہو گئے لیکن ابوطالب نے جو آپ کے چچا اور زندگی بھر کے محافظ رہے آپ کے پیغام کو تسلیم نہیں کیا اگرچہ اس سے ان کے فرزند علی (رضی اللہ عنہ) ایمان لے آئے تھے۔ تین سال تک آپ نے خاموشی کے ساتھ تبلیغ کی اور اس عرصہ میں صرف تیس (۳۰) آدمی مسلمان ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنا پبلک وعظ کہا جس میں خدا کی وحدانیت کا تذکرہ کیا۔ انسانی قربانی، شراب خوری اور ہر خراب عادت کے برے نتائج بیان کئے۔ آہستہ آہستہ کچھ اور آدمی بھی حلقہ گوش اسلام ہو گئے لیکن ساتھ ساتھ مخالفت بھی پورے زور کے ساتھ شروع ہو گئی۔ آپ کے پیروؤں کو زبردستی چھین لیا جاتا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں لیکن وہ لوگ اپنے پیغمبر پر کچھ ایسے فدا

تھے کہ اپنی جان گرامی سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ ایک شخص سے جسے طرح طرح کی تکلیفیں دیکر نیم مردہ کر دیا گیا تھا در یافت کیا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم آرام سے اپنے گھر بیٹھو اور محمد (ﷺ) تمہاری جگہ پر ہوں۔ مرتے ہوئے آدمی نے جواب دیا۔ ”خدا کی قسم اگر میرے آقا محمد (ﷺ) کو ایک کانٹا بھی چھ جائے تو بھی میں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ کروں گا۔“ محمد (ﷺ) صاحب سے ان لوگوں کی محبت اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔

رفتہ رفتہ اہل عرب کے مظالم اس قدر بڑھ گئے کہ ابتدائی مسلمانوں کو کسی محفوظ اور مضبوط پناہ کی تلاش میں ہجرت کرنا پڑی لیکن جہاں کہیں بھی وہ گئے ان کے دلوں سے اپنے محبوب رسول اور ان کی تعلیم کی یاد فراموش نہیں ہوئی۔

لیکن اب پیغمبر صاحب پر بھی تاریک زمانہ شروع ہوا اور مخالفین کے مظالم اس ہولناک حد تک پہنچ گئے کہ سوائے ایک کے باقی تمام مسلمان ہجرت کر کے دوسرے ممالک چلے گئے۔ محمد (ﷺ) صاحب کے چچا ابو طالب نے اصرار کیا کہ آپ اپنا کام چھوڑ دیں لیکن آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہ سنی اور کہا۔ ”اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہوں گا۔ یقیناً اس کام سے اس وقت تک دست بردار نہ ہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس نورانی مذہب کو دنیا پر ظاہر نہ کر دے یا میں خود اس کوشش میں جان نہ دوں۔“

چچا کی گفتگو سے محمد (ﷺ) صاحب دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور رنج و تاسف اور ملال کی حالت میں اپنا کیل اوڑھ کر چلنے کے لئے تیار ہوتے ہیں کہ ان کے چچا کی آواز آتی ہے ”دھیرہ دھیرہ! محمد! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو آزادی سے کہو۔ خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ کبھی

نہ چھوڑوں گا۔“ یہ الفاظ محمد صاحب کے اس چچا کے ہیں جس نے اگرچہ آپ کے پیغام کو تسلیم نہ کیا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کے مشن اور آپ کی ذات سے اس قدر مانوس تھا۔ لیکن اب پہلے سے بھی زیادہ ناؤک وقت آتا ہے آپ کے چچا اور آپ کی محبوب زوجہ (حضرت) خدیجہ کا انتقال ہو جاتا ہے جو ہر کام میں آپ کی تھمکنڈ مشیر تھیں۔ ان دونوں کی موت سے محمد صاحب تنہا رہ جاتے ہیں۔ اس سال کو مسلمان رونے کا سال کہتے ہیں۔

اب ان کے ساتھ مکہ میں صرف علی اور جان نثار ابو بکر رہ جاتے ہیں ان کے دشمن ان کے قتل کی سازش کرتے ہیں لیکن وہ محصور مکان کے دریچہ سے نکل کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور مکہ چھوڑ دیتے ہیں، اسلام میں مکہ چھوڑنے کا سال ہجری کہلاتا ہے۔

غار کی تنہائی میں دشمنوں کے خوف سے کانپتے ہوئے ضعیف العرا ابو بکر نے کہا۔ ”ہم صرف دو ہیں۔“ محمد (ﷺ) صاحب نے جواب دیا ”ہم دونوں بلکہ تین ہیں کیونکہ خدا بھی ہمارے ساتھ ہے۔“

اس کے بعد وہ مدینہ چلے جاتے ہیں جہاں آپ کو بہت سے انصا ر مل جاتے ہیں۔ نو مسلموں کی تعداد روز افزوں ترقی کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ ایک سلطنت کے بادشاہ بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں سے آپ کی پبلک لائف کا آغاز ہوتا ہے اب ان کے لئے لازمی نہیں کہ ایک خاموش زاہد کی سی زندگی بسر کریں برخلاف اس کے انہیں ہزار ہا لوگوں کی رہنمائی کرنا اور ان کے مستقبل پر غور کرنا ہے۔

مکہ سے دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہیں اور آپ ایک چھوٹی سی فوج جمع کر کے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلتے ہیں۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر انہیں ایک عظیم الشان اور مشہور و معروف فتح حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس فتح عظیم کے محمد (ﷺ)

صاحب کا کیریکٹر یہ ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ کی رسم کے خلاف قیدیوں سے نہایت مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے مسلمان انہیں روٹی دیتے ہیں اور خود کھجوریں کھاتے ہیں۔

اس کے بعد دس سال کی کشمکش کا زمانہ آتا ہے اور اس عرصہ میں سینکڑوں آدمی آپ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں تم بمشکل اندازہ کر سکو گے کہ محمد (ﷺ) صاحب لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی کس قدر طاقت رکھتے تھے اور یہ کہ ارد گرد کے لوگوں کو آپ سے کس قدر محبت تھی اور آج بھی مسلمانوں کو آپ سے کس قدر عقیدت و الفت ہے۔

۸ جون ۶۳۵ء کو اس زندگی کا آخری سین نظر آتا ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اس قدر ناتواں ہو گئے ہیں کہ اکیلے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ علی اور دوسرے صحابہ آپ کو سہارا دے کر مسجد میں لے جاتے ہیں۔ آپ یہ پوچھنے کے لئے آواز بلند کرتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جس کے ساتھ انہوں نے کوئی سختی کی ہو یا جس کا کوئی قرض ان کے ذمہ ہو۔ ایک شخص ہلکی سی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جو فوراً ادا کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دعا کے الفاظ دہیٹے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی اور محمد (ﷺ) صاحب اس جسم فانی کو چھوڑ کر زیادہ اعلیٰ اور زیادہ نورانی دنیاؤں میں اپنا کام کرنے کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔

بخوف طوالت رسالہ ہم مندرجہ بالا دو اسناد پر ہی کہ مشتبہ نمونہ از خوارے ہیں، انکشاف کرتے ہیں۔ العذر مقبول عند کرام الناس۔

### تقریظ از

امام اہل سنت حامی شریعت عالم ربانی مقبول صدرانی بحر المطام جرات مقام حجت الاسلام سید المفسرین سند العلماء والموعظین حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی حاجی صوفی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب لازال شמוש فیضانہ ابدًا۔

ایام جلسہ مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور میں ایک کھلی چٹھی بنام علماء کرام میری نظر سے گزری تھی۔ جو اکرام الحق نامی کسی شخص نے شائع کی تھی اس میں وہی پرانے اعتراضات نصاریٰ کے تھے جو اس سے قبل ۱۹۱۴ء میں قاسم علی احمدی نے بار سوم لکھ کر دہلی سے شائع کئے تھے پھر حقائق قرآن میں بھی اعتراضات چھپے۔ اس کے بعد اس کھلی چٹھی میں شائع کئے گئے۔ اور جب شیر میدان اسلام نے جوابات دیئے تو میاں اکرام نے ایک اور پرچہ چھاپا۔ جس میں مولوی گر علماء پر خاموشی کا الزام لگایا حالانکہ یہ محض غلط الزام تھا۔ مولوی گر علماء خاموش نہ رہے بلکہ انہوں نے تقریروں میں بھی جلسہ کے اندر بقدر وسعت وقت مختصر جوابات دیئے بلکہ خود اکرام الحق مولوی عبدالحفیظ صاحب کے جواب کا شکر گزار ہوا۔ بہر کیف زیادہ تر اس طرف التفات کرنے کو اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اس کا جواب پہلے بھی شائع ہو چکا تھا اور اب بھی بہت سے جوابات لکھے گئے۔ پھر میرے تحت جگر بلند اختر عالم ربانی مقبول بارگاہہ صدر مولانا حافظ حکیم سید محمد احمد اطفال اللہ عمرہ باشاعۃ المدین و جماعۃ سید المرسلین من الصادقین المصدقین و مطیع الاتحاد بین المسلمین نے نہایت پسندیدہ طرز پر لفظ بلفظ ہر اعتراض اور شبہ کے مکمل جواب لکھے اور ایسے لکھے کہ ایک منصف مزاج بہکا ہوا مسلمان تو درکنار اگر ایک نصرانی عیسائی بھی منظر

انصاف دیکھتے تو اس کی تشفی و تسلی کو کافی ہے اور عزیز مذکور نے اس جواب میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ ہر شبہ کا جواب حسب خواہش معترض فقط آیات قرآنی سے دیا ہے اور حدیث و اجماع اور قیاس شرعی سے مطلقاً کام نہیں لیا گیا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ معترض صاحب کی یہ خواہش ایک حد تک کسی طرح حق بجانب نہ تھی اس لئے کہ وہ خود اپنی کھلی چٹھی کی سطر ۱۳ صفحہ اول پر لکھ چکے ہیں کہ ”اس رسالہ کے مصنف نے تیرہ وجوہات بیان کی ہیں جو تمام کی تمام قرآن مجید کی آیات اور مسلمانوں کے مسلمات پر مبنی ہیں الخ“ تو جب قرآن کریم اور دیگر مسلمات اسلام پر مبنی اصول کو وہ خود تسلیم کرتا ہے اور اعتراض نمبر ۱۳ کو تو محض مسلمات اسلام کی بنا پر ہی نقل کیا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ خود تو فضیلت عیسیٰ (علیہ السلام) ثابت کرنے کو سب طرف جانے کا مجاز بنتا ہے اور دوسرے کو قرآن کریم سے جواب دینے پر مجبور کر کے صفحہ ۲ کی سطر ۲۳ پر احادیث و رواۃ صحیحہ کے متعلق لکھتا ہے۔ ”زبانی قصے کہانیاں چھوڑ کر کوئی قرآن سے اس کا ثبوت تو پیش کرے۔“ سبحان اللہ! کیا زبانی قصے کہانیاں اور احادیث حبیب ربانی آپ کے نزدیک ایک مرتبہ کی ہیں۔ ذرا قرآن کریم سے پوچھئے کہ وہ فرمان محمد رسول اللہ (ﷺ) کی کیا عظمت ظاہر فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ یعنی ہمارے محبوب محمد رسول اللہ (ﷺ) اپنے خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے ان کی ہر بات ہماری وحی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے اندریں صورت حضور کی ایک بھی حدیث کا انکار جبکہ وہ بالا سانیہ صحیح ثابت ہو جائے کیا مذکورہ آیت کریمہ کے انکار کو مستلزم نہیں؟ میاں اکرام الحق کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رتبہ حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ آپ کے تمام اقوال و افعال با سانیہ صحیحہ آج تک منقول و مروی مع بیان حالات رواۃ چلے آ رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ایک قول و فعل تو کیا اصلی انجیل کو بھی دس پانچ

اسانیہ صحیح سے نہیں بلکہ ایک سندی صحیح سے بھی کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا برخلاف حضور (ﷺ) کی کہ آپ کے ہر قول و فعل کو ایک ایک سند سے نہیں بلکہ کئی کئی سندوں سے ہم آنحضرت (ﷺ) تک دکھانے کو موجود ہیں۔ اور اگر اکرام الحق کو اس کا شوق ہو تو ہمارے مقدمہ تفسیر میزان ادیان کا مطالعہ کرے جو دفتر مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور سے مل سکتا ہے بلکہ اگر بغرض ہدایت اکرام الحق خود لینے آئے تو ہم اسے بلا قیمت دیں گے۔ اور اس کے مطالعہ سے ہمیں یقین ہے کہ علاوہ کھلی چٹھی کے جوابات کے وہ اعتراضات بھی حل ہو جائیں گے جو دہریوں و غیرہ نے اسلام پر کئے ہیں اور غالباً میاں اکرام کا وہم بھی وہاں تک نہ پہنچا ہوگا۔ مجھے افسوس ہوا کہ سرور عالم (ﷺ) کی احادیث کو اکرام الحق نے مثل قصے کہانیوں کے قرار دے دیا یا آنکہ خود کو بھی فضیلت عیسیٰ (علیہ السلام) میں مسلمات اسلام سے مدد لینا پڑی۔ جیسا کہ اعتراض نمبر ۱۳ سے ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ سوائے اسلام کوئی مذہب اپنے بانی مذہب کے اقوال و افعال کو بانی مذہب تک اسانیہ صحیحہ کے ساتھ مع بیان حالات و روایات نہیں بیان کر سکتا اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے حضور (ﷺ) کے اقوال و افعال کے ان کے تابعین کے ذریعے جمع کرا کر انہیں اسانیہ صحیحہ موثق کرایا۔ اور پھر حکم فرمایا ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَنْ نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ یعنی ہمارے حبیب رسول جو تم کو دیں لے لو اور اس پر عمل کرو۔ جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُونًا عِنْدَهُمْ فِي الْتَوَارِثِ وَالْأَنْجِيلِ﴾ یعنی مسلمان وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں ہمارے رسول کی جو نبی امی لقب ہیں انکا ذکر تورات اور انجیل میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ ہنود کے ویدوں میں بھی با آنکہ وہ باطل ہیں مگر حضور کا ذکر موجود ہے۔ اس بحث کو بھی ہم نے



اپنے اس مقدمہ میزان الادیان میں بہ تفصیل لکھا ہے۔

جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کو مثل قصص و حکایات نصاریٰ و ہنود سمجھنا سنسکرت انکار قرآن ہے جو صریح گمراہی اور بے دینی ہے تو اب احادیث سے اگر آپ موازنہ کریں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کہیں زیادہ بلکہ بے شمار معجزات ہمارے حضور کی احادیث سے آپ کو ملیں گے جو مسلمات اسلامیہ سے ہیں۔ مگر یہ جب صحیح جب کبھی آپ کو ہم سے ملنے کی خدا توفیق دے گا۔ اب تو میں اپنے لخت جگر کو دعا دیتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی خواہش کے مطابق تمام اجوبہ قرآن کریم سے بالا اختصار لکھ دیئے اور باوجود مختصر ہونے کے بغضہ ایسے واضح اور جامع ہیں کہ ایک تحقیق کرنے والے کی تشفی کو کافی۔ اللہ عز و جل کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامین۔

فقیر ابو محمد محمد دیدار علی

غفر اللہ لہ و لو الدیہ و اساتذہ

امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

تقریظ از واعظ خوش بیان، عالم ریگانہ، سید المناظرین

حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب

(مدرسہ دینیہ مدرسہ دارالعلوم حزب الاحناف و عالم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)

مبسلاً و حامداً و مصلياً و مسلماً

من اللذین کشف الستور عن کل کاذب و عن کل بدعائی بالعجائب  
ولولا رجال مومنون لهدمت صوامع دین اللہ من کل جانب

قد سمعت رسالة طيبة وعجالة نفيسة صفت في جواب اسئلة  
اکرام الحق المرزائی أو العیسائی أو لا الی هؤلاء ولا الی هؤلاء من أوله  
الی آخره فنعیم الجواب وهو أحق أن یقال عین الصواب ولعمری إنها  
لعروة وثقی لطالب الحق والرشد والهدی یستغنی بها عما سرى کیف لا  
وهی محللة بحلی آیات اللہ وموشحة بنصوص الفرقان فمن له أدنی  
بصيرة فانه یهتدی بها الی صراط مستقیم وطریق سوری ومن اکتحلت  
عیونه بکحل الانصاف والنقی فیمطالعة یجد سبیل الرشد والهدی وان  
شاء اللہ لا یحرم ولا یشقی لان العلامة المحجیب الفاضل الأریب البحر  
الطمطم والحریر القمقام مولینا الاعظم وایحانا المعظم ابی الحسنات  
الحافظ الحکیم محمد احمد صانه اللہ عن شر کل حاسد اذا حسد وجزاء  
اللہ وعن سائر المسلمین جزاء العز والمدد قد بذل جهده لاحقاق الحق  
علی اکرام الحق وسعی وجمع الادلة القطعية و أوفی و آتی بتحقیق أتیق  
رائق فائق مرضی واستقصی حتی صار بمقابلة اهل الضلال والهوی  
مصدفاً للقول الدائر والمثل السائر "لکل فرعون موسی" وکذا یحق  
الحق ولقد فیه علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق وأهوی ومن کان فی هذه  
الورقة عمی فهو فی الآخرة اعمی واصل سیلاً وربکم أعلم بمن ضل عن  
سبيله وهو أعلم بمن اهتدی..... فقط

المفتقر الی اللہ الصمد ابوالبرکات سید احمد

السني الحنفی الرضوی القادری

الناظم لمركز انجمن حزب الاحناف، لاہور۔

### تقریظ

حضرت مولانا مولوی سید منور علی صاحب

مریک ٹیچرز سوسائٹی بورڈ، تحصیل کوہمری، ضلع راولپنڈی

میں حسن اتفاق سے چھٹیوں میں آیا ہوا تھا۔ میں نے اکرام الحق کی کھلی چھٹی کا جواب بھی اول سے آخر تک پڑھی اور جناب مولانا مولوی حافظ قاری حکیم سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری، خطیب مسجد وزیر خان سلمہ، نے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں، اول سے آخر تک پڑھے۔ اور اس سے اول جو جوابات دیگر اصحاب کی طرف سے شائع ہوئے، وہ بھی دیکھے۔ مگر میں اس مجالہ مبارکہ کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ مددوح نے نہایت محنت سے تنقید فرما کر جواب دیئے ہیں۔ اگر توفیق ہدایت ہو تو اکرام جیسے اور مشتبہ افراد کیلئے بھی یہ بہترین مشعل ہدایت ہے اور ﴿مَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ﴾ یہ دوسری بات ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولف کے علم و عمل میں برکت دے اور اسی قسم کی خد ماستہ دینی میں مصروف رکھے۔ آمین بحرمۃ النبی الامین۔

سید منور علی عفی عنہ



حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میمن

○ حالات زندگی

○ ردِ قادیانیت

### حالات زندگی :

مولانا مرتضیٰ احمد میکیش درانی ابن مرید احمد خاں، ابتدائے محرم ۱۳۱ھ بمطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد میں سے جناب گل محمد جن کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زکی درانی سے تھا، ۱۸۰۰ء میں افغانستان سے ہجرت کر کے قریہ بہدم مضافات جالندھر میں تشریف لے آئے تھے۔

مولانا میکیش نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعد ازاں جالندھر کے سکول میں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے کالج میں داخلہ لیا اور دو سال تک مصروف تحصیل رہے۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک آزادی کی خاطر کالج کو خیر باد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک سال بعد واپس لاہور آ گئے اور ۱۹۲۲ء سے ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ علمی، ادبی اور آزادی کی تحریکوں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ مفت روزہ افغانستان (جو فارسی میں شائع ہوتا تھا) میں انگریزی استعمار کے خلاف مقالات لکھنے کی بناء پر ۱۹۳۱ء میں ایک سال تک جیل میں رہے لیکن جیل سے واپس آنے پر بھی ان کی ادبی و سیاسی دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ مولانا میکیش نے لاہور سے نکلنے والے روزناموں مثلاً زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان اور نوائے پاکستان میں رکیس التحریر کی حیثیت سے کام کیا۔ انہوں نے صحافتی فرائض انجام دینے کی ضمن میں تنخواہ سٹاک پور، ملایا اور برما کا سفر کیا۔

مولانا میکیش اپنے دور کے نامور اور بے باک صحافی تھے۔ شیخ اسماعیل پانی پتی لکھتے

ہیں:

”اپنے زمانے میں لاہور کی صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا۔“

آپ نے زندگی کے آخری ایام بڑی عسرت میں گزارے مگر عزم و استقلال میں فرق نہ آیا۔ حضرت حافظ مظہر الدین فرماتے ہیں:

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی نامواریوں سے تنگ آ کر پریشان بیٹھا تھا کہ خضر آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے۔

مولانا میکش مایہ ناز صحافی، بلند پایہ ادیب، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور تحریک آزادی کے سرگرم رکن تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے مشیر قانون اور قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابوالحسنات قادری کے رفیق خاص تھے۔ ۱۹۳۶ء میں جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو مولانا ابوالحسنات خاص طور پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں مولانا میکش خصوصی اجلاسوں میں شریک ہوئے اور متعدد قراردادیں پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔

مولانا میکش قادر الکلام شاعر تھے۔ مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے آپ کا کلام فارسی میں ہے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں جن میں سے درج ذیل طبع ہو چکی ہیں:

☆ الہامی افسانے

☆ اخراج اسلام از ہند

☆ تقدیر و تدبیر

☆ تاریخ اقوام عالم

☆ تاریخ اسلام

☆ اسلام اور معاشی اصطلاحات

☆ دودل (مجموعہ کلام اردو، مجموعہ کلام فارسی غیر مطبوعہ)

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھو قدس سرہ نے آپ ہی کے سوالات پر تقویٰ القلوب قلمبند فرمائی تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۹ء کو مست شراب الہست ہو کر رائی دار آخرت ہوئے۔

### رد قادیانیت:

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور رد مرزائیت کے سلسلے میں مولانا مرحوم کی مندرجہ ذیل مستقل تصانیف بھی منصفہ شہود پر آ چکی ہیں۔

۱۔ البرز دشمن گرز عرف مرزائی نامہ:

مولانا مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں روزنامہ ”احسان“ میں اشتہار دیا کہ مرزائیوں کو دین اسلام کی حقیقت سمجھنے میں اگر کوئی دشواری ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کریں میں تسلی بخش جواب دوں گا۔ اس سلسلہ میں مرزائی استفسارات موصول ہونا شروع ہو گئے اور آپ روزنامہ ”احسان“ اور ”زمیندار“ میں ان کے تسلی بخش اور جامع جوابات لکھتے رہے۔ بعد میں ان تمام مضامین کو کتابی شکل میں یکجا کر کے ”البرز دشمن گرز عرف مرزائی نامہ“ کے تاریخی نام سے شائع کر دیا گیا۔

۲۔ پاکستان میں مرزائیت:

اس کتاب میں پاکستان میں مرزائیت کے پھیلنے سے متوقع نقصانات، مرزائیوں کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ناپاک منصوبے، مرزائیوں کی ہوس اقتدار پر ذہنی تربیت کا عکس، ایک مکمل ریاست کی طرح مرزائیوں کے محکمہ فرسیدہ قادیانیت کو مذہبی لبادہ سے باہر



لا کر اس کی سیاسی حقیقت کو عیاں کیا گیا ہے۔ قادیانیت کے سیاسی خدو خال اس وقت تک سامنے آ ہی نہیں سکتے جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہ کر لیا جائے۔

۳۔ قادیانی سیاست:

اس مختصر رسالے میں قادیانی سیاست کی منافقانہ کشتی کو بھنور میں پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے۔

۴۔ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

اس مختصر رسالے میں پاکستان میں مرزائیوں کی حکومتی معاملات میں ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے سبب رونما ہونے والے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ارباب اقتدار کو متنبہ کرنے کی خاطر یہ سوال قائم کیا ہے کہ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

۵۔ محاسبہ:

رسوائے زمانہ منیر رپورٹ پر آپ نے نہایت جامع اور بلیغ تبصرہ فرمایا تھا۔ اس تبصرہ کو ”محاسبہ“ کے نام سے شائع کیا گیا۔

# البرزشکن گند عرف مرزائی نامہ

(سن تصنیف: 1936ء)

تصنیف لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

چار سال ہوئے ”قادیانیت کے کاسہ سر پر اسلام کے البرز دشمن گرز کی ضرب کاری“ کے مستقل عنوان کے ماتحت میرے مضامین کا ایک سلسلہ ”زمیندار“ اور ”احسان“ میں چھپا تھا۔ بعض نکتہ رسی جو ہر شناس اصحاب نے انہی دنوں خاکسار کو توجہ دلائی تھی کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں مرتب و محفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اخبار نویسی کی مہلت نہ دینے والی مصروفیتوں میں مجھے چار سال کے بعد اب فرصت ملی ہے کہ ان مضامین کو ترتیب دیکر اور ان پر نظر ثانی کر کے اپنے پبلشر کے حوالے کر سکوں۔

قادیانی مذہب کے پیروؤں نے تاویل بازی کے بل پر مسلمانوں کے مسلمہ مذہبی عقائد خراب کرنے کا جو معرکہ شروع کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے جس قسم کے فریب استدلال سے کام لیا جا رہا ہے وہ تمام نوجوانوں کے افکار میں دینی عقائد کے متعلق کئی طرح کی الجھنیں پیدا کر کے انہیں گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس فرقہ ضالہ کی متاع حیات معتقدات سے تعلق رکھنے والے معدودے چند مخصوص مباحث پر منحصر و مشتمل ہے۔ جنہیں اس مذہب کے پیرو بے خبر کم علم اور کوتاہ نظر لوگوں کے سامنے بیان کر کے کام نکالنے کے عادی ہیں۔ ان اوراق میں قادیانی فرقہ کے انہی مخصوص مباحث پر بعض نئے گوشوں سے روشنی ڈال کر قادیانی فریب کے پردے چاک کیے گئے ہیں۔

ان مضامین کے سپرد قلم کیے جانے کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ راقم الحروف نے ”احسان“ کے ایک تبلیغی نمبر میں یہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کے پیروؤں کو اگر دین اسلام

کی حقیقت سمجھنے میں بعض اشکالات درپیش ہیں تو وہ اس عاجز سے اپنے اشکالات بیان کریں۔ جن کے رفع و حل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس اعلان پر بعض قادیانیوں کی طرف سے متعدد استفسارات موصول ہوئے لیکن وہ سب کے سب مطالب کے لحاظ سے حسب ذیل نوسوالوں کی گیرائی کے دامن سے باہر نہ تھے۔ جنہیں میں نے جواب دیئے کیلئے چنا اور یہ سلسلہ مضامین سپرد قلم کیا۔ مرزائی مستفسرین کے سوالات حسب ذیل ہیں:

۱..... آپ کے نزدیک اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو ”اصل اصول“ کہلانے کے مستحق ہیں؟

۲..... کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیت شریفہ ﴿لَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ کو مد نظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناخ و منسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟

۳..... قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریف تالیع شریعت محمد یہ مسدود ثابت ہوتا ہے۔

۴..... آیت شریفہ ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ (الانعام) جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاتب کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہو سکتی ہے؟ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کو مد نظر رکھ کر جواب دیں۔

۵..... آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہائیں جسد عنصری آسمان پر بتائیں دم زندہ مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ اور ان کی آمد غائبی کے قائل ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف صالحین (جو

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہوں) سے دیں۔

۶..... امت مسلمہ میں باب نبوت کا مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے ”رحمة للعالمین“ ہونے اور اس امت کے ”خیر الامم“ ہونے پر زبانی پڑتی؟

۷..... کیا مجدد وقت یا امام زماں کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

۸..... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زبرد پڑتی ہے؟

۹..... احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی آخر الزماں، و جال، یا جوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

ان سوالات سے پیدا ہونے والے مباحث کی تشریح کے علاوہ اس کتاب میں زلازل اور دیگر آیات ارضی و سماوی کے سلسلہ میں قادیانی مدعی کی پیش گوئیوں پر علمی بحث کی ایک فصل۔

نیز اس مدعی کے بلند ہانگ اور بے ہنگام دعویٰ اور صوفیائے کرام کے شطیحات کی بحث کے متعلق بڑے بڑے ہتکندوں کی جن کے بل پر وہ عام انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں تشریح و توضیح ان اوراق میں ہے جو نہ صرف فریب خوردہ مرزائیوں کے لیے مشعل ہدایت کا کام دے گی بلکہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچنے رہنے کے لیے ہر قسم کے دلائل سے مسلح اور ہر نوع کے فریب استدلال سے آگاہ کرنے پر مہم ہوگی۔ و ما توفیقی الا باللہ ان سطور کے ساتھ میں اس مرزائی نامہ کو حق کی جستجو رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مرغی احمد خان

یکم نومبر ۱۹۳۸ء

تمہید

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیمات کے کھلے ہوئے نقائص سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ طائفہ بندی اور خلافت سازی کا سارا ڈھونگ کن دنیوی مقاصد کے لیے رچایا گیا تھا۔ کس نے رچایا تھا اور کیوں رچایا تھا۔ ان لوگوں کے نزدیک دین کا نام بعض پیش پا افتادہ ذلیل مقاصد کے حصول کے لیے ایک وسیلہ کے سوا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ان کا وجود ہی دین حق اسلام کی تخریب اس کے شہوان و ارکان میں رخنہ اندازی اور ملت بیضائے اسلام کی تذلیل کے لیے خریدنا جا چکا ہے۔ لہذا ان کے دفع شر کے لیے مسلمانان ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سوا و اعظم کو ان کے مکائد و ساس سے آگاہ کرتے رہیں۔ اور ان کی تلخ دہ سرگرمیوں پر رقابت و احتساب کی کڑی نگاہیں لگائے رکھیں۔

لیکن مرزائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی بے خبری، علمی کم مائیگی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث متذکرہ صدر شور بخشاں ازلی کے اس دام فریب کا شکار ہو چکے ہیں جو انہوں نے دین اسلام کے نام سے سادہ لوح اشخاص کو الٹا دی کی الجھنوں میں گرفتار کرنے کے لیے پھیلا رکھا ہے۔ خطابہ ذیل میں میرا روئے سخن زیادہ تر انہی موخر الذکر مرزائیوں کی طرف ہوگا۔

مقصود یہ ہے کہ وہ معید روچیں جو دین حقہ اسلام کے سرمدی فیضان کے سرچشمہ سے اپنے طلب کی پیاس بجھانے کی خواہاں تھیں۔ لیکن اپنی سادگی اور بے خبری کے باعث عمر حاضر کے ایک دجالی فتنہ کے ہتھے چڑھ گئیں۔ ان گزارشات کو پڑھ کر دین اسلام کی کھلی ہوئی صداقتوں سے شناسا ہو جائیں اور مرزائیت کی ان الجھنوں سے چھٹکارا حاصل

کر لیں۔ جن میں انہیں اسلام کا نام لے کر گرفتار کر دیا گیا ہے۔ اور وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ قادیانیت کی منافی اسلام تعلیم کو مطابق اسلام ظاہر کرنے کے لیے دوران کار تاویلوں سے کام لیں۔ تاکہ اپنے فریب کھائے ہوئے دلوں کی ڈھارس کا کچھ سامان تو ان کے پاس موجود ہو۔ ایسی ژرف شناس نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں جو قلبی تسکین کے سامان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کی پہچان کر سکیں۔ جن نگاہوں کی رسائی کبھی زر خالص تک نہ ہو سکی ہو وہ مس کو زہ سمجھنے کی غلطی میں پھنسے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایسے مرزائی حضرات کے سوالات کی فہرست دیباچہ میں درج کی جا چکی ہے جو راقم الحروف سے بعض مطالب کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کے طالب ہوئے۔ ان میں سے ایک ایک سوال جواب کے لیے بڑی طویل صحبتوں کا محتاج ہے۔ ہر چند عدیم الفرصت اور علوم دینی کے میدان میں بیچ میرز ہوں۔ لیکن میرا فرض ہے کہ ان سوالات کا شرح جواب لکھوں اور وقت کی اس منہ بولتی ہوئی ضرورت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھوں۔ جس کی پکار ہر گوشہ دیوار سے سنی جا رہی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے خدا کے بندوں کی ایک تعداد راہ راست پر آ جائے یا کم از کم اس فتنہ آ خر زمان کے دجل کا شکار ہونے سے بچے رہے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی عاقبت کے لیے بضاعت نجات فراہم کر لی جو روز حساب میں مجھے حضور سرور کونین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے دامن شفاعت کے سایہ میں پناہ دلانے کا موجب ہوگی۔

## اسلام کا اصل الاصول

سوال کیا گیا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے

کے مستحق ہیں؟



واضح ہو کہ اسلام کا اصل الاصول کلمہ طیبہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور اس دین کے تمام عقائد اساسی جو ایمان کے لیے ضروری ہے اسی اصل الاصول کے ماتحت ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اسی کی تشریح و توضیح و تکمیل کا موجب ہیں۔ ان عقائد اساسی یا ان میں سے کسی ایک کے فقدان و بہوٹ کی صورت میں ایمان نامکمل رہ جاتا ہے۔ بلکہ الحاد و زندقہ وارد ہو جاتا ہے۔ ان عقائد کا بیان اپنے محل اور موقع پر اسی مضمون میں کر دیا جائے گا۔

### توحید ذات باری تعالیٰ

خدائے جلیل و قدیر کو ایک اور محمد عربی ﷺ کو اس کا فرستادہ مان لینے کے بعد خدا کے پاس پیغام کو صحیح اور کامل سمجھنا ہر فرد مومن پر واجب آتا ہے۔ جو خدا کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ اور آپ ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو ملا۔ ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ توحید و رسالت کا عقیدہ بھی اسی پیغام ربانی کی وساطت سے ہمیں پہنچا ہے جو رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا۔ پس دین اسلام کی قیومیت کا اولین ستون حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔ جس کی وساطت سے ہم ذات باری تعالیٰ کی توحید کے اولین مسئلہ اساسی سے شناسائی حاصل کر سکے ہیں۔ خدا نے اسی رسول کی معرفت اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کائنات کے ظاہر و باطن میں ایسی موجود نہیں جس کی طرف موجودات عالم کے سر بائے نیاز و عبدیت جھکیں۔ انما الہکم الہ واحد کے ساتھ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس معبود حقیقی کے اسماء صفات کیا ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے اور سمجھنے کے بغیر عقیدہ توحید کامل نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو بتوں پتھروں، قدرت کی مخفی قوتوں اور اپنے فہم و پندار کے کرشموں کی پرستش کرنے والے بھی ناقص شکل میں خدا

کی ہستی کے قائل، بلکہ اسے ایک سمجھنے اور ایک جاننے کے دعویدار ہیں۔ لیکن وہ اس توحید کے ماننے والے نہیں کہلا سکتے جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے۔ ذات باری تعالیٰ کو اس کی بیان کردہ صفات میں سے کسی ایک صفت کے بغیر جاننے والا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ کسی شخص کے اسلام اور ایمان کی صحت و تکمیل جانچنے کے لیے اس کے خیالات و عقائد و اقوال کو قرآن حکیم کے بیان کردہ معیار پر پرکھنا ضروری ہے۔ لہذا اے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام کی حقیقتوں کو ڈھونڈنے والو! دیکھو کہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق قرآن پاک کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس شخص نے جسے تم اپنا دینی پیشوا سمجھتے رہے ہو تمہیں اس تعلیم سے کس طرح دور لے جانے کی کوشش کی ہے۔

### اسلام کا خدا

ارشاد ربانی اپنی ذات کے متعلق یہ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ”اس کی مانند کوئی شے نہیں۔“ ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ط الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُورٌ عَلٰی نُورٍ ط يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ط وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ النور، رکوع ۵) ”اللہ (ذات باری تعالیٰ عزوجل) آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو جس میں چراغ ہو، وہ چراغ فانوس کے اندر ہو اور فانوس اس طرح نظر آئے کہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زمینوں کے ایسے شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس کا تیل برابر روشن ہے اگر آگ اس کے نزدیک تک نہیں آئی۔ نور پر نور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دیتا ہے

اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔“

### مرزائے قادیانی کا خدا

مرزائیوں کا پیشوا اس ذات کے متعلق حسب ذیل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے: قرآن حکیم کے پیش کردہ تصور سے سراسر مختلف اور ذات باری تعالیٰ کی توہین و تحقیر کرنے والا ہے۔ مرزا لکھتا ہے۔ ”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخیں بھی ہیں۔“ (توضیح مرام، ص ۷۵) دینا حاج۔ ہمارا پروردگار ہاتھی دانت ہے۔ (برائین احمدیہ، ص ۵۵۶)

خدا کو تیندوے کی شکل میں تصور کرنے والا اور ذات باری تعالیٰ کو عاج یعنی ہاتھی دانت قرار دینے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ چہ جائے کہ اس کے متبعین کو اسلام کی نعمت سردی سے حصہ ملے۔

### اسلام کا خدا

قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (سورہ اخلاص) ”(اے محمد) کہہ دے کہ وہ معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کے لیے کوئی کفو ہے۔“

﴿فَكَذَّبَ السَّمُوتُ بِتَفْطُرِنِ مِنْهُ وَتَنْشِقُ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَذَا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا﴾ (سورہ مریم) ”قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق

ہائے اور پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا پکارا جائے۔“ ﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا مَبْحَاحًا﴾ ”وہ کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ وہ پاک ذات ہے ان ایسی لغویات سے مبرا ہے۔“

یہی وہ اعلان تھا جس کی تفسیر جا بجا قرآن پاک میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کے سبب مشرکین، یہود، نصاریٰ، صائبین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے غلط عقائد پر یک قلم طعنے بھیج کر ذات باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم کیا گیا۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد کا ابطال معرض عمل میں آیا اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ انسانی علاقہ کی نسبت دہینے والوں کی تکذیب کی گئی۔ اب اس ارشاد باری کی روشنی میں مرزائے قادیانی کے حسب ذیل اقوال کو پرکھ لیجئے، صاف نظر آ جائے گا کہ اس شخص کا مقصد خالص اسلامی عقیدہ کو منقوش کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

### مرزا اور اس کے خدا کے تعلقات بقلموں

انت منی بمنزلہ ولدی (حقیقت الہی، ص ۸۲) ”اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔“

اسمع ولدی ”اے میرے بیٹے سن!“۔ (البشری، جلد اول ص ۴۹) مظهر الاول والاخر مظهر الحق والعلاکان اللہ نزل من السماء۔ ”فرزند دل بند گرامی ارجمند۔ اول اور آخر کا مظهر حق و علا کا مظهر ایسا جیسا کہ خود خدا آسمان سے اتر آیا۔“ (ازالہ ابہام، ص ۱۵۶)

یا قمر یا شمس انت منی وانا منک (حقیقت الہی، ص ۷۷) ”اے چاند اے خورشید تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔“

”حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔“ (اسلامی قرآنی، معنف قاضی، بارئہ قادیانی)

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھ حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذر یہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“ (کشفی درج، ص ۷۷)

ومثل ذالک من الخرافات. ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبتیں باپ بیٹے اور بیوی کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسلام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ متذکرہ صدر احوال سے یہی مستدل ہوتا ہے کہ قائل نے ذات باری تعالیٰ کی تضحیک و تحقیر کی ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ چہ جائے کہ اسے ”مسلمانوں“ کے ایک فرقہ کا دینی امام و پیشوا سمجھا جائے۔

### مرزائے قادیانی کے خدا کی دیگر صفات

جس خدا کے ساتھ مرزائے قادیانی نے اپنے گونا گوں تعلقات کا اظہار کیا ہے وہ اس خدائے واحد و قدیر سے سراسر مختلف ہے جس کی صفات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے تصور کے متعلق مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر احوال منہ سے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ اس کی تصانیف میں تو خدا کے متعلق نہایت عجیب و غریب خیالات بھرے پڑے ہیں۔ مرزا کا خدا نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے (البشری، ص ۵)۔ مرزا کا نام لینے سے شرعاً جاتا اور اسے ادب سے بلاتا ہے۔ (حقیقہ الہی، ص ۲۵۶) اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ (انجام آئیم) مرزا کے حیض کو بمنزلہ اطفال اللہ کے بچہ بناتا ہے۔ (نور حقیقہ الہی، ص ۱۲۳)

رجولیت کا اظہار کرتا ہے (حوالہ اوپر ملاحظہ ہو) اس کے کاغذ پر سرخ روشنائی سے دستخط کرتا سا زنا اور اس روشنائی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر ڈالتا ہے۔ (ترتیب القلوب، ص ۳۳ حقیقت ص ۲۵۵) اگر آپ مرزائے قادیان کے خدا کا پورا جلال دیکھنا چاہیں تو اس کے حسب بیان کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ اس شخص کو کیسے خدا کی بندگی کا شرف حاصل تھا۔

”پھر اس کے بعد ہی زور سے بدن کا نب اٹھا الہام ہوا ”دی کین وہاٹ وی“ (جو ہم چاہتے ہیں کر سکتے ہیں) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک لڑکے جیسے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔“ (برائین احمدیہ، ص ۴۸۰)

### مرزائیوں سے خطاب

اس صحبت میں عاجز نے اسلام کے اصل الاصول کی ایک شق یعنی عقیدہ توحید اللہ باری تعالیٰ کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ کوئی شخص اس وقت تک لا الہ الا اللہ کا قائل نہیں سمجھا جاسکتا جب تک ذات باری تعالیٰ عز و جل کی تمام ان صفات اثباتی و سلبی کا قائل نہ ہو جو اسے حسنیٰ میں اور دیگر مقامات پر جا بجا قرآن پاک میں مذکور ہوئی ہیں۔ امام کا عقیدہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کی مزید تشریح کی خواہش ہو تو قرآن پاک کے صفحات موجود ہیں۔ اس عقیدہ کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد کے عقائد و اقوال کو پرکھ کر دیکھ لو اور فیصلہ کر لو کہ جو لوگ تمہارے سر نیاز کو اس شخص کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں۔ اس کے اپنے عقائد کا حال کیا ہے؟ آیا اس کی بیروی کر کے تم اسلام کی تعلیم سے قریب جا رہے ہو یا اس سے بہت بعد اختیار کر چکے ہو۔ اگر خوش عقیدگی کی بنا پر تم نے مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اور دوسرے اقوال کی تاویل و تفسیر کر کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی تو تمہیں اسلام اور قرآن کے ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جو خدائے اسلام نے

مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے عقائد باطلہ پر کیے ہیں۔ ان تمام مذاہب کے پیرویکی کہتے ہیں کہ بت پرستی یا خدا سے ولد و کفو وغیرہ کی نسبت دینے کے معاملات ا کے ہاں استعارہ کے رنگ میں آئے ہیں۔ جن کی بڑی خوشناتادیلیں کی جاسکتی ہیں۔

شائد بعض قادیانی یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ان الہامات و اقوال کو انوکھ ہیں اور انہیں اس قسم کی اہمیت نہیں دیتے جیسی کہ عیسائیوں نے انجیل میں باپ اور بیٹے الفاظ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینی شروع کر دی تھی۔ اگر یہ بات ہو تو میں کہوں گا کہ تمہیں اپنے پیشوا کے دوسرے دعاوی کو برحق قرار دینے میں کیوں اصرار ہے انہیں ہم متذکرہ صدر دعاوی کی طرح لغو سمجھو اور مجذوب کی برقرار دے لو۔ اگر مرزائیوں کا ایک گروہ آج مرزا کے دعاوی نبوت و مسیحیت کو اپنے لیے اساس دین قرار دے رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل مرزائیوں کا کوئی دوسرا گروہ مرزا کے متذکرہ صدر اقوال کو لیکر اس کی الوہیت، شرکت فی ذات باری تعالیٰ، لہن اللہ اور زوجیت خداوندی کا اعلان کرنے لگے اور اسی کو اساس دین قرار دے لے۔

لہذا میرے فریب خوردہ مرزائی دوستوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع بن کر وہ قصر اسلام کے اولیں سنگ بنیاد یعنی عقیدہ توحید سے کس قدر دور جا پڑے ہیں اور ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ کے متعلق ان کا عقیدہ کس حد تک مغشوش کر دیا گیا ہے۔ لہذا انہیں اس دن کی فکر کر لینی چاہیے جس کے متعلق صاف الفاظ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ: ﴿تَخْلُقُ وَجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝ اَلَمْ يَكُنْ اٰیٰتُنٰی عَلَیْكُمْ فَاَنْتُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (پ ۱۸ سورہ مؤمنون، روح ۶۹ آفری روح) ”آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہوگی اور اس میں جج و تاب کھائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا

اتم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں لیکن تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔“

اساس اسلام کا دوسرا جزء

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس کا اقرار

ذات باری تعالیٰ عزا سے کی توحید اور تمام صفات لازم پر ایمان لانے اور ان کا اقرار لینے کے ساتھ ہی مسلم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان خدا کے اس رسول ﷺ کا بدل معترف ہو اور زبان سے اس کی رسالت و نبوت کا اقرار کرے۔ جس کی وقت اسے دین اسلام اپنی کامل و مکمل صورت میں ملا۔ محمد عربی ﷺ اور رسول مان لینے کے ”منی ہیں کہ حضور ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام کو خدا کا آخری، مکمل اور قائم پیغام سمجھے۔“ ضرور ﷺ کی سکھائی ہوئی شریعت کو آخری، مکمل اور قائم شریعت جانے۔ حضور ﷺ کے مانے ہوئے دین کو قیامت تک کے لیے نوع بشر کی ہر گونہ ضروریات زندگی کا کفیل اور اس کی دنیوی اور اخروی نوز و فلاح کا موجب تصور کرے۔

ارشاد ربانی: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پایہ تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔“ اس پر شامہ و دال ہے نخلی نہ رہے کہ قرآن پاک ایسا فصیح و بلیغ، جامع و اکمل کلام جو اپنے خدائی کلام نے کی خود دلیل ہے۔ محمد عربی ﷺ کی رسالت کا مصدق و شاہد ہے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ ایسے صادق و امین رسول کی سیرت پاک اور حضور کا اسوۂ حسنہ قرآن کے خدا کا کلام دینے کا ثبوت ہے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں حضرت باری تعالیٰ کی



قدرت کاملہ کے ایسے ”عظیم النظیر“ مظہر ہیں جن کے اجتماع پر دین اسلام کی حقانیت قائم ہے۔ لہذا ان کے صحیح رتبہ کو کا حق نہ پہچانا یا ایسے خیالات کا اظہار کرنا جن سے ان کی منزلت پر مخالفانہ زد پڑتی ہو۔ انسان کے نقص ایمان کا موجب ہے۔ تکمیل دین اور نعمت ربانی کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ”قرآن پاک کی مانند کوئی اور کلام بھی انور کے پاس موجود ہے یا ہو سکتا ہے“۔ تو وہ شرائط اسلام کا منکر ہو جائیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ ”حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد بھی انسانی میں کوئی رسول مبعوث ہوا، یا ہو سکتا ہے“ تو وہ بھی اسلام کے دعوائے تکمیل و اتمام نعمت کا منکر ہوگا جس کی نص سطور بالا میں مذکور کی جا چکی ہے۔ قرآن کے بعد کسی اور کلام کے متعلق ارشاد ربانی کا ذکر کرنا اور محمد ﷺ کے بعد کسی اور فرد بشر کو رسول قرار دینا اسلام کی اساس پر تیر چلانے کا مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے قرآن پاک کے دعوائے تکمیل دین اور اتمام نعمت کی نفی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ مرزائیوں کی طرح ”اسلام“ کی شرط اولیں مرزا قادیان احمد قادیانی کی نبوت و رسالت کو قرار دیا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ اسے نبی یا مجدد یا کچھ مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگر مرزائیوں کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے تو تکمیل دین اور اتمام نعمت الہی کا باعث قرآن اور محمد عربی ﷺ کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس دوسرے شخص کو سمجھنا ہوگا۔ جس کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالے بغیر مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص مسلم نہیں ہو سکتا۔ لہذا ایسا عقیدہ جو قرآن پاک کے بغیر کسی دوسرے کلام کو کلام خداوندی اور محمد ﷺ کے بغیر کسی دوسرے شخص کو نبی یا رسول قرار دینے والا ہو۔ قرآن اور محمد ﷺ کا بتایا ہوا اسلام نہیں بلکہ اس کی نفی ہے۔ اس کے مکمل و اکمل ہونے کا صریح انکار ہے اور اس کی حقانیت کا کفر ہے۔

اس اسلام کے آخری قطعی اور مکمل دین ہونے پر جو قرآن اور خدا کے رسول محمد نے نوع بشر کو دیا۔ قرآن پاک کی حسب ذیل آیت بھی شاہد و دال ہے: ﴿هُوَ الَّذِي سَلَّ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (پ ۲۸-۱) ”وہ (خدا) جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں کا غالب آجائے۔“

اس مکمل دین اور نعمت تام کے بعد جو قرآن اور محمد ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کی قیامت تک کے لیے مل گئی۔ خدا کے مزید کلام اور اس کے دیگر ایلیہوں کی ضرورت جاتی ہے۔ لہذا امتد کر صدر نصوص قرآنی کے علی الرغم جو شخص بھی اس کے برعکس کوئی دعویٰ کرے وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اسلام کا منکر اور مسلمانوں کے نزدیک فکری اور کذاب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

پس ان مرزائیوں کو جو اسلام کے نام پر مرزائیت کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں نور کرنا چاہیے کہ وہ حقیقت اسلام سے کتنی دور پڑے ہیں اور انہیں اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے والوں نے حقیقی اسلام کے بنیادی عقیدہ سے کس قدر دور پھینک دیا ہے۔ انہیں دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کی نبوت و رسالت کے اقرار کو انہیں شرط اسلام بتایا گیا ہے اس نے حقیقی اسلام کی صداقتوں سے روگردانی کر کے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے نبوت کے مرتبہ عالیہ کی تحقیر و تذلیل پر اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ تاکہ سادہ لوح اشخاص اس مصیبت جلیل کو ایک عامیانہ اور سہل الحصول سی چیز سمجھ کر اس کے دام فریب کا شکار ہو جائیں۔ اور سمجھنے لگیں کہ حقیقی اسلام یہی ہے جو ان کو سکھایا جا رہا ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ مرزائے قادیانی کی اس خرافات کو نقل کر سکوں۔ جس میں اس نے ان انبیائے کرام

و مرسلین یزدانی بنیم السلام کی عداً تحقیر کی ہے۔ جن کی تعظیم و تکریم کا حکم ہمیں قرآن پاک میں مل چکا ہے۔ مرزا کی تصانیف کو خوش عقیدگی کے ساتھ تلاوت کرنے والے مرزا کی ذمہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کو جسے وہ ہادی و مہدی رسول و نبی بلکہ خاتم النبیین تک مان رہے ہیں۔ اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے کیسے کیسے رنگ بدلے پڑے۔ دین اسلام کے صحیح عقیدہ یعنی ختم نبوت کے اقرار سے لے کر محدثیت و مہدویت، مسیحیت، غلطی و بدروزی نبوت، امتی خالص غیر تشریفی نبوت، تشریفی نبوت، حتیٰ کہ ختم المرسلین کے دعویٰ تک طرفہ طرح کے منطقیانہ استدلال سے کام لینا پڑا۔ اور آخر نبوت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ خود کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ سے (نعوذ باللہ) افضل ظاہر کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور اب اس کا فرزند کھلم کھلا اپنے باپ کی افضلیت تام کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ کیا یہ اسی اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے؟ جس کی تکمیل خدا نے لایزال نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ملک عرب میں کی تھی۔ اور جس کی اساس جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر رکھی گئی تھی۔ واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی کہلانے کے شوق میں جس قدر ہفوات سے اپنے کام و زبان کو آلودہ کیا ہے اس میں سے ایک ایک سطر اور ایک ایک فقرہ دین اسلام کے ان مسلمات کی نفی ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر مجھے تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب مرزائیت کی اساس ہی دین اسلام کی اساس سے مختلف ثابت ہوگئی تو جزئیات کی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرزائی جانتے ہیں کہ مرزائیت کی اساس مرزا غلام احمد کو نبی اور نبی کے علاوہ اور بہت کچھ ماننے اور اس کی تصانیف کو الہامی قرار دینے پر قائم ہے۔ اور اسلام کی اساس یہ ہے کہ قرآن پاک کو

خدا کا صحیح و مکمل پیغام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا کا آخری رسول مانا جائے۔

ع نہیں تفاوت و رد از کجاست تا کجا

مرزائی کہیں گے کہ ہم بھی دین اسلام کی اساس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور اس کے منکر نہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام و ایمان کے لیے متذکرہ صدر اساس کا ان شرائط لازم کے ساتھ جو قرآن پاک میں آچکی ہیں ماننا ضروری ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد کا تصور ذات باری تعالیٰ عز و جل جالہ کے متعلق سراسر غیر اسلامی ہے اور وہ اپنے دعاوی و قلموں کے باعث توحید کے صحیح عقیدہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے ”محمد رسول اللہ“ کہنے میں بھی کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ اپنے دین کی اساس ”محمد رسول اللہ“ پر نہیں بلکہ مرزا نبی اللہ وغیرہ پر قائم کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُتُنَفِّحُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ط وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُتُنَفِّحِينَ لَكَاذِبُونَ﴾ (پ ۱۰۸)۔ جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ بلاشبہ جھوٹے ہیں۔

### ارکان و احکام اسلام

اس امر کی تشریح بطور بالا میں کی جا چکی ہے کہ دین اسلام ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی وساطت سے ملا۔ اور وہ دین اس کلام ربانی میں درج ہے جسے قرآن مجید اور فرقان حمید کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ کی زندگی اس دین کی عملی تفسیر اور حضور کے ارشادات اس کی توضیح ہیں۔ نیز یہ کہ دین اسلام دین کامل ہے جس میں قیامت تک

کے لیے رد و بدل، ترمیم و تنسیخ یا تحریف و تاویل کی گنجائش و ضرورت نہیں۔

”ارکان اسلام“ جو قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ سے ہمیں پہنچے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کی توحید منزه عن الخطاء اور وحدیت منزه عن الشریک و دیگر صفات پر نیز محمد عربی ﷺ کی کامل و اکمل رسالت پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فریضوں کے ادا کرنے پر مشتمل ہے ان فریضوں کی بجا آوری کے احکام کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں اچھی طرح بیان ہو چکی ہیں۔ اور ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا تعامل ان پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے۔ جس میں کسی کے لیے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور خدا اور اس کے رسول نے کہیں یہ خبر نہیں دی کہ کوئی ”مامور من اللہ“ روز قیامت سے پہلے پہلے ”نئے خدائی احکام“ کے ماتحت ان میں رد و بدل کرے گا۔

نماز ادا کرنے کے لیے قرآن پاک میں اس امر کی نص صریح موجود ہے کہ ردے زمین کے تمام مسلمان اس مسجد حرام کی طرف منہ کر کے خدا کی بندگی کیا کریں جو مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھی اسی مسجد حرام کا رخ کریں۔ جس کے مناسک وہیں کے شعائر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف امت مسلمہ کا قبلہ اور اس کی وحدت کا مرکز ہے اس سے الگ ہو جانا یا منہ پھیر لینا اسلام کے ایک بڑے رکن یعنی خود اسلام سے انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

### اسلام کا قبلہ اور مسلمانوں کا حج

خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کی فضیلت و مرکزیت پر حسب ذیل آیات کلام ربانی شاہد ہیں: ﴿قُولِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (ہر) ”پس مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لے اور تم جہاں کہیں بھی ہو

اسی کی طرف منہ پھیر لیا کرو۔“

﴿وَمَنْ ذَخَلَ كَانَ مِنَ الْبَرِّ﴾ (ہر) ”اور جو اس میں داخل ہو گیا ایمان پا گیا۔“  
﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (اہقر) ”بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے بیچ میں پھرے تو کچھ برا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدر دان اور اس کی نیت کا جاننے والا ہے۔“

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ط (اہقر، رکوع ۴) ”اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے تمام کرو۔“

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران، رکوع ۱۰) ”اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک راہ پاسکیں اور جو کوئی منکر ہو تو (وہ جان لے) کہ اللہ دونوں جہانوں سے غنی ہے (یعنی کسی کے حج کا محتاج نہیں)۔“

﴿وَأَذِّنْ لِلنَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ (الحج، رکوع ۴) ”اور لوگوں میں حج کی منادی کرو وے وہ تیرے پاس پیدل اور دبلے پٹے اونٹوں پر سوار جو دور کے راستے سے آ رہے ہوں گے۔“

### مرزائیوں کا قبلہ اور حج

متذکرہ صدر احکام صریح جان لینے کے بعد ذرا قادیانیوں کے خیالات اور عمل پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔ اس مذہب کا بانی کہتا ہے۔

”بیت الفکر“ سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور ”بیت الذکر“ سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ اور آخری فقرہ مذکورہ بالا (ومن دخله كان امنًا) اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

”زمین قادیان اب محترم ہے جہوم خلق سے ارض حرم ہے“

(درشن صفحہ ۵۲)

باپ کے بعد بیٹے کی باری آئی تو مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متذکرہ صدر ملفوظات کی تشریح یوں کی۔ ”کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے۔“

”جیسا حج میں دفت اور جدال منع ہیں۔ ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہیں۔“

(خطبہ جمعہ از میاں محمود احمد ۱۳۱۵ھ)

اسی طرح ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اسی سالانہ جلسہ کی اہمیت جتاتے ہوئے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ثواب حج کے ثواب سے کم نہیں۔ لوگ جوق در جوق آئیں اور شعائر اللہ کو دیکھیں۔ شعائر اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کا حرم، اس کے صحابی اور اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے مقامات اور ایسی ہی دیگر اشیاء بیان کی گئیں۔

اس وقت ”افضل“ کا وہ پرچہ جس میں یہ تقریر چھپی تھی میرے سامنے نہیں۔ جس کو تحقیق کی ضرورت ہو۔ وہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے ”افضل“ کی فائل دیکھ سکتا ہے۔ قادیانیوں

کے اس عقیدہ پر کہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی شرکت بیت اللہ شریف کے حج کا بدل ہے۔ ایک قادیانی کا حسب ذیل ارشاد بھی شاہد ہے۔

”جیسے احمدیت بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔ اس طرح اس ”ظلی حج“ کو چھوڑ کر ”مکہ والا حج“ بھی خشک رہ جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں پر آج کل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔“ (پیغام صلح، جلد ۲۱، نمبر ۲۲)

### مرزائیوں سے خطاب

اب آپ ہی اندازہ فرمائیں کہ تو حید و رسالت کے بعد ارکان اسلام کے معاملہ میں بھی اس مذہب کے پیشوا اپنے متبعین کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے کس طرح دور لے جا رہے ہیں۔ زکوٰۃ کا مصرف تو انہوں نے اپنی جبین اور اپنے خزانے بنا ہی رکھے ہیں۔ (ان چند دلوں کی طرف اشارہ ہے جو عیس کے طور پر قادیانیوں سے وصول کر کے خزانہ خلافت میں داخل کیے جاتے ہیں) حج کو بھی اپنے گھر کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ اور اسلام کے حقیقی حج کو کبھی خشک اور کبھی ساقط اور کبھی ناممکن ظاہر کر کے کوشش کی جا رہی ہے کہ قادیان ہی کو اس نئے مذہب کے پیروؤں کا قبلہ و مرجع بنا دیا جائے۔

پس ان مرزائیوں کو جو قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر کا شکار ہو رہے ہیں۔ اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیے اور اسلام کی اصلی تعلیم قادیان کے سوا کسی دوسری جگہ ڈھونڈنی اور حاصل کرنی چاہیے۔ حج اور زکوٰۃ کو اپنے ڈھب پر ڈھال لینے اور عقیدہ تو حید و رسالت میں تحریف و تاویل کر لینے کے بعد ارکان اسلام میں سے صرف نماز اور روزہ ایسے رکن رہ جاتے ہیں جن میں ترمیم و تنسیخ کر دینے سے اس مذہب کے پیشواؤں کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے یہ دو ارکان قادیانیت میں جا کر اس



کے بانی و مبدع کی ”الہامی“ دست برد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے پیر و مرشد نے توحید و زکوٰۃ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسی سطح ارضی پر بعض لوگ ایسے بھی ہو گزرے ہیں جن کی تاویلات سے نماز اور روزہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ بہر حال ایسے لوگوں نے حسب ضرورت اور حسب موقع مکمل اسلام کے احکام میں تصرف سے کام لیا۔ لیکن ان سب پر اسلام کا حکم یہی ہے کہ وہ اس کی حقیقی تعلیم سے بہت دور چلے گئے ہیں کہ اب ان کا کسی قسم کی تاویل کے بل پر اسلام میں واپس لانا (یعنی مسلمان ثابت کرنا) امر محال ہو گیا ہے۔ اگر تمہیں اپنی عاقبت کی کچھ فکر ہے تو سیدھے سادھے مسلمان بن جائیے۔ اور ان لوگوں کا دامن چھوڑ دیجئے جو تمہیں کشاکش کشاکش اسلام کے دامن فوز سے دور براہ راست جہنم کی طرف جا رہے ہیں و قوله تعالیٰ عزاسمہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً بِالْعَاقِبَةِ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ إِلِيمٍ﴾ (الحج، ۲۵) ”جو لوگ انکار کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے دور اس مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت کا مقام ٹھہرایا ہے) وہاں کارہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں۔ اور جو کوئی اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چلنا چاہے اسے ہم تکلیف کا عذاب چکھائیں گے۔“

### جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فرائض اساسی کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو جا بجا صاف اور صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال

کی مدافعت کے لیے جا بجا ”قتال فی سبیل اللہ“ کی تاکید کی ہے۔ اور اس فریضہ مقدس کی بجائے آوری کے لیے اس قدر وضاحت کے ساتھ احکام صادر فرمائے ہیں جن میں ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پورے پورے قواعد و ضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام چونکہ دین کامل ہے اس لیے وہ ظلم و جور اور استیلا و حق ناشناسی سے بھری ہوئی اس دنیا میں اپنے متبعین کو ”اولین لازمہ حیات“ یعنی حق دفاع سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن حکیم چونکہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے۔ اس لیے اس میں قیامت تک کے لیے ایک دفاعی دستور العمل کا بالتصریح بیان ہونا لازمی امر تھا۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (بَابِي هُوَ وَأَمِي) نے اپنے ”اسوۂ حسنہ“ سے اور قرآن پاک نے نہایت کھلے الفاظ میں زندگی کی یہ ضرورت مسلمانوں پر واضح کر دی۔ اور بتا دیا کہ مسلمانوں کو قتال کے دفاعی حق سے ﴿حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ (انفال، ۵) کی کیفیت کے پیدا ہونے تک یا بالفاظ دیگر ﴿حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ کا وقت آنے تک غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ”قتال فی سبیل اللہ“ کی اہمیت پر حکمائے امت اور مفسرین ام الکتاب نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی و اجتماعی یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کا حاصل اسے اور فقط اسے قرار دیا ہے۔ اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کیے بغیر نہ تو دنیا سے ظلم و تعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ”سورہ صف“ میں ”قتال فی سبیل اللہ“ کو ایسی تجارت بیان فرمایا ہے جو انسانوں کو ”عذاب الیم“ سے بچانے کی کفیل ہے۔ اور جس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ إِلِيمٍ﴾ (آیہ ۱۰) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے استقصا کے جواب میں کہ خدا کے نزدیک ”احسب الاعمال“ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بُيُوتًا مَرُوضًا﴾ (صف، رکوع ۱) ”البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بھفت ہو کر اس طرح لڑتے کہ گویا وہ سیرے بگھلائی دیوار ہیں۔“

”قال فی سبیل اللہ“ کے متعلق خدائے جلیل و قدیر عر اس کے چند صاف صاف احکام جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں بطور تذکار لازم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (البقرہ، ۲۱۷) ”اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن (کسی پر) زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكُونُوا شِيعًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شِيعًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ ۲۱۷) ”تم پر قتال فرض کر دیا گیا۔ اور وہ تم پر شاق گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بات تم کو بُری لگے لیکن (درحقیقت) وہ تمہارے لیے اچھی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَالْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ (انفال رکوع ۸) ”اور تم کافروں کے مقابلہ میں جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھ رکھو۔ اس سامان سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور ان کے سوا دوسروں پر تمہاری دھاک رہے گی جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔“

### متنبی قادیان کا انحراف

خدائے بزرگ و برتر کے متذکرہ صدر واضح احکام مؤکدہ کے بعد ذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے ان کارناموں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے جو جہاد و قتال کے رد میں حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیئے گئے۔ توحید کو مفسد، رسالت کو نام تمام اور نبی کو ساقط کرنے کے بعد اس شخص نے حکم جہاد کی تفسیح کا اعلان کر دیا۔ اور اس پر اپنے خاص دہلی انداز میں رسائل و اشتہارات لکھے۔ جن کا ماحصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ ”جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے..... اور پھر مسیح و عود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔“ (اربعین نمبر ۱۵ صفحہ ۱۵۵، مصنف ۱۸)

”وہ گھنڈہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے۔ تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازہ کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا..... سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔“ (اشتہار چند منارہ السج)

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“ (درخواست مرزا بنسور حاکم پنجاب مندرجہ تلخ رسالت، جلد ہفتم، ص ۷۱)

”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات طبع کیے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچایا

ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور ”مہدی خونی“ اور ”مسیح خونی“ کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے خیالات جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔“ (ترقی انقلاب، ص ۲۵)

”میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام و مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔“

(تحریر مرزا امجد علی علیہ السلام جلد چہارم ص ۲۶)

”ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع کیں۔“

اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔“ (اشہاد مرزا امجد علیہ السلام جلد دوم، صفحہ ۲۸)

”ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے

اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔“ (ضمیمہ رسالہ جہاد، صفحہ ۷)

### مرزائیوں سے خطاب

حکام وقت کی خوشنودی کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیم پر بے باکانہ خط و کتب کھینچنا کسی مسلمان اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے سچے متبع کا کام نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے ایک حصہ کا انکار صریح جیسا کہ جہاد و قتال کے بارے میں کیا گیا ہے کلام ربانی کا انکار یعنی اسلام کا انکار ہے۔ لاہوری مرزائی تبلیغ سے کام لے کر عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زماں نے دیگر علمائے اسلام کی طرح عدم استطاعت کی بناء پر فریضہ جہاد کو

رضی طور پر ساقط عن العمل قرار دیا تھا۔ لیکن مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات اس کے دوری متبعین کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے، اور آئندہ زمانے کے لیے مسلمانوں سے قتال فی سبیل اللہ کا دفاعی حق چھین لینے کا خواہشمند ہے۔ عدم استطاعت کی بناء پر روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد ایسے فریضوں کی ادائیگی سے غیر مستطیع مسلمانوں کو بلاشبہ اسلام نے ایک حد تک رخصت دی ہے لیکن کسی مسلمان کو قرآن پاک کے صریح احکام پر خط و کتب کھینچنے کی جرأت نہیں ہو سکتی، خواہ وہ حکام وقت کا کتنا ہی مقرب بنے کا آرزو مند ہو۔ میں دین اسلام کے مولے مولے بنیادی اصول کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ وہ کسی امر میں بھی حقیقی اسلام کے مطابق نہیں۔ جس شخص کے عقائد تو حید ذات باری تعالیٰ کے متعلق تعلیم قرآنی کے خلاف ہیں جو رسالت میں شرک کرنے کے گناہ کا مرتکب ہے، اور حج اور جہاد کو ساقط و منسوخ قرار دے رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا کہ اس کی تعلیم اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ سراسر ہٹ دھرمی ہے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑوں پر تیر چلانے سے دریغ نہیں کرتا اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بعث بعد الموت اور آخرت کے حساب کتاب کا معتقد اور قائل تھا، ایک بعید از قیاس امر ہے۔ پس اسے فرقہ مرزائیہ کے فریب خوردہ لوگو! اگر نجات کی صراط مستقیم کے طالب ہو تو ایسے شخص کی متابعت سے باز آ جاؤ اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے خمیو کہ نہ بناؤ، تا تب ہو جاؤ، ورنہ یاد رکھو کہ اس خدائے قدیر کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے، جس کی سنت میں کفار و مشرکین کو ایک حد تک ڈھیل اور مہلت دینا بھی داخل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ: ﴿بَلَىٰ زَيْنَ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَن يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِن هَادٍ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ﴿٣٠﴾ (الزمر، ۳۰) اور یہ کہ ان منکروں کو اپنا کمر اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں، اور جن کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، اور اللہ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں۔

### گزارشات

اور اہل ماقبل میں مرزائے قادیانی کے اقوال و عادی کو جن پر قادیانیت کے قصر کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسلام کے ”اصل الاصول“ یعنی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے اہل عقیدہ کی بنا پر پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ اس شخص کے خیالات و عقائد اور اس کی تعلیمات جسے یہ کم فہم حضرات ذریعہ نجات سمجھ رہے ہیں۔ اصول و ارکان اسلام سے کس قدر بعد بلکہ تضاد رکھتی ہیں۔ دین اسلام ایک ”یسیر الفہم“ سیدھا سا دین ہے جو ”بینات“ یعنی صاف صاف اور واضح واضح عقائد کی برہان ثابت لے کر آیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ان موشگافیوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں گرفتار ہو کر یہودی اور نصرانی بارگاہ ایزدی سے ”مغضوبین و ضالین“ کے شقیث حاصل کر چکے ہیں، اور جن میں آج مرزائی یا قادیانی مذہب کے پیروؤں کو الجھا دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے نصاب محکم کے باوجود لاہوری جماعت کے لیڈر ”میاں محمد علی“ کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز اور معقولیت کی بین توہین ہے کہ ”مرزائے قادیانی نے خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی وغیرہ بننے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بطور ”مجاز“ ہے۔“ (رسالہ مغرب میں جنتی اسلام، صفحہ ۲۴) میں اس امر کی تصریح کر چکا ہوں کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں حضرت عزیز علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ولد قرار دینے پر سخت وعید آئی ہے۔ وہ بھی آسانی

اب اور ابن اللہ کی اصطلاحوں کو مجازی طور پر استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ بروز قیامت ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برکت کا اظہار فرمائیں گے ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ مُوسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِيَ الْهَيْئَ مِنْ ذُرِّيَةِ اللَّهِ هَلْ سُبُخْنُكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّكَ﴾ (المائدہ: ۱۰۷) ”جب اللہ ہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کو چھوڑ کر ”ہود بنا لو، تو وہ جواب دے گا تیری ذات پاک ہے مجھے کب سراوار تھا کہ ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔“

خیرہ چشمی کی اور بات ہے لیکن کوئی فہیدہ انسان جو اسلام کے عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ چکا ہے خدا کے ساتھ ایسی مجازی نسبتیں دینے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا، اور میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ میاں محمد علی ایسے لوگ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بعض دنیوی فوائد کی خاطر گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اقساط گزشتہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پٹنوائے قادیانیت کی تعلیم اسلام کے ”عقیدہ توحید“ کے خلاف، ”عقیدہ تکمیل دین“ و ”ختم نبوت“ کے خلاف، ”رکن حج“ و ”اصول جہاد“ کے خلاف ہے، اور یہ اختلاف بین میں مرزائے قادیانی کے اقوال کو قرآن پاک کی آیات و حکمت کے بالقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں۔ اگر اس کے باوجود مرزائیوں کو مرزائی رہنے پر اور بعض مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے پر اصرار ہو تو میرے لیے اس سے زیادہ حیرت و استعجاب کا مقام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

### مرزائی حضرات کے دیگر سوالات

اب میں مرزائی اور قادیانی مستفسرین کے دیگر سوالات کو لیتا ہوں جن کی



”بھول بھلیاں“ میں یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پھنسے ہوئے ہیں، اور جن میں دوسرے کم علم مسلمانوں کو الجھا کر ان کے مبلغ اپنے دام فریب کو توسیع دینے کے عادی ہیں۔ ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ مرزائے قادیانی کے دعاوی کا ایک مجمل سا جائزہ لے لیا جائے، جن میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کے لیے اس کے پیروں کو اس قسم کے سوالات وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جن کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ان دعاوی کے جواز کے لیے دوران کار تادیلیں وضع کی جائیں۔ ”آیات قرآنی“ اور ”احادیث نبوی“ (ﷺ) کے معانی کی تحریف کے لیے راہیں نکالی جائیں۔ لا طائل دلیلوں کا سہارا ڈھونڈا جائے، اور طرح طرح کی موشگافیوں کے بل پر اپنی غلطیوں کے جواز کے پہلو پیدا کر کے دل کی ڈھارس کا سامان مہیا کیا جائے۔ مرزائے قادیانی کے دعاوی باطلہ کی بھول بھلیاں ایسی بیچ در بیچ ہے کہ تاویلوں اور تحریفوں کے بغیر کوئی عقلمند آدمی ان کے دام کا گرفتار نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو اسلامی تعلیمات کا سیدھا سادا منہبوم چھوڑ کر ایسے ایسے مسائل گھڑنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جو کو تاہ نظروں اور کم علموں کے دماغ کو پریشان کر کے انہیں شکوک و شبہات میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ جتنے سوالات بھی مرزائی حضرات نے کیے ہیں۔ وہ متذکرہ بالا کلیہ کی تحت میں آتے ہیں۔

### مرزائے قادیانی کے دعاوی

اب ذرا مرزائے قادیانی کے دعاوی پر ایک پھلتی ہوئی نظر ڈال لیجئے۔ جن پر قادیانی مذہب کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ مرزائے قادیانی کی کتابوں اور اس کے متبعین کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قادیانی مذہب اور اس کے پیشوا کی تعلیمات کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ”ایک زمانہ میں مرزا صاحب عام مسلمانوں کی طرح

مسلمان تھے اور وہ اسلام کے عقائد پر سختی سے کاربند رہنے کو فخر کا مقام سمجھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو دوسرے رنگوں میں ظاہر کرنا شروع کر دیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، تاکہ لوگ اس کے ولی اللہ ہونے کا اعتبار کرنے لگیں۔ دلائل سے ایک قدم آگے بڑھا کر پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا، پھر اس پر خط نسخ کھینچ کر چودھویں صدی کا مجدد اور امام بنا۔ آہستہ آہستہ مثیل مسیح، مسیح موعود، امتی نبی، ظلی دروزی نبی، خالص نبی، مرسل یزدانی، غیر تشریفی نبی اور پھر تشریفی نبی بننے کی نوبت آئی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا تو انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل بننے کی ٹھان لی، اور حضور سرور کائنات ﷺ سے منصب ختم نبوت و تکمیل رسالت چھین کر اپنے ”خاتم الانبیاء“ ”جامع کمالات انبیاء“ اور ”خدا کا برگزیدہ ترین رسول“ کہلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کفریات کا ایک ایسا طومار جمع کر دیا جس کی دوا ابلیس لعین کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس طومار سے مرزائے قادیانی کے چند اقوال بطور مشتمل نمونہ از خردارے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

”میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔“ (تحد گلازہ، صفحہ ۱۹۵)

”ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اس لیے ہم نبی ہیں۔“ (اخبار بدیع، ج ۵، مارچ، ۱۹۰۸ء)

”سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا، اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں، اس وقت تک جب اس دنیا سے گزر جاؤں۔“

(مرزا کا خط بنام اخبار عام، لاہور مورخہ ۲۴، مئی، ۱۹۰۸ء)

”حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دفعہ۔“

(ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ ۷)

”پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

”اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھائے کہ دو ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“ (چشم سرفت، صفحہ ۳۱۷)

”خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہے۔“ (سمرۃ حقیقت الہی، صفحہ ۱۳۸)

”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع البلاء، صفحہ ۱/۱۱)

”نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں، اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔“ (حقیقت الہی، صفحہ ۲۹۱)

”آنچه من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دامنش ز خطا  
ہجو قرآن منزہ اش دامن از خطا ہا ہمیں ست ایمانم“  
(درشن، صفحہ ۲۸۷)

”مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔“ (اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۲۵)

”میرے پاس انجیل آیا۔ (اس جگہ انجیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آگیا، پس مبارک ہے وہ جو اس کو پائے اور دیکھے۔“

(حقیقت الہی، ص ۱۰۴)

”اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔“ (حقیقت الہی، صفحہ ۲۹)

”میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام..... ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کبوشریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے.....“

یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند احکام بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔“

(اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۷)

”مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔“ (تبیخ رسالت، جلد ۴م)

”انہما گرچہ بودہ اند بے من بہ عرفان نہ کترم نہ کسے  
آنچه داد ست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام  
کہ نیم زان ہمہ بروئے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درمیں، صفحہ ۲۸۷-۲۸۸)

”اس کے یعنی نبی کریم ﷺ کے لیے (صرف) چاند کے گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا۔ اب تو انکار کرے گا۔“

(انکار احمدی، صفحہ ۱۷۱)

”ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا، اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا، پھر اس روحانیت نے چھپنے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔“ (خطبہ الہامیہ، صفحہ ۱۷۱)

”غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں ”زمان البرکات“ ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ ”زمان التائیدات و دفع الآفات“ تھا۔“ (تبلیغ رسالت، جلد دوم، صفحہ ۲۲)

”میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں۔ یعنی بروزی طور پر جب کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے، اور میری نسبت جبرئیل اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں موعود ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔“ (تحقیق الوہی، صفحہ ۸۴)

”اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو ”نڈرگو پال“ بھی کہتے ہیں (یعنی فناء کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔“ (تحقیق الوہی، صفحہ ۸۵)

تمام امراض کی جڑ

یہ ہے مرزائے قادیانی کے ان تمام دعاوی کا مجمل سا حاصل جن میں اسے حق بجانب اور صادق ثابت کرنے کے لیے اسے اور اس کے قلعین کو قرآن پاک کی آیات کے معانی میں تحریف کرنے، کلمۃ اللہ کو اپنے مواضع سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کرنے، احادیث و آیات کے معانی میں تاویل سے کام لینے کے علاوہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین، صلحائے امت کی تذلیل، معجزات کے انکار، مسلمہ عقائد اسلامی سے انحراف وغیرہ کی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ طرح طرح کے سوالات اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہر اس الزام کو جو مرزائے قادیانی اور اس کی نقض و مخالف سے پر تحریرات پر عائد ہوتا ہے، انبیاء کرام بلکہ حضرت ختمی مرتبہ ﷺ کی ذات قدسی صفات اور قرآن پاک پر لوٹا دینے کی جسارت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سادہ کی ان بشارتوں کو جو حضور سرور کوئین ﷺ کے لیے آئی ہیں، اپنے گروہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیان کو دمشق اور کعبۃ اللہ ظاہر کرنے، وہاں پر مینار بنانے، مسجد اقصیٰ کو قادیان میں ثابت کرنے اور مرزائے قادیانی کے سلسلہ نسب کو رطل من فارس سے ملانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خود مرزائے قادیانی کشف واستعارہ کے بھیس میں مریم بننے (حقیقت الوہی، صفحہ ۳۲۷) خدا کے پانی سے (انجام آتم، صفحہ ۵۵) حاملہ ہونے (مکشی نوح، صفحہ ۴۷) اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح موعود کہلانے (مکشی نوح، صفحہ ۴۷) کی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہے۔ تاکہ ابن مریم بن کر مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے قابل بن سکے۔ ذرا اس بھول بھلیاں کی تفصیل دیکھنا چاہو تو مرزائے قادیانی کے حسب ذیل ارشادات پر عقل سلیم کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کر لو کہ جن دعاوی کی بنیاد ایسی لچر اور پوچ تاویلیوں اور توہمات پر قائم کی گئی ہو، انہیں برحق تسلیم کرنے والوں کی اور خود اس کے مدعی کی ذہنی کیفیات کا عالم کیا

ہوگا؟ لکھا ہے۔

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا، اور آخر کنی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“ (کشی لوح، صفحہ ۷)

”اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگی اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے۔ اور خدا کا کام باطل نہیں، ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو۔ اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی ”سورہ تحریم“ میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا﴾ (سورہ تحریم) (حقیقت الہی، صفحہ ۳۲)

اب اگر ”مرزا صاحب کے اس ارشاد گرامی“ پر یہ خاکسار کہہ دے کہ ”ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند“ تو کیا ہرج واقع ہوگا، مرزائے قادیانی نے ابن مریم بننے کے لیے تاویلیں تو خوب کی ہیں۔ جن کی داد دینی چاہیے۔ لیکن ایک امر میں وہ چوک گئے۔ یعنی اپنے کو بنت عمران ثابت کرنے کے لیے استعارہ کے رنگ میں کوئی مکاشفہ بیان نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ ان کے والد ماجد عمران کس طرح بن گئے۔

معارف قرآنی کو سمجھنے کا طریق

قادیانی مذہب کے مبلغین کا قاعدہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو جو عربی زبان اور دینیات کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے، یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اختلاف موجود ہے تاکہ ان کی تاویلات کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔ ہمارے قادیانی مستفسر کا دوسرا سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہے، پوچھا گیا ہے۔

۲..... ”کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آیت شریفہ: ﴿وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (اگر (قرآن) غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“ کو مد نظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناخ و منسوخ ہی ہے یا کوئی اور طریق؟“

جواباً عرض ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید میں اختلاف کا قائل نہیں ہو سکتا۔ خود آیہ کلام ربانی جو مستفسر نے اپنے سوال میں لکھ دی ہے، اس پر شاہد دال ہے۔ اگر کسی بے بصیرت کو قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے نکراتا ہو، نظر آتا ہے تو یہ اس کے نقص علم و نقص فہم پر دال ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اس قسم کا اشتباہ پیدا ہو جائے یا عیسائی اور قادیانی معترضین کسی مسلمان کے دل میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے متعلق اس قسم کا اشتباہ پیدا کر دیں، تو اسے چاہیے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے ان کے ”شان نزول“ ان کے سیاق و سباق اور ان کے محل اطلاق کو جاننے اور قرآن حکیم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرے اور نزول کے تقدم و تاخر کو پیش نظر رکھ کر ان احکام کی حکمت جاننے کے درپے ہو تاکہ تکمیل احکام اور تکمیل دین کا مسئلہ اس پر واضح ہو سکے۔

جس امر دینی کو قادیانی اور عیسائی معترضین نے مسئلہ ناخ و منسوخ بنا رکھا ہے، اس



کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بعض امور میں اپنے احکام میں تبدیلی کی ہے۔ مثلاً یہود کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جسے تبدیل کر کے مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف رخ پھیر لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی تبدیلی کی طرف ذات باری تعالیٰ عز و جل نے آیت: ﴿مَا تَسْبُحُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُسَبِّحُهَا ثَابِتٌ وَبِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا﴾ ”ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ اسے جو کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری لے آتے ہیں“ میں اپنی سنت بیان فرمادی ہے، اور یہ صورت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت رسول خدا ﷺ کی وساطت سے اپنے دین کو نوح بشر کے لیے کامل نہیں کیا تھا بلکہ اس دین کامل کی طرف انسانوں کی راہنمائی کی جا رہی تھی۔ جب ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا“ کا حکم آ گیا تو تبدیلی احکام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ خیر الکتاب میں تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے کامل دین نوح انسانی کو دے دیا گیا۔ احکام الہی جس قدر کہ نوح بشر کی دیوی اور اخروی فلاح کے لیے ضروری تھے، اپنی مکمل شکل میں آ گئے۔ اور اس مجموعہ احکام کے متعلق یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ﴿إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ”ہم اس کے نگہبان ہیں“۔

اس سوال کے مستفسر سے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ اسے قرآن پاک کی بعض آیات کے سمجھنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے، تو سوال کو متذکرہ بالا شکل میں پیش کرنے کی بجائے وہ ان آیات کو پیش کرے جن کا مطلب سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ یاد رہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف انسان کے قلب پر اسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشن

ہوں گے جس قدر کہ اس کا قلب تاویلات کے گورکھ دھندوں سے الگ ہو کر تہایت سادگی اور صفائی کے ساتھ انہیں اخذ کرنے کی طرف مائل ہوگا۔ اگر کوئی شخص قادیانیوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کے معانی کی ”لا طائل تاویلات“ کی الجھنوں میں گرفتار رہنے کی کوشش کرے گا یا ان اللہ کو اپنی فردایہ دانش اور اپنے ناقص علم کے مطابق معانی پہنانے کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ قرآن پاک کی بیان کردہ اس وعید الہی کا مستوجب ہوگا جو علمائے یہود کے تذکر کے سلسلہ میں مذکور ہوئی ہے: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ (المائدہ: ۳۴)

سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانی مذہب اور اس کے بانی کے دعوای کی بنیادی آیات قرآنی کی بے پروا تاویلات اور کلام الہی کے معانی کی تحریف پر رکھی گئی ہے۔ تا آنکہ بعض آیات کلام ربانی کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے متعلق یا ان کی صفت و تعریف میں نازل ہوئیں، قادیانی مذہب کے پیشوا نے اپنے متعلق ظاہر کرنے اور اپنے حال پر چسپاں کرنے میں بھی تاویل سے کام نہیں لیا، اس سے بڑھ کر جسارت اور دیدہ دلیری اور کیا ہو سکتی ہے؟ دین حق اسلام اور کلام مجید کی آیات کا استخفاف اس سے زیادہ اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ ارشاد ربانی کو کھینچ تان کر اپنی خواہشات کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کی جائے، اور یہ دعویٰ کر لیا جائے کہ ان آیات کا ”شان نزول“ وہ نہیں جو فی الواقع ہو گزرا ہے بلکہ وہ ہے جس کے لیے ایک مدعی کاذب کی ضرورت داعی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر میں مرزا سائے قادیانی کے بعض ان اقوال کو اس جگہ درج کرتا ہوں جس کے متعلق اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیت ربانی جو قرآن پاک میں مذکور ہیں خدا نے دوبارہ میرے حق میں

نازل کی ہیں یا قرآن پاک میں میرے لیے موجود ہیں: ﴿وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ﴾ (سورہ قہ) ”جو کچھ تو نے پھینکا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا“۔

یہ آیت شریف خدائے بزرگ اور برتر نے سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے نازل فرمائی۔ اس میں جنگ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور ﷺ نے پتھر کی چند کنکریاں مٹی میں لیکر کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں۔ لیکن مرزائیوں کا پیشوا اپنی کتاب ”وحی رسالت“ کے صفحہ ۷۷ پر لکھتا ہے کہ ”یہ الفاظ مجھ پر میرے لیے نازل ہوئے“۔ کلام اللہ کو اپنے مواضع سے محرف کرنے کی جسارت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔ اسی طرح قرآن پاک کی حسب ذیل آیات کو اس نے اپنے حال پر چسپاں کرنے کا دعویٰ کر کے بارگاہ الہی کی وہ سند و عید حاصل کر لی جس کا تذکرہ میں سطور بالا میں کر چکا ہوں:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (حقیقت الہی صفحہ ۷۷)

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

(حقیقت الہی صفحہ ۷۷)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ. (کتوب عربی صفحہ ۷۸)

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيُغَيِّرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ.

(حقیقت الہی صفحہ ۷۹)

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا.

(حقیقت الہی صفحہ ۱۰۱)

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ الْكُبْرَىٰ. (حقیقت الہی صفحہ ۱۰۲)

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ. (اربعین صفحہ ۳۸)

جو شخص قرآن پاک کی ان آیات کو جو حضرت ختمی مرتبت پر خود حضور ﷺ کی امت اقدس و انور کے متعلق نازل ہوئیں، اپنے پر چسپاں کرنے کی جسارت کر کے قرآن، راہ اور رسول خدا ﷺ سب سے استہزا کا مرتکب ہوتا ہے، اس کے ملحد ہونے میں کس کو کلام ملتا ہے؟ اگر قرآن کو سمجھنے کے معنی قادیانی لوگ بھی لیتے ہیں تو.....

وائے گردِ پسِ امر و زبودِ فردائے

دین الہی کی تکمیل و سلسلہ نبوت کا اختتام

۲۔ قادیانی مستفسر کا تیسرا سوال یہ ہے: ”قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس سے بطور سرائتہ انص کے باب نبوت غیر تشریحی تابع شریعت محمدیہ مسدود ہوتا ہے؟“

گردشِ روزگار کی نذرہ کاریاں ہیں کہ چودھویں صدی کے ایام پر فتن میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو ایک مدعی کاذب کے دعاوی باطلہ کے جواز کے لیے بحث و جدال کا بازار گرم کرنے کی نیت سے نبوت کی قسمیں بنانے اور باب نبوت کے مسدود یا دا ہونے کے متعلق سوال پیدا کرنے لگے ہیں۔ سوال ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بتاؤ جس سے باب نبوت کے مسدود ہونے کا ثبوت ملتا ہو؟ حالانکہ سارا کلام مجید شروع سے لیکر آخر تک اس امر پر شاہد دل ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی (خواہ وہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی، ظلی ہو یا بروزی) ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خدا کا دین جب تک اپنی مکمل شکل میں نوع بشر کے سامنے نہیں آیا تھا اور نوع بشر کی استعداد حمل امانت ابھی ناقص تھی تو خدا کے رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے تاکہ نوع بشر کو خدا کا آخری پیغام سننے کے لیے تیار کریں، اور حسب ضرورت وقتی اسے خدائی احکام کی خبر دیتے رہیں۔ نوع انسانی پر جب تک ضلالت و گمراہی بلکہ کفر و طغیان کی اندھیری رات مسلط رہی، انبیائے کرام

رہنمائی کرنے والے ستاروں کی طرح اس کے آسمان بخت پر تعداد کثیر میں جلوہ افروزی کرتے رہے۔ جب نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب دین کامل کی ضیاء لکھنمودار ہو گیا تو ستاروں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ روشنی اس قدر بین، اس قدر واضح اور اس قدر کامل ہے کہ شہرہ چشم اور یوم صفت کم نظروں اور بصارت و بصیرت کے اندھوں کے سوا باقی ساری کائنات اس کے فیض عمومی سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے جو لوگ آفتاب رسالت محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد چراغ لاؤ کی رٹ لگا رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں حصول ہدایت کے لیے کسی متنبی کی ضرورت ہے۔ وہ اندھے نہیں تو اور کیا ہیں؟ نبوت اور رسالت کے خدائی انعام کے مل چکنے کے بعد جو امت محمدیہ کو نبی آخر زمان ﷺ کی ذات میں کامل و مکمل طور پر دیا جا چکا جو لوگ ”هل من مزید“ پکار رہے ہیں ان سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور کون ہو سکتا ہے؟ کون اندیشہ ارشد و ہدایت کامل کے خدائی انعام کا چشمہ اپنی مکمل حالت میں تمہارے لیے موجود کیا جا چکا، اور تم اس سے منہ موڑ کر یا اسے ناقص سمجھ کر سراب کی طرح بھاگتے ہو، تاکہ اپنی تشنگی کے لیے تسکین کا سامان حاصل کر سکو اس لیے اور محض اس لیے کہ جس شخص کو تم اپنا ہادی و رہبر سمجھ چکے ہو، اس نے نبوت کا دعویٰ ہونے کی جسارت کی ہے۔ تم سوال کرنے لگے ہو کہ قرآن پاک میں ”باب نبوت“ کے مسدود ہونے کی نص کونسی ہے؟ اگر تم قرآن پاک کے ماننے والے ہو تو جان لو کہ جس دین کی تکمیل کی خاطر حضرت رب العزت جل جلالہ اپنے تشریفی اور غیر تشریفی پیغمبر جنہیں وہ انبیاء و مرسلین کے نام سے موسوم کرتا ہے، بھیجا کرتا تھا۔ وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پایہ تکمیل کو پہنچ چکا، جس پر قرآن پاک کی حسب ذیل آیت شاہد و دال ہے: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (الاحزاب، سورہ ۱۸) ”آج میں

نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو پسند کر لیا۔“

غور کرو اور جان لو کہ جس مقصد کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوا کرتے تھے جب وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور نوع انسانی کی ایک جماعت اس دین کو تاقیام قیامت زندہ رکھنے اور اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کے لیے تیار ہو گئی تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت بھی جاتی رہی۔

اس دین کے مکمل ہونے سے پہلے تشریفی نبی تو نوع انسانی کو نئے احکام خداوندی سے روشناس کرانے کے لیے مبعوث ہوتے تھے تاکہ بشر کی روحانیت اس کے اخلاق اور اس کی ذہنی و دماغی کیفیت کو منزل مقصود کی طرف چند قدم آگے لے جائیں، اور غیر تشریفی نبی اس لیے آتے تھے تاکہ تشریفی نبی کی امت کو ضلالت و گمراہی کے ان گڑھوں سے نکالیں جن میں وہ خدا کے دیئے ہوئے احکام کو بھلا کر گر جانے کے عادی تھے۔ تکمیل دین کے بعد جب وہ کتاب جس میں اس دین کے احکام بیان کیے گئے ہیں اپنی مکمل شکل میں تیار ہو گئی اور نوع بشر کی ملک بن گئی۔ نیز اس میں رد و بدل آمیزش و حک، نسخ و تحریف کی گنجائش بھی خدائے روزگار نے ﴿إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کہہ کر محفوظ کر دی تو کسی نئے فرستادہ خداوندی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ لوگوں کو خدا کے نئے احکام سنائے، یہی وجہ ہے کہ فرماں فرمائے عالم و عالمیاں نے اپنے اس نامہ کو مکمل کرنے کے بعد جو اسے نوع انسانی کو بھیجا تھا اس پر اپنی آخری مہر ثبت کر دی اور ساتھ ہی اس امر کا ذمہ لے لیا کہ قیام قیامت بلکہ اسکے بعد بھی اس کی حفاظت کروں گا اور فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رُّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ ”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ نہیں، البتہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور نبیوں پر مہر یعنی ان کے ختم کرنے والے۔

### لفظ خاتم کے معنی اور مفہوم

”خاتم النبیین“ کے معنی میں تحریف کے جرم کے مرتکب ہونے والے قادیانی کہتے ہیں کہ لفظ ”خاتم“ یعنی مہر سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات قدسی صفات آنے والے نبیوں کی نبوت کے اجراء کے لیے بمنزلہ مہر کے ہے۔ ظاہر ہے تکلیف سے پیدا کیے ہوئے یہ معانی سراسر بیہودہ ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ آخری نبی اور ختم المرسلین ہونے کی حیثیت میں تمام انبیائے گزشتہ علیہم الصلوٰۃ وجمعہم کی نبوتوں کی تصدیق کے لیے ”خاتم“ قرار دیئے گئے، اس لیے کہ حضور ﷺ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ورسالت کا ایسا مصداق جو اللہ کی طرف سے اسی غرض کے لیے بھیجا جاتا کوئی اور آنے والا نہ تھا، اور رسول مقبول ﷺ اور حضور کی ذات گرامی پر نازل ہونے والی کتاب سے بڑھ کر انبیائے سابق کے خدا کی طرف سے مرسل ہونے کی کوئی اور مکمل و معتبر شہادت بن نہیں سکتی تھی۔ اگر ”خاتم“ کے معنی حضور ﷺ کے بعد آنے والے نبیوں کی نبوت پر تصدیق کرنے کے لئے جائیں جیسا کہ قادیانی لوگ اپنے ایک ”متنبی“ کے لیے بہ تکلف لے رہے ہیں تو انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کی طرف سے کسی مدعی نبوت کو کونسا تصدیق نامہ ملا ہے۔ ایسے واضح تصدیق نامے کے بغیر ”خاتم النبیین“ کے دو معنی جو قادیانی لے رہے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے آپ کو حضور کی امت میں سے ظاہر کرنا اور اپنی نبوت کو حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا ظل و برد قرار دینا ہی اس ”خاتم“ کی طرف سے تصدیق نامہ ہونے کے لیے کفایت کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ تمام مسلمان جو

حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی امت میں داخل ہو گئے، نبی ہیں، کہنے کو تو یہ قادیانی مفتری ”خاتم النبیین“ کے معنی آئندہ آنے والے یعنی حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے بعد میں آنے والے انبیاء یا متنبین بصیغہ جمع کا ”خاتم“ قرار دیتے ہیں، لیکن ان معنوں کا اطلاق صرف ”ایک“ مرزائے قادیانی کی نبوت کے دعویٰ پر کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، اور یہ نہیں بتاتے کہ اس امت میں بہت زیادہ نبی کیوں مبعوث نہ ہوئے، کم از کم بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی تعداد سے امت محمدیہ کے انبیاء کی تعداد کا بڑھ جانا لازمی امر تھا تا کہ قرآن پاک کی آیت کا وہ مفہوم جو قادیانی بتا رہے ہیں صحیح ثابت ہو جاتا۔

حضور کے ”خاتم النبیین“ یعنی نبیوں پر مہر ہونے کی حیثیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ تمام انبیائے گزشتہ علیہم الصلوٰۃ وجمعہم نے اس ”خاتم النبیین“ کے آنے کی خبر دی تھی، جو دین کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا تھا، اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ وجمعہم اور ان کی امتوں سے حضرت باری تعالیٰ عز سر نے یہ یشاق کر رکھا تھا کہ جب وہ ”خاتم النبیین“ آئے گا تو اس کے زمانہ کو پانے والے لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس یشاق کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے اور پرانے زمانہ کی کتب ساوی جیسی حالت میں بھی اس وقت تک موجود ہیں، اس یشاق اور ان بشارتوں کے ذکر سے خالی نہیں، جو حضور ختم المرسلین ﷺ یعنی اس رسول کے متعلق جس پر دین خداوندی کی تکمیل ہونے والی تھی، مذکور ہوئیں اور جن کی تصدیق کے لیے ضروری تھا کہ ایک آخری تنبیہ دین الہی کو کامل کرنے والا اور سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والا آئے تاکہ ازمنہ گزشتہ کے انبیائے کرام کے ارشادات پر تصدیق کی مہر لگ جائے۔ یعنی ان کی نبوت نوع انسانی کے نزدیک مصدق ہو جائے۔ دیکھئے اقرآن حکیم کیسے واضح الفاظ میں اس یشاق کا ذکر کرتا ہے: ﴿وَإِذْ



أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَقُومُنْ بِهِ وَلْتَضَعُوا طَعَالًا أَفْرَدْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكُمْ إِصْرِي ط قَالُوا أَفَرُونَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١٧﴾ (آل عمران، رکوع ۹) جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا۔ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو! اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

﴿مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ﴾ کی تصدیق سے کلام ربانی بھرا ہوا ہے اور ذات باری تعالیٰ عراسہ نے قرآن پاک میں اس امر کی پوری پوری تصریح کر دی ہے کہ قرآن سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کے لیے نازل ہوا ہے اور حضور سرور کونین (ﷺ) کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ تمام سابق انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق کریں۔ ملاحظہ ہوں ارشادات ربانی: ﴿هَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (الانعام، رکوع ۱۱) ”اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اس شے کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔“ ﴿نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (آل عمران، رکوع ۱۱) ”اس نے تجھ پر ٹھیک ٹھیک کتاب اتاری اس کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔“

اسی طرح ﴿مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ﴾ کی تراکیب قرآن کریم کے حق میں اکثر جگہ مذکور ہوئی ہیں اور حسب ذیل ارشاد ربانی نے لفظ ”خاتم“ کی پوری پوری تشریح کر دی

ہے۔ تو اللہ تعالیٰ: ﴿يَلْجَأَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (ملئط) ”البتہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کر دی۔“ یعنی تمام انبیائے گزشتہ کے خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی جو ”خاتم النبیین“ کے آنے اور دین الہی کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کی خبریں دیتے رہے تھے۔ اگر ”خاتم“ (مہر) کے معنی وہ ہوتے جو مرزائے قادیانی نے اپنے دعوئے نبوت کے اجرائے جواز کے لیے یہ تکلف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو قرآن حکیم میں آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق بھی اسی صراحت کے ساتھ ذکر کا آنا ضروری تھا، جس صراحت کے ساتھ زمانہ ماضی کے مرسلین یزدانی کا ذکر آیا ہے۔ اگر خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کوئی سر پھر شخص یہ کہنے لگے کہ تمام وہ آیات جو قرآن پاک میں حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) سے متعلق ہیں، کسی دوسرے کی نبوت کے لیے مذکور ہوئی ہیں، تو اس قسم کے دعوے کی بنا پر اسے مضتری اور کذاب کے سوا اور کوئی خطاب نہیں دیا جاسکتا۔

### اتمام نعمت

قادیانی اور ان کے پیشوا جہلاء کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے یہ کہنے کے بھی عادی ہیں کہ اس سے بڑا ظلم کسی امت پر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے افراد سے نبی ہونے کا امکان سلب کر لیا جائے، اور حضور سرور کائنات (ﷺ) کے افضل الانبیاء و مرسلین ہونے کے لیے ضروری ہے کہ حضور کی امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح بہت سے نبی بلکہ دوسری تمام امتوں سے بڑھ کر نبی نازل ہوں۔ اس سے زیادہ تلخس حق بالباطل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر ظاہر کیا جائے۔ (حقو! پچھلی امتوں میں تشریحی اور غیر تشریحی نبی اس لیے نازل ہوتے تھے کہ دین انجلی کامل نہیں ہوا تھا اور ان امتوں اور قوموں کے لوگ بہت

جلد گمراہ ہو جانے اور صحائف آسمانی کو گم کر دینے یا ان میں تحریف کر لینے کے عادی تھے، اس لیے ان کی ہدایت کے لیے نبی بھی جلد جلد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب نوع انسانی میں خدا کے مکمل دین کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہدایت کا آخری پیغام بھی پہنچا دیا گیا، جو سارے عالموں اور سارے زمانوں کے لیے ہے۔ لہذا ایسی امت کو جو ”خیر الامم“ ہے، جس کے اختیار کا گروہ اور جس کی آسمانی کتاب قیام قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ اس میں نئے تشریحی یا غیر تشریحی نبیوں کا مبعوث ہونا کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ امت محمدیہ پر باب نبوت کا مسدود ہو جانا اس کی سعادت و افضلیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے آخری نبی کا پیغام سنا اور قبول کر لیا اور یاد رکھا۔ اس کے پھیلانے کے لیے کوشاں رہی اور رہے گی۔ امت محمدیہ کی افضلیت اسی میں ہے کہ وہ خدا کے کامل دین کی حامل اور اس کے آخری رسول کی امت ہے۔ جس کا عہد پانے کے لیے بنی اسرائیل کے انبیاء آرزو کرتے رہے۔ خدا کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اس نے ہمارے آقا و مولا ﷺ کو آخری نبی ہونے کی بنا پر اپنی نعمت ہم پر تمام کر دی۔

### ایک مغالطہ کی تصریح

تم کہو گے کہ دوسری امتوں کی طرح ”امت محمدیہ“ میں بھی غیر تشریحی نبیوں کے مبعوث ہونے کی ضرورت اسی لیے ہے کہ امت کے افراد کو گمراہی سے بچائیں۔ لیکن قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ ختم المرسلین کے بعد اس امت کو کسی نئے نبی کی تعلیم و تربیت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بھی کسی نئے نبی کے آنے کی خبر نہیں دی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ امت تا قیام قیامت گمراہ نہیں ہوگی، اور اگر ہوگی تو کسی نئے نبی کے آنے کے بجائے نوع بشر پر وہ ”المتاعہ“ آجائے گی جس کے آنے پر یہ

زندگی ختم اور بالکل نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ دین کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اگر اسے نوع بشر قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لیے نبی کو بھیجنے کے بجائے وہ احکم الحاکمین اسے یوم الحساب میں لاکھڑا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے آخری پیغام میں اس آنے والی ”المتاعہ“ کی خبر کامل وضاحت پوری تشریح مکمل حکم اور پورے زور کے ساتھ جا بجا دی گئی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اس امت کو دین حقہ پر قائم رکھنے اور اس دین کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے مزید نبی بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ بتا دیا ہے کہ خود مسلمانوں کو یہ کام کرنا ہوگا ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (آل عمران، ۱۱۰) ”تم بہترین قوم ہو جو عام لوگوں کے لیے نیک کھڑی کی گئی (تاکہ) تم نیک کاموں کا حکم کرو اور بُرے کاموں سے منع کیا کرو اور اللہ پر ایمان لائے رکھو۔“ ﴿وَلَتَكُنْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران، ۱۱۰) ”اور تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیک کاموں کے لیے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے (جو لوگ ایسا کریں گے) وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو تم نبی کہنا چاہتے ہو تو سارے مسلمانوں کو نبی کہو۔ اس میں کسی مرزائے قادیانی کی تخصیص نہیں۔ ورنہ قرآن حکیم کا یہ حکم چون دچرا کیے بغیر تسلیم کر لو کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی تشریحی یا غیر تشریحی نبی آنے کی ضرورت نہیں۔

مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

مرزائی مستفسر کو اور اس کے رفتائے مسلک کو جو غیر تشریحی نبوت کا باب دار کھنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان کے پیشوانے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لیے تو طرح طرح کی موٹگانیوں سے کام لیا، اور بحث وجدال کے نئے دروازے کھول دیئے۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ غیر تشریحی یعنی نبوت کا باب صرف اسی کے لیے کیوں کھولا جائے؟ کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو اس سے محروم رکھا اور سمجھا جائے۔ پھر انہیں سوچنا چاہیے کہ ان کا پیشوا تو ظلی، بروزی، امتی، نقلی، مجازی، غیر تشریحی نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی بھی ہے، بلکہ اپنے کو مجموعہ کمالات انبیاء علیہم السلام اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے افضل قرار دینے کی جسارت بھی کرتا ہے، جس کے ثبوت میں ان کے پیشوا کے بعض الفاظ قسط ”ہفتم“ میں جو اس بحث کی تمہید کے طور پر لکھی گئی پیش کر چکا ہوں۔ پھر وہ کس منہ سے امت محمدیہ پر فقط غیر تشریحی نبوت کے دروازے مسدود ہونے کے ثبوت میں نص قرآنی کے طالب ہوئے ہیں۔ اپنے پیشوا کی اس خرافات کو چھپانے کے لیے کیوں کوشاں ہیں جس کے جواز کے لیے انہیں کسی قسم کی تاویل نہیں مل سکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ اپنے پیشوا کے کذاب و مفتری ہونے کے قائل و شاہد ہیں۔ لیکن اغراض اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں یا اپنے پیشوا کی طرح دین کو تنسخر خیال کر کے اسے حصول دنیا کا سلسلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے پیشوا کی تعلیمات کے بھان متی کے پارے کی ہر شے کو صحیح سمجھ کر یہ نہیں کہتے کہ ہم مرزائے قادیانی کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ختم المرسلین اور صاحب شریعت نبی خیال کرتے ہیں۔ اگر تمہارا دین یہ ہے تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم مسلمان نہیں۔ کیونکہ دین اسلام وہی دین کامل ہے جو نوع بشر کو محمد عربی ﷺ نے دیا، اور

جس کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں، اور جس کے اصول اساسی کی مختصر تشریح میں اسی سلسلہ مضامین کی ابتدائی اقساط میں کر چکا ہوں۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔

### رسول مکلفی اور دین کامل

اب میں ان مرزائیوں سے جو چالاک اور عیار قادیانی گروہ کی تاویلات کے گورکھ دھندے میں اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے باعث گرفتار ہے، مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ ”راہ ہدیٰ“ کی طرف آؤ اور اسی ”صراط مستقیم“ پر چلو جو خدا نے نوع انسانی کو محمد ﷺ کی وساطت سے دکھایا ہے۔ محمد ﷺ کے بعد ہمیں کسی قسم کے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور قرآن کے بعد کوئی کلام ربانی نہیں ہو سکتا جو کسی بندے پر خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لیے اتارا گیا ہو۔ اگر کسی کو محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی صداقت میں کلام ہو تو وہ علیحدہ سوال ہے۔ جس کے متعلق اس کی تسکین کے سامان مہیا کیے جاسکتے ہیں۔ سر دست میں ان مرزائیوں سے مخاطب ہوں جو قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام سمجھ کر اس کے دام ترویج میں گرفتار ہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عزاسوہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے ساری نوع بشر کے لیے رسول مکلفی ہونے کی سند دیتا ہے، اور فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (اسہا، رکوع ۴) ”اور ہم نے تجھے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو بشر و نذیر ہونے کی حیثیت میں الناس یعنی تمام نوع بشر کے لیے مکلفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں“۔ نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (اعراف، رکوع ۲۰) ”اے نوع بشر میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں“۔ اسی طرح: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الزمر، رکوع ۱) ”تو ڈرانے والا اور تمام اقوام کو ہدایت کا پیام

دینے والا ہے۔ ﴿لِّلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ تمام جہانوں کے لیے نذیر۔ اور ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ تمام جہانوں کے لیے رحمت۔ کہہ کر قہر ختم کر دیا گیا کہ نوع بشر کے لیے رسول مکتفی آ گیا۔

پھر اے قادیانیو! اس بشیر و نذیر کو چھوڑ کر تم کسی دوسرے کو اپنے لیے بشیر و نذیر کی طرح تسلیم کر سکتے ہو، جب کہ خدا ساری نوع بشر کے لیے محمد ﷺ کو مکتفی قرار دے چکا ہے۔ اس خدائے جبار کی باز پرس سے ڈرو، جس نے اپنی شان حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ دین وہی ہے جو اس کے رسول مقبول ﷺ کی وساطت سے مل چکا، اور یہی دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْبَلَدَيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (التوبہ، روع ۵) ”وہ جس نے اپنا رسول ہدی دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ جائے خواہ مشرکوں کو یہ بات بُری ہی کیوں لگے۔“

### اختتام سلسلہ نبوت کی برکات

تکمیل دین، اتمام نعمت اور ختم نبوت کے متعلق صریح احکام و بین شواہد آ جانے کے باوجود جن سے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی، یہ حال ہے کہ ذریات ابلیس نے دین اسلام میں رخسار اندازی کے لیے نبوت و رسالت کے بیسوں جھوٹے مدعی کھڑے کر دیے، جن میں سید کذاب سے لیکر مرزائے دجال تک کئی لوگ شامل ہیں۔ اگر کہیں امت محمدیہ پر بنی اسرائیل یا دوسری اقوام کی طرح نبوت کا باب کھلا ہوتا یعنی دین کی تکمیل معرض عمل میں نہ آئی ہوتی اور انبیاء کی بعثت ہونے کی ضرورت باقی رہتی تو مسلمانوں کی ہر ہستی میں کروڑوں جھوٹے نبی پیدا ہونے لگتے اور عموم ملت کے لیے جھوٹے اور سچے کی پہچان میں اتنی

مشکلات پیش آتیں کہ کسی کو اپنے راستے کی درستی کے متعلق اطمینان قلب کی نعمت حاصل نہ ہو سکتی۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اکثر ادوار میں نبوت کے متعلق یہی انار کی پیدا ہوئی جس کا ثبوت بنی اسرائیل کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امت محمدیہ پر ”ختم نبوت“ و ”تکمیل دین“ کا ہو جانا خدا کی ایسی دین ہے جسے وہ خود اتمام نعمت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اسی کی بدولت دین اسلام خدا کا آخری دین ٹھہرا، اور اس کی ایسی جامع و پائیدار حیثیت قرار پائی جو ہر طرح کی مکانی اور زمانی قیود سے آزاد ہے، اور صرف کرۂ ارض کے ساکنین پر نہیں بلکہ دیگر اجرام سماوی کی باشعور مخلوق پر بھی اس کے احکام محیط ہیں، اس اتمام نعمت کی بدولت امت محمدیہ پر لامحدود مادی، روحانی، دماغی، نفسیاتی اور معاشرتی ترقیات کے دروازے کھل گئے، اور نوع انسانی کو اپنے پروردگار کی طرف سے کائنات اور اس کی ساری موجودات کو مسخر کرنے اور اللہ کی موجودگی کی ہوتی تمام حاضری آئندہ نعمتوں سے جائز تمتع حاصل کرنے کا پروانہ مل گیا۔ تکمیل دین کے ساتھ ہی نوع انسانی پر شعور کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس کے زاویہ نگاہ میں خدا کے آخری پیغام نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی، اور امت محمدیہ کو بتا دیا گیا کہ کائنات کی تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لئے ہیں جنہیں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے کی شرط کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔ نوع انسانی کی تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر شاہد عادل ہے، جو دین اسلام کی بعثت کے باعث اس کی زندگی میں رونما ہوا۔ ارشاد نبوی: خیر القرون قرنی و خیر الامم امتی۔ میں اسی حقیقت حائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

### تکمیل دین کی ایک مثال

تکمیل دین، اتمام نعمت اور وظیفہ نبوت کے اپنی معراج کمال تک پہنچنے کی مثال